

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ رَاسًا لِّدَوَابِّهِمْ وَأَوْفَقْنَاهُ الْإِسْلَامَ فَمِنْ تَحْتِهَا يُخْرَجُونَ

# عیونِ زمزم

فی

میدادِ عیسیٰ ابن مریم

اس میں مسیح موعود عیسیٰ بن مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش پر پوری پوری بحث ہے

مصنف

حضرت العلام حافظ عثمانیت اللہ اثری وزیر آبادی

نقشہ و افادہات، عہد الکرم اثری خطیب جامع مسجد المحدث جناح سٹریٹ گجرات

مکتبہ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الحمد لله وحده

## دوستوں کے نام

حضرت العلام حافظ غایت اللہ اثری وزیر آبادی دم سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد میں اپنے گاؤں ٹھٹھہ عالیہ تحصیل پچالیہ چلا آیا اور خطبہ جمعہ کے لیے ایک عرصہ سے کنجاہ جارا تھا اور جاتا رہا کہ ۱۹۸۳ء اگست میں استاذی حافظ صاحب کا خط آیا۔ گجرات حاضر ہوا تو آپ نے بد از ناز ظہار شاہ فرمایا: ”میں اب اتنا کروڑ ہو چکا ہوں کہ بیٹھ کر بھی جمعہ کا خطبہ نہیں دے سکتا اور میری نظر آپ پر ہے، پس اب ذمہ داری سنبھال لے“ میں نے اسے قبول کیا اور یہ کام ۱۹۸۳ء تک چلتا رہا، اپریل ۱۹۸۳ء میں مجھے مستقل گجرات رہنے پر مجبور فرمایا، آپ کا یہ حکم بھی مان لیا اور ۲۴ اپریل سے وہاں رہنا شروع کر دیا کہ اچانک ۱۲/۱۱/۸۳ کی درمیانی شب بد از ناز غلام آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

حضرت کی وفات کے بعد انجمن اہل حدیث جلد سٹریٹ گجرات نے مقام امود میرے سپرد کر دیے جو موصوف انجام دے رہے تھے۔ جن کتب کی دوبارہ اشاعت کی آپ نے وصیت فرمائی تھی میں نے ان پر توجہ دی ”البيان“ اور ”القول“ ۱۹۸۲ء میں شائع کر دیں مسجد چوٹی تھی، جمعہ کی حاضری بہت بڑھ گئی اندریں وجہ نذیرٹ صاحب والا مکان اس وقت کی انجمن کی عدم دلچسپی کے باوجود خرید لیا گیا مسجد کی تعمیر نو کا مسئلہ آیا تو مزید پست محقق سے کام لیا گیا۔ انجام کار ایک تعمیر کٹی تشکیل دی جس کے تین ممبر مال ثناء اللہ بٹ، میاں محمد خالد بٹ اور میان کرامت اللہ مقرر ہوئے، الحمد للہ کہ اس کمیٹی نے دن رات بڑے انکلاص سے کام کیا اور شہر کے دوستوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دو سال کی قلیل مدت کے اندر موجود مسجد کا تین منزلہ وسیع تیار ہو گیا اگرچہ اس خوب کو خوب تر بنانے کے لئے بہت کچھ درکار ہے جو انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔

بعد ازیں تجویب مندرجہ داؤد طرابلسی اور عیون زم زم پر کام ہوا۔ عیون آپ کے ہاتھ میں ہے اور • اندانشا ماشہ سال تک تیار ہو جائے گی۔ آپ کے تعاون اور دعاؤں کی بے محسوریت ہے۔

(خادم، عبد الکیم اثری)

Mohammad Ashraf  
DENMARK.

## فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۹۵	سوال: شیل عیسیٰ کا مفہوم کیا ہے؟	۳	فہرست
۹۶	جواب: آدم علیہ السلام کسی کے ولد نہیں	۹	پیش لفظ
۹۶	قرآن کی آیت لا الہ الا ہو لہ استخدا	۱۳	سروں تقبیحات
۹۶	صاحبة المذکر کی تشریح	۱۶	غرض و غایت
۹۷	بچہ کی پیدائش احادیث کی روشنی میں	۳۱	اعلان عام
۹۹	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۵	دو خطوط کے جوابات
۱۰۰	سوال: کیا ملک صدق بے مال باپ	۳۷	پہلے خط کا مختصر جواب
۱۰۰	تھا؟	۳۶	دوسرے خط کا جواب
۱۰۰	مذکورہ سوال کے دو جواب	۸۹	ایمانی عہد افری رحم
۱۰۱	حلال و حرام	۹۰	مریم رضی اللہ عنہا
۱۰۱	نظیراً، نظیراً	۹۰	سوال: مریمؑ کا شوہر تھا یا نہیں؟
۱۰۲	ایک سوال اور اس کا جواب	۹۰	جواب:
۱۰۳	کیا پچھ ماہ کا بچہ صحیح النسب ہے؟	۹۰	سوال: کیا مریمؑ نے شادی نہیں کی تھی؟
۱۰۳	معجزات و کرامات احکام شرع	۹۰	جواب: قرآن و سنت کی روشنی میں
۱۰۳	میں تبدیل کر سکتے ہیں؟	۹۱	قیصر روم کا خط بنام امیر معاویہ رض
۱۰۴	عیسائی راہب اور ایک بچہ کا واقعہ	۹۱	شادی کا حکم عام
۱۰۵	مسیح نبویؑ میں عیسائیوں سے آپ	۹۲	اجصاب فرج کا مفہوم
۱۰۵	کا مناظرہ -	۹۲	ایک سوال اور اس کے مختلف جوابات
۱۰۶	ابو رکانہ عبد بن یزید کا واقعہ	۹۳	کم نیستہا بشر کا مفہوم کیا ہے؟
۱۰۶	نبویؐ گرامی نامہ بنام شاہ حبش	۹۳	جواب مذکورہ جملہ کی وضاحت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۰	سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان	۱۰۸	مرزا کا دیانی اور نور دین
۱۳۱	مستدرک حاکم کی ایک روایت کی تشریح	۱۰۹	سلسلہ تولد و تناسل قائم رہنے کے بعد تخلیق انسانی کا ضابطہ الہی
۱۳۲	سوال وجواب کی صورت میں	۱۱۳	حکایت عجیبہ
۱۳۳	مکالمہ ۱ (کامل مبروکی عبارت)	۱۱۴	یا کرہ و قدرام
۱۳۴	مکالمہ ۲ بحوالہ درغفور	۱۱۵	لطیفہ فقہیہ
۱۳۵	مکالمہ ۳ بحوالہ تشریف البشر	۱۱۶	سوال وجواب
۱۳۶	ضابطہ نبوت	۱۱۷	حکایت عجیبہ ۱
۱۳۷	ابن مریم کی بجائے ابن یوسف کیوں	۱۱۸	حکایت عجیبہ ۲
۱۳۸	کلیت نہیں ہوئی؟ سوال وجواب	۱۱۹	دودھ نہر سے ہے ایک شرعی مسئلہ
۱۳۹	امام کے نام سے پکارا جانے کی تشریح	۱۲۰	اللہ تعالیٰ کا طرز بیان
۱۴۰	سوال وجواب میں -	۱۲۱	والدین کا بیان قرآن مجید میں
۱۴۱	اِتِّمْنَا الْمَسِيحَ کی تشریح -	۱۲۲	والدہ کا بیان
۱۴۲	ایک جدول ان لوگوں کا بیان جو ماں	۱۲۳	والدہ کا بیان
۱۴۳	کے نام سے مشہور ہوئے	۱۲۴	میاں بیوی یا کہ نہ مادہ دونوں جوڑا ہے
۱۴۴	ابن آدم کی تشریح سوال وجواب	۱۲۵	زوجین کا بیان قرآن مجید میں
۱۴۵	کی صورت میں -	۱۲۶	مکالمات و مخاطبات
۱۴۶	یونس بن یثی	۱۲۷	مکالمہ ۱
۱۴۷	عیسوی فیصلہ	۱۲۸	مذہبوں کا بیان
۱۴۸	محمدی فیصلہ	۱۲۹	مولانا اشرف الحق صاحب عون العبد
۱۴۹	دیگر نظام	۱۳۰	نظر و نقد
۱۵۰	نقد کا بیان		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۳	جوابات و انتقادات	۱۵۳	نقد و نظر
۱۴۴	اصل روایت	۱۵۵	نقد کا مقام سوال و جواب کی روش
۱۴۵	مرزا کا دیانی نے سرمہ چشم آریہ میں بیان کیا	۱۵۶	میں؟
۱۴۶	محمدی بیگم اور کا دیانی	۱۵۷	احسان فرج کی وضاحت
۱۴۷	نذر اللہ اود یهودی رواج	۱۵۸	طہارت کی وضاحت
۱۴۸	نذر اور ولادت مریم	۱۵۹	اصطلاح کا بیان
۱۴۹	کرنٹھیوں کی عبارت	۱۶۰	روح کا مطلب و مفہوم
۱۵۰	مواہب الرحمن کی عبارت اور	۱۶۱	سید رشید رضا مصری اور ولادت
۱۵۱	مرزا کا دیانی	۱۶۲	عیسیٰ علیہ السلام کا بیان
۱۵۲	قلم کشی: بشر اور دلم اک بٹیاہ کی تفسیر	۱۶۳	مشرقی صاحب اور ولادت عیسیٰ
۱۵۳	بشر اور زوج کا مفہوم سوال و جواب سے تشریح	۱۶۴	علیہ السلام کا بیان
۱۵۴	لطیفہ فقہیہ	۱۶۵	امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر رحمہما اللہ
۱۵۵	عمل اور وضع محل	۱۶۶	کا بیان ولادت عیسیٰ علیہ السلام
۱۵۶	امثال و مساوات	۱۶۷	سوال و جواب کی صحت میں
۱۵۷	وجہانی الدنیا الایہ کی تشریح	۱۶۸	آدم سے ولادت عیسیٰ علیہ السلام
۱۵۸	کنیت ابرہیسی	۱۶۹	پر ایک استدلال
۱۵۹	ایدناہ بروح القدس کی تشریح	۱۷۰	قرآنی آیت کی تشریح
۱۶۰	بشارۃ کا بیان	۱۷۱	”کن فیکون“ کا مطلب
۱۶۱	فریاد کا مفہوم	۱۷۲	احسن کی تشریح
		۱۷۳	بتول اور متقی
		۱۷۴	اخوت علاتی اور انجائی
		۱۷۵	رسم و رواج اور روک تمام نکاح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۸	اجماز	۱۹۳	ولادت عیسیٰ علیہ السلام اور تفسیری بیانات
۲۰۹	سرا سے مراد کیا ہے ؟	۱۹۴	مکلم فی المہد کا مفہوم
"	لطیفہ	"	مہد اور کہل کی تشریح سوال و جواب کے بیان میں
۲۱۰	قات بہ قرمہا کا ترجمہ و مفہوم	"	تفسیر و مثال ۱
"	سرید کی تفسیر میں	"	تفسیر و مثال ۲
۲۱۱	اس کا مطلب اثری نظریں	۱۹۹	آیۃ الناس کا مفہوم
"	سوال و جواب سے اس کی مزید	"	یا اُخت ہارون کا خطاب
۲۱۲	وضاحت	"	اتقنذت من اہلہا کی دوبارہ تشریح
"	"التنقیح" کی عبارت	۲۰۰	مکانا شریقی کی تشریح
۲۱۳	فاشارت الیہ کا مفہوم	۲۰۱	فتمش لہا بشراسوتیا کا ایک اور مفہوم
۲۱۴	انی عبد اللہ کہنے کا وقت	۲۰۳	عورت کا اپنے خاوند سے پناہ طلب کرنا۔
"	انی عبد اللہ فرما کر ہونا مسعود	"	لا رب لک غلاما زکیا و دوسرا مطلب
"	کی تردید فرمادی	"	ذریۃ کا بیان
"	فرمان الہی	۲۰۵	ایک خیال خطرناک الزام
"	وجعلنی نبیا اور انجیل متی کی عبارت	"	عیسائی اور مرزائی تقابل
"	یہی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل سوال و جواب	"	مکانا قصیا کا ایک مفہوم
۲۱۵	کے انداز میں	"	دردزہ (ممان) کا بیان
"	بہتانا علیما کے مطلب و مفہوم	۲۰۶	فناوا ہامن تحتہا کا مطلب و مفہوم
۲۱۸	کی مزید وضاحت سوال و جواب کے طریقہ سے۔	"	من تحتہا سے کون مراد ہو سکتا ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۸	سید القوم مولانا محمد حسین ثبالی رحمہ	۲۱۸	قرآن مترجم شیعہ (ایک اطلاع)
	اور سید احمد خاں رحمہ		ابن اللہ کا مطلب سوال و جواب
۲۲۸	بالآخر التماس	۲۱۹	کی ایک صہدیت
	آل عمران اور مریم کی آیات کی عربی	۲۲۰	عمانوئیل اور عیسیٰ علیہ السلام
۲۲۹	تفسیر، اثری نظریں		بڑا بوالدقی کا ایک مطلب ابوہنیک
۲۳۸	عربی تفسیر کا اردو مفہوم	۲۲۳	تاہمی کے بیان کے مطابق
۲۳۵	اجماع کی حقیقت	"	اثری نظریں اس کا مفہوم
۲۳۶	گمراہی پر صحیح نہ ہونے کا مفہوم	۲۲۵	دلک میسی ابن مریم
۲۳۸	ایک اطلاع عام	۲۲۶	طلب و اسباب

## اعتراف و اقرار

زیر نظر کتاب جو حضرت العلامة حافظ عنایت اللہ اثری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس کے گذشتہ ایڈیشن میں فہرست مضامین موجود نہ تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ تبدیلیاں ناگزیر ہوتی ہیں۔ اب وہ وقت ہے کہ اگر کتاب کی فہرست موجود نہ ہوتو قاری پریشان ہو جاتا ہے نیز یہ کہ کوئی خاص بات دیکھنا ہو تو وہ آسانی سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس مشکل کے ازالہ کے لیے اس ایڈیشن میں فہرست کا اضافہ کرنا پڑا۔ لہذا فہرست میں جو عنوانات درج ہیں ان کو دیکھنے کے لیے ہر عنوان کے سامنے جو صفحہ نمبر درج ہے اس میں من و عن اگر وہ عنوان موجود نہ ہوتو بھی اس کا مفہوم و مطلب آپ کو وہاں یقیناً مل جائے گا۔ کیونکہ یہ عنوان اس مضمون سے اخذ کیا گیا ہے۔ فقط

والسلام  
(خادم) عبدالکیم اثری

## من هو الاثری

حضرت العلامة حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ ۱۲ اگست ۱۸۹۵ء مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ بروز منگل بوقت صبح صادق پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام امام الدین اور دادا کا نام محمد عظیم تھا جو چغتہ مغل برادری میں شمار ہوتے تھے اور والد بزرگوار درزی کا کام کرتے تھے۔

قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی کتب و دیر آباد اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھیں اور ترجمہ مولانا فضل الہی وزیر آبادی سے پڑھا بعد ازیں گیارہ ۲۳ دن میں قرآن مجید حفظ کیا اور حافظ عبدالمنان صاحب دیر آبادی سے مشکوٰۃ پڑھ رہے تھے کہ امرتسرال انڈیا اہل حدیث کانفرنس دیکھنے گئے وہاں مولانا محمد الرحیم مراد آبادی سے ملاقات ہوئی تو مولانا موصوف کے دل میں جگہ پا گئے۔ (یہ کانفرنس ۱۹۱۳ء میں ہوئی)۔

۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور آخر کار مولانا عبد الوہاب الدہلوی امام غزالیہ الحدیث سے سند شیخ الحدیث حاصل کی اور دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ بعد ازیں کلکتہ اور بہوانی میں بھی خطیب رہے ۱۹۱۶ء کے آخر میں مجاہدین کی جماعت کو سرحد میں مالی امداد پہنچانے پر متعین ہوئے لیکن حکومت برطانیہ کی زیادتیوں کا شکار ہو گئے اور خاصی پریشانی اٹھانا پڑی۔

۱۹۱۹ء میں آپ کی شادی ہوئی، دہلی میں خطابت و درس کا کام شروع کیا اور ۱۹۲۳ء میں گجرات والوں کی دعوت گجرات تشریف لے آئے اور یہاں ایک چھوٹا مدرسہ قائم کر کے تدریس کا کام شروع کیا۔ ۱۹۲۶ء تک باقاعدہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ۱۹۳۵ء کے بعد صرف ایک دو طالب رہے اور ۱۹۴۲ء تک یہ سلسلہ قائم رہا اور ۴۰ء سے ۵۰ء تک تقریباً نارغ البال رہے۔ تالیف کا معمولی سا کام جاری رکھا۔ گھر کا مکمل اثاثہ خیمین میں کر ۱۹۵۰ء ۱۲/۱۱ مئی کی درمیانی شب بعد از نماز عشاء داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فانی سے رخصت ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

# پیش لفظ

(کچھ ان کا اور کچھ ہمارا)

دنیا میں جتنے اور جیسے کچھ مظلوم رہے ہیں ان میں سب سے زیادہ مظلوم وہ صحت سماوی اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت طیبہ کے وہ نقوش حیات ہیں جو ان کی اُمتوں کی ہاتھوں میں پہنچے رہے ہیں ان صحت سماوی یا نقوش حیات پر جو ستم ڈھا ہے مگر بالعموم ان کو تین مراکز میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سیاسی تھکنڈے (۱) واہمی مفروضے اور (۲) تعلیدی مجوریوں  
پھر ان ظالموں نے اپنے اپنے مفروضات کے لیے جو سہا سے تلاش کیے بالجلہ ان کی تفصیل یوں رہی ہے۔

- ۱۔ وہ قحط کہانیاں جو کی حیثیت افواہوں سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔
  - ۲۔ وہ مفروضات جو علم و عقل کے سفر میں ان کے سامنے آئے اور ان کی حیثیت مفروضہ خیال یا قریب مطالعہ کی ہوتی ہے۔ جو بالآخر اشنائے مغرب میں ہی دم توڑ دیتے ہیں۔
  - ۳۔ یا پھر وہ حسد و عنقوت ہوتا ہے جس کے ترکش حیات میں دلائل کے تیروں کی کمی ہوتی ہے اور تعلیدی مجوریوں کے سوا اور مقصود کا شکار ممکن نہیں ہوتا۔
- اب ان تینوں مراکز کا طریق کار الگ الگ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

سیاسی تھکنڈے: اہل سیاست میں سے سیاسیوں کو ہمیشہ اپنے اپنے دور میں کتاب و سنت کو اپنا حریف تصور کرتے رہے ہیں۔ اس لیے وہ ہمیشہ اس کو شمشل میں رہے کہ کسی طرح اس سے بچھا چھڑایا جائے جس کا مل انہوں نے یہ تلاش کیا کہ علماء و سو پیدا کر کے اپنے راستہ سے یہ بھاری چھر ٹھانے اور خوشامدی ٹوڈیوں کی کمک پہنچا کر اپنے دور کے غوام کو رام کرنے کے لیے دہلی، لاہور، دھونس، دھاندلی اور دھن کے جال پھیلائے اور اس طرح وہ اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب رہے۔

دوسری مفروضے: ہجراتِ سیاسی ٹھیکے جال سے بچ نکلے وہ ان وہم پرستوں کے وہم  
 فریب کی لکڑی گئے۔ اور ان کو مزید مدد پہنچانے کے لیے ملا دی گئے تھے بھی ان کا کھل کر ساتھ دیا  
 یہی وجہ ہے کہ وہ دورِ اقل کے علاوہ ہمیشہ کثرت سے رہے۔ اور ان کی کثرت ہی کے پیش نظر  
 ہر دور کے حکمرانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اور ملا دی گئے ٹکڑے ٹکڑے دھبے کو جو ہم دے کر طبع  
 اسلامیہ میں بے اطمینانی اور بے چینی پیدا کر کے فکری اور عقلی فضاؤں کو متزلزل کیے رکھا اس  
 اوہام و فحاشات کی دادی میں زیادہ ترجیح باقی قسم کے لوگوں نے قدم رکھا یا پھر ایسے حضرات  
 ان کی طرف بڑھے ہیں جو بغیر غوری طور پر اس وہم میں مبتلا رہے ہیں کہ خدا اپنی سنت اور کلمہ  
 کا پابند نہیں ہے۔ لہذا پہلے انہوں نے ایسے مفروضے تیار کیے جن کا دین اسلام کے ساتھ دود کا  
 بھی واسطہ نہیں تھا۔ اور جب ان مفروضوں کے خلاف کسی نے آواز اٹھائی تو انہوں نے اپنی وہم  
 پرستی کی بنا پر فوراً اس پر حکم صادر کر دیا کہ یہ معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت اور کلمہ کا  
 خلاف کر کے لوگوں کو بتایا ہے۔ کہ وہی ذات قادر مطلق ہے جو اپنے کسی کلمہ و ضابطہ کا پابند  
 نہیں اس طرح ان مفروضوں کے خلاف آواز اٹھانے والوں پر یہ فتویٰ چست کر دیا کہ یہ معجزہ  
 کے منکر ہیں۔

تقلید کی تجبوریاں: تقلید آباد اور تقلیدِ علمائے ان کے مقلدین کو مجبور کیا کہ وہ کتاب  
 و سنت کا مطالعہ اپنے اپنے پیش روؤں کی عینکوں لگا کر کیا کریں پھر جہاں کہیں دھندلکے دکھائی  
 دینے لگیں۔ وہاں اپنی عینک کو بدلنے کی بجائے کتاب و سنت کے فکری مضامین کو تقلید کی  
 میوریوں کی بنا پر بدل دیں۔

ظہر خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ آج وہ لوگ جو اپنے آپ کا غیر مقلد کے نام سے تعارف کراتے ہیں۔ یا  
 اہل مدینہ ملک کا دائمی قرار دیتے ہیں۔ جب ان سے ان مفروضوں کے ثبوت میں قرآن  
 و سنت سے وضاحت طلب کی جاتی ہے۔ تو خود ہچا دیتے ہیں کہ جب اسلاف نے آج تک  
 ایسا ہی سمجھا ہے۔ تو اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی دینی زبان  
 سے یہ کہہ دے کہ اچھا اسلاف میں سے کسی شخص کا نام آپ لے سکتے ہیں جو اس نے

کہا ہے۔ وہ سب میسج ہے! تو اس پر یوں فتویٰ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ یہ وہ ہر یہ ہو گیا ہے  
معبود کا منکر ہے، اکافر ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو کہہ جاتے ہیں بدنام  
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چہا نہیں ہوتا

یہ تقلیدی مرکز چونکہ باقی دو مراکز سے بڑا مرکز ہے۔ بلکہ دوسرے دونوں مرکزوں کا مانا بنانا بھی  
اسی مرکز سے ملتا ہے۔ لہذا تقلید سے بیزاری کا اظہار کرنے والے بھی ہمیشہ وہابی کلامی بیزاری کا  
اقرار کرتے ہیں علی طور پر جب وقت آتا ہے تو سوا چند فرعی اغفال کے جن سے ان کی امتیازی  
یثیت قائم رہ سکے باقی سب لغزبات میں اس تقلیدی مرکز سے وابستہ رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ  
یہ راہ نہایت آسان ہے۔

ط م پلو تم ادھر کو بدھ کر کہا ہو

مذکورہ سینوں مراکز کی قدر مشترک :-

۱۔ ان کے داہمی اور تراشیدہ مفرغے جو انہوں نے یا ان کے پہلوں نے فرض کر لیے  
جن کا تعلق کتاب و سنت سے ہرگز نہیں ہے۔ ہاں کہیں کوئی لغوی سہارا لے لے یہ  
دوسری بات ہے۔

۲۔ وہ تاریخی حوالے جو عموماً انہوں نے تخلیق کیے ہیں۔ اودہ اسرائیلیات کی صورت سے  
اسلامی لٹریچر میں جگہ پا گئے ہیں۔

قابل غور :- اگر آپ تقریریں سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ دور ماضی کے متجددین  
اور مفکرین بھی تقریباً اپنی تھیاعدل سے کام لے کر اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ان دونوں  
سے اگر یہ سہارے چھین لیے جائیں تو ان کی بے بسی ویدی ہوگی۔ لغوی معانی کی اہمیت اپنی  
بلکہ مسلم لیکن قرآنی اصطلاحات کے سامنے یہ بے بسی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ اصطلاح  
اور مادہ یا ضرب النثل عقلی اور لغوی معانی کی بجائے خود اپنا ایک مفہوم متعین کرتے ہیں۔  
اسی طرح تاریخ بھی اگرچہ فی الواقع قابل تعجب فنی ہے لیکن اس کے ذریعے کتاب و سنت کی  
محدتوں اور حقائق کا شکار کرنا محض اور شرعاً دونوں لحاظ سے صرف نامناسب ہی نہیں بلکہ

## علمِ عقیم ہے۔ عیونِ زم زم کی اشاعت نو:

مجلعہ زم زم فی میلادِ وحی ابنِ مریم ۱۹۶۰ء میں حضرت العلماء استاذی حافظ عنایت اللہ اشرفی مرحوم و مغفور نے تالیف فرمائی۔ میں کی اشاعتِ اول کی ضرورت "فرض و طاریت" و فتنہ کے تحت زیرِ نظر کتاب میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی اشاعت ایک بار ہو جانا ہی کافی تھا۔ یہ اس لیے کہ مصنف مرحوم کا اس موضوع پر لکھا ہوا اثر یہ کہ تقریباً بیس رسائل کی صورت میں موجود ہے۔ جو ایک پیاسے کی سیڑی کے لیے کم نہیں ہے۔ لیکن حضرت العلماء کی وفات مرتبہ آیاتِ جوگیدہ۔ بارہ مئی ۱۹۸۰ء کی مدیانی شب میں ہوتی کے بعد کچھ طبع آزمائیوں نے اس وادی میں قدم ہی نہیں رکھا بلکہ پاؤں پسار کر بیٹھ گئے اور نعرہ لگانے لگے کہ بے کوئی ہیں اس میدان میں مات دینے والا! ان میں سب سے آخر اور زیادہ گونجنا نعرہ ہمارے قلمِ معمر بزرگ حضرت مولانا جلال الرحمن صاحبِ کیلانی کا ہے جو انہوں نے "مصلِ پرستی اور انکارِ معجزات" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر لگایا چونکہ اس میں عیونِ زم زم ہی کا نام لیا گیا تھا۔ اس لیے دوستوں کے غلطِ ربطہ آنے لگے کہ "عیون" در کا ہے۔

اکثر اصحابِ جماعت کا خیال تھا کہ اس کا جواب "ادہامِ پرستی پر اصرارِ معجزات" کے نام سے دے دیا جائے۔ جس کا مسودہ تیار کیا گیا۔ لیکن بعض کا ارادہ یہ تھا کہ فی الوقت "عیونِ زم زم" کی اشاعت نو کرنا چاہیے۔ تاکہ تقاضا کرنے والوں کو اصل کتاب بھی مل جائے۔ اور ان میں صاحبِ تحقیق دوستوں کو یہ بھی معلوم ہو سکے کہ کیلانی صاحب کی کتاب "مصلِ پرستی اور انکارِ معجزات" میں کونسا وہ مضمون ہے جو "عیونِ زم زم" میں اُٹھائے گئے مسئلہ کا کتاب و سنت سے جواب ہے۔ چونکہ اس کی وضاحت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دونوں کتابیں ایک ہاتھ میں موجود نہ ہوں۔

ہم پورے دلچسپی سے کہہ سکتے ہیں کہ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کرنے والا بشرطیکہ وہ ہر طرف سے خالی الذہن ہو کہ مطالعہ کرنے اور پھر حضرت کیلانی صاحب کی کتاب "مصلِ پرستی اور انکارِ معجزات" بھی پڑھے تو وہ خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ کیلانی صاحب نے



”ادام پرستی پر اصرار و محضات غلے کے سوا اپنی کتاب میں کچھ بھی پیش نہیں فرمایا اور اس کے برعکس حضرت العلامة حافظ عنایت اللہ صاحب اثری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر صاحب عقل و بصیرت کے لئے کتاب و سنت کا مطالعہ کتاب و سنت ہی کے اندر رہ کر کرنے کا دروازہ دوبارہ کھول دیا تاکہ فی زمانہ ان سیاسی ہتھکنڈوں، واہمی مفروضوں اور تقلیدی مجبوزیوں کے تمام غیر مناسب بھروسے بند کیے جاسکیں۔

**آخر الکلام:**

دنیا میں ہمیشہ یہ خیال رہا ہے اور آج بھی من حیث الاغلب پایا جاتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء میں ضرور کوئی امر فوق العادت ہوتا ہے۔ اس خیال کا زور یہاں تک پہنچا کہ انبیاء علیہم السلام میں شان ایزدی تسلیم کی گئی۔ ہندوؤں نے رام اور کرشن اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا پیکر صمانی مانا۔ زمانہ کی امتداد اور عقل کی ترقی نے اس رتبہ کو گھٹا کر کم کیا تو فرق عادت کے درجہ پر آگوشہ اسلام جو اس لیے آیا تھا کہ مذہبی اصولوں کے متعلق جو آج تک غلط خوش اعتقادیاں چلی آرہی تھیں اور جو مسالمت اپنے حال پر رہنے دی گئی تھیں ان کو قطعاً رفع کر دیا جائے، اس کا یہ کام تھا کہ جس طرح اس نے توحید کو مکمل کیا تھا، نبوت کی اصل حقیقت بھی کھول کر رکھ دے۔ اس لیے سب سے پہلے اس نے نہایت صفائی، نہایت آزادی، نہایت وضاحت سے اس بات کا اعلان کیا کہ جو چیزیں بشریت سے بالاتر ہیں وہ پیغمبری نہیں ہوتیں (اگرچہ وہ ہر بشر میں بھی پائی نہیں جاتیں)۔ لیکن بد قسمتی سے آج اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے وہی لوگ تیار نہیں جو امت و سلسلے کے مبارک نام سے متعارف کرائے جاتے ہیں۔ ان شاء اللہ ابھی وحذقی اللہ ۛ

(مقدم)

عبدالمکرم اثری

خطیب جامع مسجد اہل حدیث جناح سٹریٹ  
گجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

## حروفِ نفیات

(۱)

”دنیا میں انسان کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے ہمیشہ ایسے پاک نفوس پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اپنی زبان اور اپنے عمل سے اس کو حق و صداقت کا سیدھا راستہ دکھایا ہے لیکن انسان اکثر ان کے اس احسان کا بدلہ ظلم ہی کی شکل میں دیتا آ رہا ہے ان پر ظلم صرف ان کے مخالفوں ہی نے نہیں کیے کہ ان کے پیغام سے بے وفائی برتی، ان کی صداقت سے انکار کیا ان کی دعوت کو رد کر دیا اور ان کو تکلیفیں دیکر راہِ حق سے پھرنے کی کوشش کی بلکہ ان پر ظلم ان کے عقیدت مندوں نے بھی کیا کہ ان کے بعد ان کی تعلیمات کو منسوخ کیا، ان کی ہدایتوں کو بدل ڈالا، ان کی لائی کتابوں پر تحریف کی اور خود ان کی شخصیتوں کو اپنی عجائب پسندی کا کھلونا بنا کر الوہیت اور خدائی کا رنگ دے دیا پہلی قسم کا ظلم تو ان نفوس قدسیہ کی زندگی تک یا حد سے حد اس کے چند سال بعد تک ہی محدود رہا مگر یہ دوسری قسم کا ظلم ان کے بعد صدیوں تک ہوتا رہا اور بہت سے بزرگوں کے ساتھ اب تک ہوتا آ رہا ہے۔“

(۲)

”دنیا میں آج تک جتنے داعیانِ حق مبعوث ہوئے ہیں سب نے اپنی زندگی ان جھوٹے خداؤں کی خدائی ختم کرنے میں صرف کی ہے جنہیں انسان نے خدائے واحد کو چھوڑ کر اپنا خدا بنالیا تھا لیکن ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ ان کے پیروؤں نے جاہلانہ عقیدت کی بنا پر خود انہیں کو خدا یا خدائی میں خدا کا شریک بنالیا اور وہ بھی ان توں میں شامل کر لیے گئے جنہیں توڑنے میں انہوں نے اپنی تمام عمر کی محنت صرف کر دی تھیں۔“

(۳)

”دورِ اصل انسان اپنے آپ سے کچھ ایسا بدگمان ہے کہ اسے انسانیت میں قدسی ملکوتی صفات کے امکان اور وجود کا بہت کم یقین آتا ہے، وہ اپنے آپ کو محض کمزوریوں اور بے بسیوں کا مجموعہ سمجھتا ہے۔“

اس کا ذہن اس حقیقتِ کبریٰ کے علمِ اذعان سے عموماً خالی رہتا ہے کہ اس کا بزرگائی میں حتیٰ جل جلالہ نے وہ قوتیں بھی ودیعت کی ہیں جو اس کو بشر ہونے اور بشری صفات سے متصف بننے کے باوجود عالمِ پاک میں مالکِ مقررین سے بھی بلند و بزرگ پہنچا سکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جب کبھی اس دنیا میں کسی انسان نے اپنے آپ کو خدا کے نام نہ کے کی حیثیت سے پیش کیا ہے تو اس کے ہم جنسوں نے پہلے تو یہ دیکھ کر کہ یہ ہماری طرح گوشت پرست کا انسان ہے، اسے خدا رسیدہ ماننے سے انکار کر دیا اور جب بالآخر اس کی ذات میں غیر معمولی محاسن کا جلوہ دیکھ کر سرِ تن تعبدت چھٹکایا تو پھر کہا کہ جو ہستی ایسی غیر معمولی خوبیوں کی مالک ہو وہ ہرگز بشر نہیں ہو سکتی پھر کسی گروہ نے اسے خدا بنایا، کسی نے حولِ کاہلہ ایجاد کر کے یقین کر لیا کہ خدا نے اس کی شکل میں ظہور کیا تھا، کسی نے اس کے اندر خدائی صفات اور خداوندانہ اختیارات کا گمان کیا اور کسی نے حکم لگایا کہ وہ خدا بیٹا ہے، ”سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون“ (۴)

”دیا کہ کسی پیشوائے دین کی زندگی کو نے تو، تمہد کیھو گے کہ اس کی ذات پر سب سے زیادہ ظلم کے متعقدین ہی نے کیا ہے انھوں نے اس پر اپنے تخیلات و ادوام کے اتنے پروے ڈال دیئے ہیں کہ انکی شکل و صورت دیکھنا ہی محال ہو گیا ہے، صرف یہی نہیں کہ ان کی خوف کنائی سے یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس کی اصلی تعلیم کیا تھی بلکہ ہم ان سے یہ بھی معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ خود اصل میں کیا ہے، اس کی پیدائش میں اجموگی، اس کی طفولیت میں اجموگی، اس کی جوانی اور بڑھاپے میں اجموگی، اس کی زندگی کی ہر بات میں اجموگی اور اس کی موت تک میں اجموگی، فرضِ ابتداء سے لے کر انتہا تک وہ ایک افسانہ ہی افسانہ نظر آتا ہے اور اس کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ یا تو وہ خود خدا تھا یا خدا کا بیٹا تھا یا خدا اس میں حلول کر گیا تھا یا کہا کہ وہ خدائی میں کسی حد تک شریک و شریک تھا۔“

(۵)

”یہودیوں کے متعلق معلوم ہے کہ انھوں نے خود اپنی قوم کے انبیاء پر ناپاک الزام لگانے اور ان کی برتری و اقدار کرنے میں کوئی مائل نہیں کیا ہے، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ علیہم السلام، فرض کوئی ان بدگروہوں سے بچ نہ سکا لیکن سب سے زیادہ ظلم انھوں نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ علیہما السلام پر کر کے انکو انہل کر دیا۔“

صفت سے نکال کر معمولی بادشاہوں کی صف میں اتار لائے اور ان کو اس حیثیت سے پیش کیا کہ وہ ڈپلومیٹ ہیں۔ فاتح اور مدبر ہیں۔ جھوٹ، فریب، ظلم اور ان تمام وسائل سے توسیع مملکت کرتے ہیں جن سے دنیا کے دوسرے فاتحوں اور جہانگیروں نے کام لیا ہے اور نفس کی خواہشات پوری کرنے کے لیے وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں جو عام بادشاہوں کا شیوہ ہے۔ حد یہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت داؤدؑ پر زنا اور حضرت سلیمانؑ پر شرک کا الزام لگانے میں بھی ہاک نہیں کیا۔ یہ اس قوم کا برتاؤ اپنے ان بزرگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے اس کو ذلت کی خاک سے اٹھا کر عزت کے آسمان پر پہنچایا، آج جن تاریخی و مذہبی مغا پر یہ قوم ناز کرتی ہے وہ سب انہی بزرگوں کی بدولت نصیب ہوئے ہیں اور انہی کی پاک سیرتوں پر اس نے سیاہی کے چھینٹے پھینٹے ہیں۔“

(۶)

”جن بزرگوں کی نبوت معلوم و مسلم ہے ان میں سب سے بڑھ کر ظلم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر کیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے سب انسان ہوا کرتے ہیں بشریت کی تمام خصوصیتیں ان میں بھی اسی طرح موجود تھیں جس طرح ہر انسان میں ہوتی ہیں فرق صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و نبوت اور اعجاز کی قوتیں عطا فرما کر ایک بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ لیکن اول تو ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور پورے تین سال بھی ان کے وجود و مسود کو برداشت نہ کر سکی، یہاں تک کہ عین مالم شباب میں انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر جب وہ ان کے بعد ان کی عظمت کی قائل ہوئی تو اس قدر حد سے تجاوز کر گئی کہ ان کو خدا کا بیٹا بلکہ عین خدا بنا دیا اور یہ عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا کہ خدا مسیحؑ کی شکل میں اس لیے نمودار ہوا تھا کہ صلیب پر چڑھ کر انسان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے۔ کیوں کہ انسان فطرتاً گناہگار تھا اور خود اپنے عمل سے اپنے لیے نجات حاصل نہ کر سکتا تھا۔“ معاذ اللہ

(۷)

”ایک نبی صادق اپنے پروردگار پر اتنا بہتان کس طرح اٹھا سکتا تھا مگر اس کے معتقدوں

نے جوش عقیدت میں اس پر یہ بہتان اٹھایا اور اس کی تعلیمات میں اپنی ہوائے نفسی کے مطابق اتنی ترویج کی کہ آج دنیا کی کسی کتاب میں (سوائے قرآن مجید کے) مسیح کی اہل تعلیم اور خدا کی حقیقت کا نشان نہیں ملتا۔ بائبل کے عہد جدید میں جو کتابیں انا چل اربعہ کے نام سے موجود ہیں انہیں اٹھا کر دیکھ جاؤ سب کی سب حلول النیت اور عینیت کے ناسد تخیلات سے آلودہ ہیں، کہیں حضرت مریمؑ کو بشارت ہوتی ہے کہ ”تیرا بیچہ خدا کا بیٹا کہلائے گا“ (لوقا ۱: ۳۵) کہیں یہ خدا کی روح کو برتر کی مانند یسوعؑ پر اتر آتی ہے اور پکار کر کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا رہا بیٹا ہے؛ (متی ۱۶: ۱۷) کہیں مسیح خود کہتا ہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور تم مجھے قادریٰ مطلق کی داہنی جانب بیٹھو گے، (مرقس ۱۶: ۶۳) کہیں مسیح کے منہ سے کہلایا گیا کہ ”باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں ہوں“ (یوحنا ۱۰: ۳۸) کہیں اس راست گو انسان کی جانب یہ غلط الفاظ نکلوائے جاتے ہیں کہ میں خدا میں سے نکل کر آیا ہوں (یوحنا ۸: ۲۶) کہیں اس کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا، اور ”باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے، (یوحنا ۱۴: ۱۰)“

(۸)

”دنیا میں صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے ان انبیاء کرام میں سے ایک ایک کی پوزیشن مناسبت کی اور ان کے اصل مرتبہ و مقام سے دنیا کو روشناس کیا، اگر قرآن نہ آتا تو آج کوئی شخص ان بزرگوں کو نہ جانتا تو درکنار عزت سے ان کا نام لینا بھی گوارہ نہ کرتا، نبی اسرائیلؑ چاہے اس احسان کو زبانیں گھڑا کا احسان ہونا اس کا محتاج نہیں ہے کہ اس کا اعتراف بھی ہو۔“

(۹)

”جب قرآن نے اس قوم کے انبیاء کی صفائی پیش کی اور اس کا لگایا ہوا ایک ایک داغ ان کے دامنوں سے دھویا تو یہ خوش ہونے کی بجائے مقابلے پر اتر آئے اور انھوں نے ان سب داغوں کو جنھیں قرآن مجید نے دھویا تھا، پھر سے داغدار کرنے کی کوشش کی، قرآن جب نازل ہوا تو مدینہ میں یہودی موجود تھے اور نزول قرآن سے چند سال بعد جب مسلمان ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر پھیلتے چلے گئے تو یہودیوں کی ایک کثیر تعداد کو ان سے میل جول کا موقع ملا۔ ان لوگوں نے ہر نبی کے متعلق وہی نام پرانے قصے جو ان کے ماں موجود تھے، مسلمانوں میں بھی پھیلا دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کی بہت سی تغیریں

جو مسلمانوں نے لکھیں ان کے اثر سے مسموم ہو کر رہ گئیں۔ یہ معاملہ متداولی تقابیر کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔“

(۱۰)

”قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصے بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک ایک پر ہاتھ مان کیا گیا اور ہر ایک کی جان نکال لی گئی، قرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ وہ قصوں کی غیر مزوری تفصیلات چھوڑ کر صرف کام کی باتیں لے لیتا ہے اس طرح واقعات کے درمیان جو خطا چھوٹ جاتا ہے پڑھنے والا خود ہی اسے اپنے تصور سے یا بیرونی معلومات سے داگروں (ترجمہ) بھر سکتا ہے مگر اسرائیلی مذاق رکھنے والوں نے اس خلا کو افسانوں سے پُر کیا ہے اور افسانے بھی ایسے پست اور گھٹیا کہ ان کی آمیزش سے ان قصوں کے سارے اخلاقی فوائد برباد ہو کر رہ گئے۔ بد قسمتی سے قصص القرآن کی تفیروں میں بھی اسرائیلیات کثرت سے رائج ہو گئے ہیں اور قرآن کا مطالعہ کرنے والوں کو اکثر شبہات انہیں کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔“

(۱۱)

”دینیات کا طالب علم جب دین و مذہب کا مطالعہ کرنے لگتا ہے تو اس کو تلقین کی جاتی ہے کہ ”مذہب میں عقل کو دخل نہ دو“ یہی جابرانہ حکم ہے جس کی بدولت مذہب ہر قسم کی تحقیقات سے مطمئن رہتا ہے (خواہ وہ کتنا ہی عجوبہ کیوں نہ ہو) اور کوئی چیز اس کی جباری کو کم نہیں کر سکتی اسی کا اثر ہے کہ ایک شخص سینکڑوں عجیب و غریب ایجادات کرتا ہے اور ارسطو، افلاطون کی غلطیاں نکالتا ہے لیکن جب اس کے سامنے ذکر آتا ہے کہ ”ایک تین ہیں اور تین ایک“ تو اس کی نقادی اور نکتہ سنجی بالکل کند اور بے کار ہو جاتی ہے۔“

(۱۲)

”اگر آپ دین اسلام کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں تو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ”مذہب میں عقل کو دخل نہ دو“ کا جملہ اسلام نے کبھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ عقل سے ثابت ہے اور مذہب کو عقل کے بنا پر ہی ماننا چاہیے اور یہی وہ بڑا فرق ہے جو علانیہ اسلام کو تمام دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔“

# غرض و غایت

دنیا میں قدرت کی عجائبات اس قدر ہیں کہ انسان نہ ان کو سمجھ سکتا ہے، نہ گن سکتا ہے دن کا ہونا، رات کا گنا۔ چمکدار سورج کا نکلنا۔ باریک چاند کا دکھائی دینا اور پھر بڑھتے جانا بدر ہونا اور اپنی چاندنی سے اندھیری دنیا کو روشن کرنا، پھر گھٹتے جانا اور پہلی طرح باریک ہو کر چھپ جانا کیا عجائبات قدرت نہیں ہیں؟

کالی گھٹا کا اٹھنا، بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑے دل بادلوں کا جمع ہونا، ہوا کے جھونکے سے ادھر ادھر دوڑتے پھرتا، بجلی کا چمکنا، دل کو ہلانا، مینہ کی توقع سے دل خوش کرنا پھر مینہ کا برسنا، ایلوں کا پڑنا۔ بادلوں کا گھرجنا اور بجلی کا چمکنا کیا عجائبات قدرت سے نہیں ہے؟

درختوں کا اگنا، ان کے ہرے ہرے پتوں کا نکلنا رنگ برنگ کے پھولوں کا پھولنا، درختوں کی شاخوں میں طرح طرح کے میوؤں کا لگنا پھر ان کے مزوں کا مختلف ہونا کیا عجائبات قدرت سے نہیں ہے؟

پرندوں کا ہوا میں اڑنا، آسمان و زمین میں معلق رہنا، بٹے کا عجیب طرح پر گھومنا بنانا، شہد کی مکھی کے کرتب کرنا، اس کا نہایت اعلیٰ اصول اقلیدس پر چھتا بنانا، پہاڑوں پر اور اونچی اونچی جگہوں پر لگانا، ہر ایک قسم کے مفید پھولوں سے رس چوس کر لانا مختلف رنگوں کا شہد تیار کرنا کیا عجائبات قدرت سے نہیں ہے؟

گائے بھینس اور لال گائے۔ بکری جن کے پٹوں میں جنگل کا چارٹر کر بھرا ہوتا ہے سفید اور شیریں، مزے دار اور قوت بخش دودھ کا نکلنا اس سے ان کے بچوں کی پرورش ہونا اور انسان اور اس کے بچوں کے لیے نہایت عمدہ اور مفید غذا کا ہونا کیا عجائبات قدرت سے نہیں ہے؟

خود انسان کا بلکہ تمام حیوانات کا۔ انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈے کا پیدا ہونا

پھر ان کا دلکش آوازوں سے بولنا اور چھانا انسان کا اپنے قوائے عقلی اور دماغی سے ایسے اعلیٰ درجے پر پہنچنا اور اشرف المخلوقات خطاب پانا کیا عجائبات قدرت سے نہیں ہے؟ چونکہ یہ باتیں روزمرہ دیکھنے میں آتی ہیں، ان کا عجیب بلکہ عجیب تر ہونا انسان کے خیال میں نہیں رہتا اور اس سے ذہول ہو جاتا ہے۔ لیکن جب کسی مذہب پر اعتقاد لاتا ہے یا کسی شخص کو مقدس سمجھتا ہے اور وہ عجائبات اس کے ساتھ لگائے گئے ہیں ان سب کو قبول کرتا ہے تب یہ تسلیم ہوتا ہے کہ یہ آدمی نہایت دیندار اور مذہبی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام میں بھی لوگوں نے بہت سے عجائبات شامل کر دیے ہیں جو قابل یقین نہیں ہیں کیونکہ ان کی کوئی اصل کتاب و سنت میں نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کے خیال میں یہ بات جم گئی ہے کہ عجائبات کے بغیر مذہب چلتا ہے اور نہ لوگ ایسے مذہب کو جس میں یہ فرضی عجائبات نہ ہوں قبول کرتے ہیں۔

مگر یہ سخت غلطی ہے۔ کوئی مذہب جو سچا ہے اور سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس میں کبھی ایسے عجائبات نہیں ہوتے جو فرضی ہوں اور فطرت انسانی کے خلاف ہوں۔ اور کوئی سمجھ دار آدمی ان کو تسلیم نہ کرے۔ بلکہ اصلی اور سچا مذہب ایسے عجائبات خلاف فطرت اور خلاف عقل سے بالکل پاک اور خالی ہوتا ہے اگرچہ بعد کو اس کے ماننے والوں نے عجائبات پرستی کی راہ سے اس میں بہت سے عجائبات شامل کر دیے ہوں۔

مذہب اسلام جو صحیح معنوں میں دین فطرت ہے کی نسبت ہم دل یقین کرتے ہیں کہ وہ ایسی نیچ کہانیوں اور حیرت انگیز خلاف عقل اور خلاف فطرت باتوں سے بالکل پاک ہے اور اس میں جس قدر حصہ ان فرضی عجائبات کا ہے وہ ان عجائبات پرستوں کا شامل کیا ہوا ہے جو قدرت کے عجائبات کا ذہول کرتے ہیں اور خلاف عقل اور خلاف فطرت عجائبات کو قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان عجائبات پرستوں سے بچائے۔ آمین

جنس انسان اول کی پیدائش اس قادر مطلق اللہ نے جس طریقہ سے مناسب سمجھی ہے جس کا علم بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے ہمیں تو صرف اور صرف اس کو بتانا۔ اسے معلوم ہوا کہ تمام کائنات میں سے جو اس اللہ ہی کی مخلوق ہے انسان کو احسن



تقریب پیدا کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ میں نے انسان اول کو اپنے ہاتھ قدرت اسے بنایا اور اس میں اپنی تخلیق کی گئی روح پھونک دی اور اس کائنات کی تمام مخلوقات کا سید و سرور اس کو بنا دیا اور اس جنس انسان اول میں نسل انسانی کی بقا کے لیے توالد و تناسل کا سلسلہ قائم کر دیا اور اعلان فرمایا کہ یہ جنس انسان اول میرا فعل ہے اور اس کے لیے توالد و تناسل کا سلسلہ میرا قول بھی ہے اور فعل بھی اور میرے فعل اور قول میں تبدیلی کا امکان نہیں لہذا نسل انسانی کی پیدائش لفظ سے جاری ہے اور اسی سے جاری رہے گی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ کا قول ہے سورہ نمل آیت نمبر ۱۲ میں فرمایا،  
 ”اس (اللہ) نے (نسل) انسان کو مرد کی معنی سے پیدا کیا پھر اب وہ جھگڑا کرنے والا ہے۔“

اور اس کی مزید وضاحت یوں فرمادی، (سورہ النجم آیت ۴۶ - ۴۷)  
 ”اور یہ کہ اس (اللہ) نے مرد و مادہ (زوجین) بنائے پانی کی بوند سے جب کہ وہ مرد کی پشت سے عورت کے رحم میں ٹپکائی گئی۔“  
 پھر اس کی مزید تشریح سورہ طہ میں فرمادی،  
 ”انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے جو مرد کی پشت اور عورت کی چھاتی سے نکلتا ہے۔“  
 یہ اور اس طرح کی دوسری آیات کربیات آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں اور مزید آگے پڑھیں گے پوری نسل انسانی کے لیے اس ضابطہ تخلیق نسل انسانی کا بیان ہے جس سے انسان (مرد و عورت) پیدا ہوئے، پیدا ہو رہے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے جب تک اس نسل انسانی کی بقا و علم الہی میں موجود ہے۔

یہ قالون قدرت اس قادر مطلق نے اپنی مرضی سے بنایا اور اپنی مرضی سے اس کا اعلان فرمادیا اور اس میں کسی قسم کی کوئی استثناء نہیں فرمائی۔ قرآن مجید کی ان آیات کربیات کو بار بار پڑھیں اور خوب غور کریں آپ کسی ایک جگہ پر بھی استثناء نہیں پائیں

گے۔ زمرہ علماء کو ہمارا اعلان ہے کہ جو عالم ایک قرآنی آیت میں ضابطہ تخلیق نسل انسانی سے ایک اور معرفت ایک انسان کے لیے اس وضاحت سے جس وضاحت سے اس آیت میں ضابطہ تخلیق نسل انسانی کا ذکر کیا گیا؟ استثناء دکھا دے وہ ایک ہزار روپے نقد انعام حاصل کرنے کے ساتھ میرے سے توبہ نامہ بھی تحریر کرالے مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے والا یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ہر مذہب کے ماننے والوں نے کسی نہ کسی انسان کو ضرور اس ضابطہ تخلیق نسل انسانی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن کسی نے بھی کوئی ثبوت اس کا پیش نہیں کیا اور کہا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا کہ آدم بھی تو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

بد قسمتی سے گزشتہ قوموں کی نقالی میں قوم مسلم کی اکثریت نے بھی سیدنا مسیحؑ کو اس ضابطہ تخلیق نسل انسانی سے مستثنیٰ قرار دے کر اعلان کر دیا کہ مسیحؑ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے کسی نے جب ثبوت طلب کیا تو اس کو یوں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ یہ ایک معجزہ ہے لیکن کسی چیز کا معجزہ ہونا بھی تو بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہو سکتا جب اس معجزہ کے معجزہ ہونے کی دلیل طلب کی گئی تو جھٹلایا گیا کہ یہ شخص معجزہ کا منکر ہے۔

جب سب قومیں یہ کوئی آرہی تھیں تو قوم مسلم کی اکثریت کا یہ نظریہ بھی عوام کی سطح تک تو مسلم ہو گیا لیکن علماء امت نے باوجود اس کے کہ امت کی اکثریت کو یہ نظریہ منوا لیا ہو اس میں ہمیشہ مشکوک رہے اور اسی شک کی بنا پر اس نظریہ کی ایسی ایسی تاویلیں کیں جن کو دیکھ کر پڑھ کر کٹ کر دل کا پھٹ جاتا ہے رو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دماغ پچھلنے لگتا ہے اور ایسی حالت طاری ہونے کے ساتھ آدمی گھبرای سمجھ میں ڈوب جاتا ہے۔ معاذ خیال پڑتا ہے کہ جب سب اسلاف اسی طرح کہتے چلے آ رہے ہیں تو پھر ان کے خلاف سوچ کر دوزخ کا ایندھن بننا ہے؟ کسی قوم کے اسلاف کبھی غلط ہو سکتے ہیں؟ اگر اسلاف سے اعتماد اٹھ جائے تو سارا نقشہ ہی بدل کر رہ جائے گا؟ یہی نہیں بلکہ اس پر غیر طعن دیں گے اور اپنے تالیاں بجائیں گے اور طعن طرح

کی پھبتیاں کیں گے۔ اس طرح سوچتے سوچتے ایسا خیال کس نے والا خود ایک دن سلف میں شمار ہونے لگتا ہے۔

لاکھوں میں کوئی ایک ایسا ہوا کہ وہ چونک کر رہ گیا اور پھر ایسا گم سم ہوا کہ گویا گویائی ختم ہو گئی۔ کان شاں شاں کرنے لگے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، کچھ حالت بدلی تو ہنڈیا کی طرح اندر اندر ابلتا رہا اور انجام کار بشارات کی طرح اڑتے اڑتے ہوا ہو گیا۔

ان لاکھوں میں ایک ایک کر کے ہزاروں بنے اور اسی طرح گھاٹل ہو گئے۔ کہ زبان لنگ ہوئی تو دوبارہ گویائی نہ پاسکی۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ حق ہے کہ اللہ کسی چیز کا بیج ختم نہیں کرتا جب تک اس دنیا کا نظام قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا قائم رکھنا منظور ہے۔ کوئی اتنا قوی اور مضبوط بھی جنم لے لیتا ہے جو سارے پھیروں سے گزرتا رہے اور زندگی کی ریت پھر بھی باقی رہ جاتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھتا ہے۔ قدم سنبھالتا ہے اور پھر قدم قدم آگے بڑھنے لگتا ہے۔ اور انجام کار وہ چل نکلتا ہے۔ اور جب وہ دوبارہ زندگی کی گاڑی پر سوار ہوتا ہے تو اپنی گزشتہ زندگی کو بے خوف و خطر بیان کرنے لگتا ہے کچھ ایسا حال تھا۔ استاذی مافقہ عنایت اللہ اثری مرحوم کا۔ کہ انہوں نے دوبارہ زندگی کی گاڑی پر سوار ہو کر قوم کو بتایا کہ امت وسطیٰ کے علماء کی تاویلات جو انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بے پردہی و لادھ کو سہارا دینے کے لیے کی ہیں وہ سب میں نے برداشت کر لی ہیں۔ اور برداشت کر لینے کے بعد ہی میں نے یہ آواز اٹھائی ہے کہ جس مقصد کے لیے انہوں نے یہ تاویلیں کی ہیں وہ مقصد بغیر ان تاویلوں کے حاصل ہو سکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا واضح اور کھلا ارشاد ہے کہ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ** (کہاے انسانوں ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے) پھر اس کی تاکید میں پیمبروں سے بھی متجاوز آیات کریمات سے اس کی وضاحت فرمادی اور اس کی تفسیر میں ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضابطہ تھقیق انسانی میں مرد اور عورت دونوں کے حصوں کی تقسیم فرما کر

اُمت کو سمجھا دیا کہ ہڈی۔ پیٹے اور ناخن مرو کے لطفہ سے اور گوشت باغون اور بال عورت کے مادہ منویہ سے تیار ہوتے ہیں اور اس کی تشریح میں سینکڑوں احادیث ارشاد فرمائیں۔

اب ایک طرف اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہیں جن میں کوئی استثناء بھی موجود نہیں اور دوسری طرف اقوام عالم کی طرح قوم مسلم کی اکثریت کا یہ نظریہ جو نسل بعد نسل چلا آ رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہے ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات تو سچ ہی سچ ہے۔ لیکن قومی نظریہ کو ترک کرنا بھی اس کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔ لہذا اس کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ جبریل نے وہ سب کام کیا جو اولاد کے لیے والد کرتا ہے تب اولاد ممکن ہوتی ہے۔

”وكانت النفخة التي نفخها في جيب درعها فنزلت حق ولجت فوجها بمنزلة لقاح الاب الامر“ (ابن کثیر)

”اتاہا جبریل متمثلاً بمسورة شاب امرد سوی الخلق لتستأنس بكلامه و لعله یحییہر شہوتہا فتحدرن نطفہا الی رحمہا“ (بیضاوی)

”و ذکر غیر واحد من السلف انه نفخ جیب درعہا فنزلت النفخة الی فرجہا فحملت من فورہا کما تحمل المرأة عند جماع زوجها“ (المجرب فی التفسیر)

”ثم ان مریحاً صانت فی ایام سربان قوی الروحانیت فی تلك البقعة فلما ظهرت انتبذت الی مکان بعید من الناس لتفعل فاسدت سترًا ونزعت ثیابہا فارسل اللہ الیہا جبریل فی مسورة شاب سوی الخلق متمثلًا شابًا وجہا لافراة مریح وہی شابة قریة المزاج فحافت علی نفسها الفساد والتجأت الی اللہ بقلبہا لیعصمہا فكانت لہا حالہ عجیبة اما الطبیعة فحصل لہا ما یحصل عند الجماع من ثوران القوى النسلیة کما ان النطر دبا کان سیالاً لانزال واما النفس فحصل لہا الاتجار الی اللہ واعتصام بہ حق ملئت من حالۃ عصمیة فائضة من الغیب واما الصورة الانسانیة فكانت علی شرف الظہور لمخاطبة الروح الامین۔ ولہا قال جبریل علیہ السلام

انا رسول ربك لاهب لك علماً زكياً اُبقيت والنسرت وآلست ولما رأى جبئيل  
 هذا حالها نفخ في فرجها فدغدت النفخة رحماً فانزلت وكان في منيها قوة مني  
 المذكور فحملت والقوى في الجنين ما كان غالباً على مريد من الاعتصام بالله  
 والا لبقاء اليه والا بحتاج والانبساط بالمهيئة الملكية فان حالتها  
 سرت في كل قوة من قوى نفسها حتى المصورة والمولدة والامر ما امر  
 الاطباء لمن اراد ان يذكرو ولده ان يتصور في حالة الجماع سلاماً  
 والقوى فيه حكم ما له المثل ونحو من الروح من قبل نفخ جبئيل اذا هو  
 السبب في النصور فحصلت في جلده ملكة راسخة شبيهة بجبئيل وهذا معنى تأييد  
 الله بروح القدس (تأويل الاحاديث ص ۴۳)

مفسرہ بالا تراویں کے دوسرے کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتب تفاسیر میں سے  
 صرف یہی دستیاب ہیں بلکہ عربی کی کوئی ایک تفسیر اٹھائیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ سے  
 مظہری رحمہ اللہ تک بیسیوں نہیں سینکڑوں تفسیری دیکھ جائیں سب میں یہ عبارات  
 مع شیء و زائماً مل جائیں گی۔ ان عبارات کا اردو ترجمہ اس لیے نہیں کیا جا رہا ہے کہ  
 ممکن ہے کوئی میرے ترجمہ سے اختلاف کرے اور اس لیے بھی کہ جب دوسرے  
 مفسرین نے جنھوں نے اردو میں تفسیری لکھی ہیں ان کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اور یہاں  
 نقل کیا جا رہا ہے لہذا وہی ترجمہ ان عبارات کا بھی تصور کر لیا جائے اور اس کی مزید  
 تشریح بھی زبان اردو فقرب آپ پڑھیں گے۔ (ملاحظہ فرمائیں اور کان پکڑ کر توبہ کریں)۔  
 ”پھر مردہ میں شہوت سراپت کی اور مریم کے اصل پانی اور جبریل کے وہمی پانی  
 سے جو اس نفخ کی رطوبت میں آیا تھا عیسیٰ کا جسم بنا کیونکہ جسم حیوانی کے نفخ میں رطوبت  
 ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ارکان اربعہ سے پانی کارکن ہوتا ہے کہ اس  
 عیسیٰ علیہ السلام کا جسم جبریل کے وہمی پانی سے اور مریم علیہا السلام کے اصلی پانی  
 سے بنا اور عیسیٰ علیہ السلام دو جہت سے بشر کی صورت جسم نے ایک جہت ان کی  
 ماں کی طرف سے تھی اور دوسری جہت جبریل سے تھی کیونکہ وہ بشر کی صورت پر ظاہر

ہوئی تھی۔ اور یہ دو جہتیں اس واسطے ہوئیں کہ اس نوع انسانی میں حکومتین خلاف عادت نہ واقع ہو۔“ (شیخ اکبر، نفوس الحکم)

”جس طرح مرد اور عورت دونوں کی منی سے کچھ پیدا ہوتا ہے اسی طرح جبریل علیہ السلام کی رطوبت سے اور مریم رضی اللہ عنہا کی رطوبت سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور یہ جو بے نکاح کام ہوا دوسروں کے نکاح سے اچھا ہے۔“ (تبصیر الرحمن)

”جس طرح ناپنی مادہ سے جنتی ہو کر اسے عمل ٹھہراتا ہے اس طرح جبریل علیہ السلام نے مباشرت فرما کر مریم رضی اللہ عنہا کو عمل ٹھہرایا تھا۔ لہذا جبریل علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بمنزلہ باپ ٹھہرے۔“ (تحفۃ الودود اور کتاب الروح)

”فرشتہ نہایت خوبصورت بے ریش گنگر لے بال نوجوان بن کر آیا اور جس طرح ز مادہ سے مل کر یا جس طرح شوہر اپنی بیوی سے ہم بستر ہو کر اسے عمل ٹھہرا دیتا ہے اسی طرح اس نے اسے عمل ٹھہرایا تھا۔“ (ادب البرکات بغدادی)

”دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے۔ کیونکہ حضرت مریمؑ تو بشر تھیں اور حضرت جبریل روح“ فارسلنا الیہا روحنا“ ہم نے حضرت مریمؑ کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا اور آپ کی پیدائش حضرت جبریلؑ کی پھونک سے ہوئی اس لیے دونوں امور آپ میں موجود ہیں۔“ (جامع الحق ص ۹۰)

”شبنہ نیست دریاں کہ از قدیم عادت اللہ جاری بر این منوال است کہ اولاد از لطیفین منعقد می شود و متوالدی گیرد و بدوں آب منی تولد ولد حسب عادت جاریہ ممکن نیست۔ ما قبل آیت زیر بحث“ فتمثل لها بشدا سویتا“ نیز مؤید ہمیں مراہم است کہ تا متثل بشر نزد مریم نباید حاصل نشند۔“

”بر فرض تسلیم تاہم تواند گفت کہ عیسیٰ ولد جبریل است و او قدسی می باشد پس بالیقین عیسیٰ غیر نفس است زیرا کہ از وہ ولادت جز جبریل است و اعتبار البوت و اردنہ اموت و اگر نہ فد اعتبار بن بشری من چہ الام و ذو اعتبار قدسی بہمت فرشتہ بودن لب آدمی باشد تا نہ ہم نفس قرآن و زم مسلماناں ثابت گردید کہ عیسیٰ فی الواقع بشر نیست۔“ (بیدلی حائری تفسیر القرآن)

پھر حضرت مریم کو اس جگہ روحانی قوتوں کے ساری جاری ہونے کے زمانہ میں پہاڑی کے دن کٹے جب ان سے پاک ہوئیں تو لوگوں سے ایک الگ مکان میں غسل کرنے کے لیے گئیں اور پردہ ڈال کر کپڑے اتار دیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک کامل خلقت جو ان کی صورت میں جبرئیل کو بھیجا جو جوہانی اور ثوبی صورتی سے بھرا ہوا تھا اور حضرت مریم ان کو دیکھا اور خود بھی جوہان اور قری مزاج والی تھیں ان کو اپنے نقش پر فساد کا ڈر لاحق ہوا اور دل سے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ ان کی عصمت پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس کو ایک عجیب حالت پیش آئی طبیعت میں قوائے نسیہ کا ہیجان ہوا اور اس سے وہ اللہ کی کیفیت پیدا ہوئی جو جماع کے وقت ہوتی ہے جیسے کبھی کسی کو نظر کرنے سے انزال ہو جاتا ہے اور نفس کو اللہ تعالیٰ سے التجا تھی اور اس کے ساتھ تمسک تھا۔ یہاں تک وہ غائب سے فائض ہونے والی پاک دامن کی حالت میں مالا مال ہو گئیں۔ صورت انسانیہ کی یہ حالت تھی کہ جبرئیل کے اختلاط سے عنقریب ظاہر ہونے والی تھی۔

جب جبرئیل علیہ السلام نے ان سے یہ کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ مے جاؤں تجھ کو لڑکا ستھرا تو مریم خوش و غرم اور مانوس ہو گئیں اور حضرت جبرئیل نے جب ان کے حال کو دیکھا تو ان کے ستر میں پھونک لگا دی۔ اس پھونک سے اس میں تاثر ہوا اور وہ منزل ہو گئیں۔ حضرت مریم کے نطفے میں مرد کے نطفے جیسی قوت تھی اس لیے وہ حاملہ ہو گئیں اور جو بات سیدہ مریم میں تھی وہ سب اس بچہ میں آگئی مثلاً اللہ سے تمسک کرنا اس کی طرف التجا کرنا اور ملکی ہیئت سے خوش و غرم ہونا۔

کیونکہ حضرت مریم کی حالت اس کے نفس کی ہر قوت مصورہ اور تولودہ تک اس میں سرایت کر گئی تھی اور بات وہ ہے جو اہل باد کہتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ اس کے لڑکا پیدا ہو تو وہ جماع کے وقت لڑکے کا تصور پیدا کرے۔ حضرت جبرئیل کی پھونک سے اس لڑکے میں عالم مثال کا حکم اور روح کے

خواص آگئے تھے کیونکہ صورت بننے کا سبب وہی تھا اس سے حضرت مسیح کی جبلت میں جبرئیل کے مشابہ ایک راسخ ملکہ پیدا ہوا اور حضرت مسیحؑ کی روح القدس کے ساتھ تابندہ کا یہی مقصد ہے ۴ (ماہنامہ الرحیم ماہ دسمبر ۱۹۸۸ء ادارہ) حضرت العلامة مافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث رقمطراز ہیں۔

عربی زبان میں لفظ ولد کا حقیقی اطلاق جہاں کہیں بھی ہوتا ہے اس کے لیے اصلین کا ہونا ضروری ہے اور ولد کے لیے اگر اس کی ماں کی طرف نسبت ہو تو دوسرا اس کا باپ ہونا چاہیے۔ پس ولد کی ماں ولد کے باپ کے لیے صاحبہ (بیوی) ہوگی نیز ولد کے لیے ضروری ہے کہ اصلین کے مادہ سے منفک ہو کر تیار ہو یعنی ولد کے لیے اصلین کی ضرورت ہے اور مادہ منفک بھی لازم ہے۔ ..... پس لفظ ولد کے معنی ہیں جزء خاص یعنی جس کی جنسیت میں دو شخصوں کو داخل ہو اسی طرح لفظ ابن بھی عربی زبان میں حقیقی طور پر ولد کا مترادف ہے اس کے اطلاق سے لیے بھی یہی شرائط ہیں۔ چونکہ مسیحؑ کو ابن مریم سے قرآن مجید میں تعبیر کیا گیا ہے اس کے لیے بھی اصلین کا ہونا ضروری ہے۔ ایک ان کی ماں مریم و دم جبرئیل علیہ السلام جن کو دوسرے لفظوں میں روح القدس سے تعبیر کرتے ہیں جو محل مسیحؑ کا باعث ہوئے ۵ (اثبات توحید ص ۱۹)

پادری صاحب! نیچے ولد بلا والدہ نہیں ہو سکتا اور ولد بلا اصلین متصورہ نہیں اور ولد کے لیے اصلین کے ساتھ انفکاک مادہ کی بھی ضرورت ہے گویا ولد کا لفظ بلحاظ استعمال یہ معنی دیتا ہے کہ دو اصلین کے توسط سے بانفکاک مادہ پیدا ہونے والا۔ جہاں کہیں لفظ ولد کلام عرب میں استعمال کیا گیا ہے وہاں اصلین اور انفکاک مادہ ضروری ہے ایک اصل اگر والدہ ہے تو دوسری اصل جو ولد ہونے کے لیے ضروری ہے وہ عرف میں اس کی والدہ ہوگی جو اس کے باپ کی جوہر ہوگی۔ ..... پس مسیحؑ پر چونکہ ولد مریمؑ کا اطلاق کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس



کی والدہ ہوا وہ مریم ہے اور دوسرا اصل جس کے اتصال کے علاوہ مسیح نہ پیدا ہوا ہم اہل اسلام کے نزدیک جبرئیل ہے جسے دوسری جگہ قرآن مجید میں روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہ بمنزلہ والد کے ہے کیونکہ نفع جبرئیل کے قبل اور روح القدس کی قوت کے ظہور سے پہلے مریمؑ سے مسیحؑ ظاہر اور متولد نہ ہوئے۔“  
(اثبات توحید ص ۴۵)

”حسی علیہ السلام کی ولادت جبرئیل اور مریم کے درمیان واقع ہوئی اس لیے وہ آسمان پر اب تک کچھ کھائے پیئے اور پیشاب و پاخانہ اور نیز دیگر بشری ضرورتوں کو بردار کیے بغیر جبرئیل و دیگر فرشتوں کی طرح زندہ ہے۔“ (اثبات توحید ص ۴۰)  
یہ تمیزیں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں پھر ان کو بڑے محتاط انداز میں نقل کفر کفر نہ اشد کے تحت درج کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قرآن کی کونسی وہ آیت ہے جس کی یہ تفسیر کی جا رہی ہے ؟

کیا اس کو قرآن مجید کی تفسیر کہا جاسکتا ہے ؟ تفصیل کا یہ موقع نہیں مختصر عرض ہے کہ تفسیری روایات میں جو اسرائیلیات سے ملو ہیں ایک دفعہ کچھ حصہ نقل ہو گیا اور جو لوگ بعد میں آئے وہ نقل راہہ نقل کو عمل میں لاکر چاروں طرف سے آنکھیں بند کر کے تقلیداً اپنی تصنیفات میں درج کرتے رہے اور پشت ہا پشت سے یہ خیالات پختہ ہو گئے اور ان سے دین اسلام کو جو سراسر صدق و یقین ہے یہاں تک صدمہ پہنچا کہ جس کے بیان کی دل کو طاقت زبان کو قوت، دماغ کو وسعت اور قلم کو یار نہیں ہے جس کو پڑھنے سننے سے ایک محقق اور راست باز انسان کا جگر کباب ہو جاتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ۔ ۷

من از بیگانگان ہرگز نہ عالم : کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد  
ایسی تحریرات اور تفسیری روایات کو پڑھ کر ”حافظ“ کا دل سیسہ گیا صریح معنوں میں وہ ایک کتابی کیتھ ایک تحریک کو پڑھا اور بار بار پڑھا۔ دل تھام کر پڑھا پھر قرآن پر فود و فکر کیا۔ تدبر سے کام لیا تو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اس لیے

ہمارا کہ اللہ تعالیٰ کے اس اُن مٹ اور اُن مٹ قانون سے جو نسل انسانی کی تخلیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں بار بار دہرایا ہے اس سے انحراف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اچانک ریل پٹری سے اتر گئی اور پھر دو در تک تباہ و برباد کر دی گئی نہ اپنا کچھ رہا اور نہ سواروں کا۔

جس اللہ کی نیک بندی کو اللہ نے تمام عالم کی عورتوں سے بلند مرتبہ عطا فرمایا تھا جس کی پاکیزگی کی فرشتے بھی قسمیں کھاتے تھے جس کو اسلام میں وہ مقام عطا ہوا جو کسی دوسری عورت کو نہیں ہوا جس کے لیے اسلام میں یہ بحث طے پاٹی تھی کہ ”والصمیمہ ان مویعہ کانت بلیۃ“ اس کے قصہ کو اس طرح بیان کیا گیا جو مذکورہ حوالوں سے اوپر درج ہے اور جس کے دیکھتے ہی دل کانپ اٹھتا ہے۔

افسوس۔ صد افسوس کہ اب بھی چاروں طرف سے آواز اٹھتی ہے کہ حافظ عنایت اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اس نے مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ کے خلاف لکھا؟ میں نے یہ سطوریں اس لئے تحریر کی ہیں تاکہ ناظروں کو دیکھ سکیں کہ حافظ صاحب مرحوم کو مسلمانوں کی اکثریت کے اس نظریہ کے خلاف لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

جس طرح آپ نے ان چند حوالوں کو دیکھ کر محسوس کیا ہو گا کہ جو شخص اپنے سینے میں دل رکھتا ہے وہ ان کی تاب نہ لا کر پکار اُٹھے گا کہ هٰذَٰلِکَ اٰیٰتُہٗنَا عَلَیْکُمْ بِالْکُلِّ اِسی طرح حضرت العلامة حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ اور اس طرح کی دوسری تمام تحریرات کا تعلق دین اسلام سے مطلق نہیں ہے بلکہ یہ اسرائیلیات سے ماخذ ہیں اور عروش اعتقادی کے طور پر اسلام میں داخل کر لی گئی ہیں تو انہوں نے اس نظریہ سے سر پھیر دیا جس سے دو پاکبازوں بلکہ دو بیٹوں کی زندگیوں کو افسانہ بنا کر رکھ دیا گیا تھا۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعٰتُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

بزم بزم بزم بزم بزم

# اعلان عام

وَادْعُوا أَشْهَادَ آدَمَ كَعُمُوتِ دُونِ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرہ: ۲۲)

علماء اکرام سے گزارش ہے کہ درج ذیل پندرہ سوالات کے جوابات کتاب و سنت سے استدلالاً نہیں بلکہ صراحۃً حدیث ہونے کی صورت میں بصحت سند دے کر اس کتاب کی اشاعت کو روکنے کا ہم سے اقرار نامہ تحریر کرالیں تاکہ روز بروز کی فرخندہ ختم ہو جائے۔

اود اگر جواب نہ دیں یا ثابت ہو جائے کہ ان کے جوابات درست نہیں ہیں تو صرف اتنی اپیل ہے کہ ایسے تقریبات جو یہود اور نصاریٰ کی طرح قوم مسلم میں نسل بعد نسل مشہور ہو کر تسلیم کیے گئے ہیں جن کی کوئی اصل اسلام میں موجود نہیں ہے ان پر غواہ خواہ کفر کے فتوے صادر کر کے حلقہ اسلام کی دستوں کو اپنی خواہشات کی بھیشت نہ پڑھائیں۔

۱۔ کیا سیدہ مریم علیہا السلام صاحب حال تے یہ بیان فرمایا ہے کہ میں نے اس فرزند عیسیٰؑ کو بغیر نکاح (زوجہ) کے جنا ہے؟

۲۔ کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بیان فرمایا ہے کہ میری والدہ نے مجھے بغیر نکاح (زوجہ) کے جنا ہے؟

۳۔ کیا قرآن مجید نے کہیں بیان فرمایا ہے کہ مریم صدیقہؑ اپنے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر نکاح (زوجہ) کے جنا ہے؟

۴۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیان فرمایا ہے کہ مریم صدیقہؑ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نکاح (زوجہ) کے بغیر جنا ہے؟

۵۔ کیا صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم نے کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو بے پدر - بلا باپ - فرمایا ہے جس کو سن کر آپ نے تصدیق فرمائی ہے۔ پسند فرمایا ہے۔ یا کم از کم خاموشی اختیار فرمائی ہے؟

۶۔ غالبہ پیدائش انسانی کا ذکر قرآن مجید میں بیسیوں جگہ موجود ہے۔ کہیں کسی ایک جگہ بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے؟

۷۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام سے قبل انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبیؑ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر یا بغیر نام لیے کسی نبی علیہ السلام کی ولادت بلا باپ کی پیش گوئی بطور وحی بتائی ہے؟

۸۔ کیا اب بھی کسی بے لکاحی اہل غاۃ عورت کا محل قرآن و حدیث کی دلیل سے قدرت الہی پر معمولی کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اب اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے؟

۹۔ کیا ہر ایک مولود نبی علیہ السلام کا نکاح سے پیدا ہونا شرعاً لازم نہ تھا؟ آپ کا ارشاد جو طبرانی میں ہے جس کا معنی ہے کہ میرے سلسلہ نسب میں کوئی بھی ولادت بغیر نکاح کے نہیں ہوئی؟ کا کیا مطلب ہے؟

۱۰۔ اگر بغیر باپ عیسوی ولادت کا خیال بنیادی اور اعتقادی ہے۔ یا ایمانیات میں داخل ہے۔ تو اس کا ثبوت واضح ادشاد باری یا احادیث صحیحہ سے ضروری نہیں ہے؟ کیا عقائد اسلامی کی بنیاد استدلالات پر قائم ہو سکتی ہے؟

۱۱۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں فقائد اسلامی متعین ہوئے تھے یا نہیں؟ اگر ہر جگہ تھے تو آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی بے پدری ولادت کو عقائد اسلامی میں شامل فرمایا ہے؟ کہاں اور کیسے؟

۱۲۔ کتب تفاسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کی بے پدری ولادت کا ذکر موجود ہے۔ (صحیح ہے) آپ کسی ایک تفسیر کا نام لے سکتے ہیں کہ جو کچھ اس میں صاحب تفسیر نے بیان کیا ہے۔ وہ سب کا سب صحیح اور درست ہے؟

۱۳۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت معجزہ تھی تو آپ بتائیں کہ یہ معجزہ کس کا تھا؟ کسی بنامیزم کا ذکر کیا علیہ السلام کا یا کسی اور نبی یا غیر نبی کا؟ نیز معجزہ کی تعریف کیا ہے؟ جو آپ کے ہاں مسلم ہے؟

۱۴۔ ولد، والد اور والدہ میں سے ہر ایک دوسرے دو کا ثبوت کامل ہے۔ قرآن مجید میں کہیں ولد کا ذکر ہے۔ والد اور والدہ دونوں کا نہیں کہیں والد کا ذکر ہے۔ اور ولد اور والدہ دونوں کا نہیں کہیں ولد اور والد کا ذکر ہے۔ والدہ کا نہیں اور کہیں ولد اور والدہ کا ذکر

ہے اور والدہ کا نہیں کیا کہیں والدہ بغیر والدہ کے یا والدہ بغیر والدہ کے تسلیم کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کا مکس بھی تسلیم کر لیا جائے؟

۱۵۔ اصول وفروع دونوں مسلم کیا ولادت مسیح کا مسئلہ اصول ہے یا فرمی؟ کتاب و سنت سے وضاحت کریں؟ نیز اصول وفروع کی تشریح بھی جو آپ کے ہاں مسلم ہے؟

فَات لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا (الایہ)

پس اگر آپ جواب نہ دیں جو یقیناً نہیں دیں گے

تو اثری صاحبؒ کے ”جہ کا رد لائل“ کا جواب کا دآمد دلائل سے

دے کر مشکور فرمائیں

بے کار دلائل

اکیلا فی صاحب فرماتے ہیں ایکار دلائل سے ہماری مراد ایسے دلائل ہیں جو مسلمات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور جسے مسلمان تو درکنار کافر، مشرک اور دھریے بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یہ دلائل ضابطہ الہی یا قانونی فطرت سے تعلق رکھتے ہیں اور قرآنی و احادیث میں بھی مذکور ہیں مگر سوال یہ ہے کہ آیا ایسے دلائل کسی فرقہ عادت امر میں کوئی فیصلہ کن حیثیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً یہ کہ

۱۔ ”ہر جانند کی میدائش کے لیے اس کے ماں باپ دونوں کا ہونا ضروری ہے“ اب اس قانونی فطرت یا ضابطہ الہی سے بھلا کس کا فرقہ الکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس سے یہ نتیجہ پیش کریں کہ چونکہ ہر جانند کے لیے اس کے ماں باپ کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا باپ ضرور تھا۔ تو معجزات کے قائلین کے نزدیک یہ ثبوت ہے کہ کارود یہ دلیل باطل ہے۔ لیکن انفسوس ہے آپ نے ایسے بے کار دلائل کے خواہ مخواہ انبار لگا دیے ہیں۔ یا مثلاً

۲۔ یہ کہ عیسیٰ اپنے آپ کو ولد تسلیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آدم کی ذریت

نے مولانا عبد الرحمن صاحب کیلانی مدظلہ نے ایک کتاب بنام ”عقل پرستی“ شائع کی جس کے ص ۱۵، باب ۱ میں ”تہ کار دلائل“ کا عنوان دے کر ان کا ذکر کیا ہے لیکیں اپنے کارآمد دلائل کا ذکر نہیں فرمایا

شمار کیا ہے تولد اور ذریت کے لیے روپی یعنی ماں باپ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ کی جیسے والدہ محض والد بھی ضرور تھا۔ (ع ۹)

۳۔ احادیث سے ثابت ہے کہ مرد کے لطف سے بڑیاں اور پٹھ بختے ہیں۔ اور ماں کے لطف سے گوشہ، پوست اور رگن اور چونکہ عیسیٰ کے بدن میں بڑیاں اور پٹھے بھی موجود تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کا باپ ضرور تھا۔ (ع ۱۱۶)

۴۔ حضرت مریم کا اپنا بیان ہے، "میرشتہ کے سامنے" کہ ولہ کے لیے مس بشر کا ہونا ضروری ہے۔ پھر ولد بھی ہو گیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کا شوہر تھا۔

۵۔ احادیث میں حضرت مریم اور حضرت فاطمہ مدونوں کو خدا اور قبول یا کفر کہا گیا ہے پھر چونکہ حضرت فاطمہ کا شوہر تھا (حضرت علیؑ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریم کا بھی شوہر تھا۔ (ع ۱۲۳)

۶۔ کسی کنواری کو حمل ہونا ہی اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اسے مس بشر ہوا ہے خواہ یہ جائز ہو یا ناجائز اور حضرت مریم کے تو صرف حمل ہی نہیں سچہ بھی پیدا ہوا اور فاروقی فتوے کے مطابق کسی کو حضرت مریم کے متعلق حد لگانے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریم کا جائز شوہر تھا۔ (ع ۱۱۶-۱۸)

۷۔ احادیث سے ثابت ہے کہ دودھ مرد کے لطف سے ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مریم کا دودھ پیا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا والد ضرور تھا۔ (ع ۱۲۳)

۸۔ اگر ماں باپ میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا تہ نہ بھی ہو تو اس کے والدین ضرور ہوتے ہیں۔ لہذا عیسیٰ کا باپ یا مریم کا شوہر بھی ضرور ہے۔ اور وہ یوسف نبی کا تھا۔

(ع ۱۲۰)

نقطہ  
والسلام

(خادم) عبدالکریم اثری

# آہ

مجھ پر روشن ہے ترے سوتے ہوئے درد کی آگ  
 جبر کی بادہ گساری سے بھڑک اٹھی ہے  
 تیسری کچلی ہوئی غیرت تیری رعندی ہوئی رُوح  
 اک حقارت بھری ٹھوکر سے پھڑک اٹھی ہے



اور یہ تو ہیں ترے جسم کی توہین نہ تھی !  
 ورنہ یہ زہر تو ہنس ہنس کے پیاسے تُو نے  
 وقف گردش رہی ساغر کی طرح دست بدست  
 بزم کی بزم کو سرشار کیا ہے تُو نے



گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر  
 میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہوسکا



جماعت الحمدیٹ کے ایک بزرگ جو حافظ قرآن بھی ہیں اور عالم بھی اور استاد ہی حافظ  
 عنایت اللہ صاحب اثر سی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک ان کے ساتھ بھی رہے لیکن بھرت  
 الاعلام کی وفات کے پانچ سال بعد ان کی توجہ عدم دلچسپی کے باوجود اس مسئلہ کی طرف  
 ہوئی۔ انھوں نے ”فیثون“ کے مطالعہ کے بعد مجھے ایک تحریر دے کر اس کا جواب  
 طلب کیا جس کا جواب تحریراً ان کو دے دیا گیا۔ بعد ازاں ایک اور ساتھی نے اپنے  
 ایک خط میں اپنے جذبات کا اظہار نہایت ہی درشت انداز میں کیا۔ اور ساتھ ہی دس  
 سوالوں کی فہرست بھی روانہ کی کہ ان کا جواب دیا جائے۔ ان کے سوالوں کا جواب  
 بھی ان کو دے دیا۔ ان دونوں خطوط کا مقصد تو ان کو یقیناً موصول نہیں ہوا کیونکہ ان  
 کا مقصد مسئلہ کی تفہیم کا نہ تھا۔ لیکن الحمد للہ کہ وہ اب تک خاموش ہیں۔ چونکہ  
 دونوں خطوط کا تعلق ان سوالات سے ہے۔ جو ولادت مسیح کے متعلق ہیں اس  
 لیے یہ دونوں خطوط اس کتاب کے ساتھ شائع کیا جا رہے ہیں۔ واللہ الموفق  
 والمعين۔



## پہلے خط کا مختصر جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط  
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی قمری

مکرم بے شک آپ نے مجھے کہا تھا کہ :

”حافظ صاحب کی کتاب عبورِ رمزم کے آخر میں ایک دو کالمی عبارت جو سورۃ آل عمران اور سورۃ مریم کی آیات پر مشتمل تھی، اس میں عربی عبارت میں سے کوئی عبارت میرے سمجھنے کی ہو تو سمجھ سکتا ہوں۔“

بندہ نے عرض کیا تھا کہ اگر میری سمجھ میں آیا تو میں انشاء اللہ تحریر عرض کر دوں گا۔

جب آپ کا خط دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بات نہیں جس کے بارے میں آپ نے مجھ سے فرمایا تھا، بلکہ یہ کچھ اور سی مفہون ہے جس کا نام معلوم کیا مقصود ہے؟ وہ کیلئے؟ آپ میرے سے بہتر جانتے ہیں کیونکہ آپ کے دل کی بات ہے اس کے باوجود آپ نے جو تحریر فرمایا ہے اس پر عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ میں اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا تھا، کیونکہ یہ مفہون استفسار کے متعلق نہ ہے مثلاً آپ نے فرمایا ہے کہ :

”عیسیٰ علیہ السلام ہی باپ پیدا ہوئے یا ان کا باپ تھا مجھے اس مبحث میں کوئی دلچسپی نہیں۔“

اگر یہ بات حق ہے تو آپ کو اس خط اور اس کے بارے میں دوسری تحریکات کی ضرورت ہی کی تھی جب کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس موضوع میں کسی کو دلچسپی نہیں ہوتی وہ نہ تو اس کو منتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے پڑتا ہے اور یہی بات اس کی عدم دلچسپی پر دلالت کرتی ہے

محترم ! بغیر دلچسپی کے جو آپ نے کتاب پڑھی اور بغور پڑھ کر جو آپ نے محسوس کیا اس کا اظہار آپ نے یوں فرمایا کہ :

”حافظ صاحب مرحوم نے یہ خیال دل میں بختہ کر لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا اور اس

خیال کے ثبوت میں قرآنی آیات اور حدیث کے تراجم کی تاویلات لکھیں۔“

اگر اس کو یوں بیان کیا جائے کہ کچھ لوگوں نے یا اکثر لوگوں نے ایک خیال دل میں بختہ کر لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا اور اسی خیال کے ثبوت میں قرآنی آیات اور احادیث کے تراجم کی تاویلات

معدی ہے تو آپ قلت اور کثرت کی بات کو چھوڑ کر اس کو حقیقت پر مبنی نہیں سمجھ سکتے آخر کیوں؟  
بات تو وہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے، صرف اس کا رخ ہی بدلا ہے اور جو سوال پڑناں میں  
درست نہ ہو وہ کبھی درست نہیں ہوتا۔

آج فی زمانہ لوگوں کی کثرت بے نازی ہے اور نماز پڑھنے والوں میں کثرت ان کی ہے جو نہ  
رفع یدین کرتے ہیں اور نہ ہی آئین پکار کر کہتے کو وہ جائز جانتے ہیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ وہ جائز  
نہیں جانتے بلکہ ایسا کرنے والوں کے سخت مخالف ہیں اور طوطی طرح سے ان کی دل آزاری کا سامنا  
پیدا کرنا اسلام کا ایک اہم کام سمجھتے ہیں بلکہ آپ یقین جانیے کہ جتنا آپ حافظ غایت اللہ صاحب پر  
عقصد ہیں، اس سے تنوگنا وہ آپ پر عقصد ہیں کیونکہ آپ یقین دین کرتے ہیں اور آئین پکار کر کہتے  
ہیں، کیا آپ پر ایک غلط کام کرنے کا الزام درست ہوگا؟

بعد ازیں آپ نے دس مختلف لوگوں سے قرآنی آیات کے ٹکڑوں کا ترجمہ نقل فرما کر پوچھا ہے کہ،  
”آپ کے پاس کونسا ہتھیار ہے کہ مندرجہ بالا آیات کے ترجمہ کی تردید کر سکیں؟“

محرم! میرے پاس وہی ہتھیار ہے جو ملائے اسلام نے ایسے ہزاروں سے بھی متجاوز سوالوں کا  
جواب عطا اور تقاضا پیش کیا ہے، اگر آپ کو ان کے جواب پڑھنے کی ضرورت ہو تو مولانا شاہ اسماعیل  
رحمۃ اللہ علیہ کے ٹرچر کا مطالعہ فرمائیں جو آریاؤں کے رویں لکھا گیا ہے، اگر ممکن نہ ہو تو اظہار الحق کا  
مطالعہ کر لیں، یہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی کتاب ہے ”ہاں“، آنا عرض کروں گا کہ ان  
بزرگوں نے ایسے سوالات کا جواب لغت محاورات عرب اور سوال کرنے والوں کی اپنی کتب سے  
دیا ہے جن کو وہ سچا جانتے ہیں اور ان ماری باتوں کا حافظ غایت اللہ مرحوم سے دور کا بھی واسطہ  
نہیں، ہفتوات اناس کا تعلق ایک عالم باطل و باخلاص پابند کتاب و سنت سے کیا ہو سکتا ہے۔ فاجہم  
آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ،

”ضابطوں میں استثناء کے آپ قائل نہیں، خواہ وہ ضابطے الہی ہوں یا ضابطے انسانی“

یہ بالکل کھلا انفرادی جس کی ایک مثال بھی موجود نہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ بیان فرما کر اس  
میں استثناء کیا جو اور حافظ صاحب مرحوم اس کو تسلیم نہ کریں کم از کم اس کی ایک مثال آپ بیان فرما  
دی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ بیان فرمایا کہ اس میں استثناء کی اور حافظ صاحب نے اس طرح کا انکار کیا۔

استثنا کی سیکڑوں مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں اور میں نے حافظ صاحب سے قرآن پڑھا ہے اور دورہ حدیث بھی مکمل کیا ہے کہ ان کم بیش نے ایک جگہ بھی ایسی نہیں پائی کہ جس میں استثناء ہو اور حافظ صاحب مرحوم اس کو تسلیم نہ کریں۔ ہاں البتہ کوئی ایک مثال بیان فرما کہ آپ پوچھ سکتے تھے جب کہ اس کی ایک مثال بھی نہیں ملی آپ ہی فرمائیے کہ اس کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے؟ رہی لوگوں کے ضابطوں کی بات، کہ حافظ صاحب مرحوم نے ان سے بھی انکار کیا ہے تو یہ اتنی رذیل بات ہے، جتنا سورج، کہ جب لوگ غلط ضابطے بناتے اور توڑتے رہتے ہیں تو کسی کو کیا ضرورت کہ ان کے بنانے اور توڑنے کو صحیح نہ سمجھیں، جیسے ضابطہ الہی کے باسے میں آپ نے کوئی مثال نہیں دی ایسے ہی صرف یہ بیان کر کے چھوڑ دیا ہے اور کوئی مثال پیش نہیں کی، لہذا یہ اتنی ہی غلط بات ہے جتنا گدھے کے سر پر سینگ، سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ نامعلوم آپ کیا کہنا چاہتے تھے اور کیا کہہ دیا اور ممکن ہے کہ یہ آپ کی عدم دلچسپی سے ہو، یا اس کا کوئی دوسرا محرک ہو؟

آپ نے حافظ صاحب مرحوم کی کتاب ”یعون“ کے صفحہ ۷۴، کا حوالہ دیکر یہ جملہ نقل فرمایا ہے کہ

”سب موردوں کو حین آتا ہے“

اور اس کا یوں رد فرمایا ہے کہ ہماری برادری میں ایک خطے والے ہیں جن کی لڑکی کو حین آیا پہنچا، محرم، ان کو رد صفحہ پر حافظ صاحب مرحوم نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے اور اس پر بخاری کا حوالہ دیا ہے، غالباً آپ نے غور نہیں فرمایا، اور یہ بات آپ کی عدم دلچسپی سے ہوئی ہوگی۔ آپ ذرا غور فرمائیں کوئی کتاب آپ کے پاس ہے، دیکھیے حدیث کیا ہے؟ کیوں بیان لگائی ہے؟ اور اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس سے کیا معلوم نکلتا ہے؟ یہ ہماری باتیں وضاحت سے صفحہ ۷۴ تا ۸۴، بیان کی گئی ہیں، مہربانی فرما کر دوبارہ مطالعہ فرمائیں، تعصب کی عینک اور اس طرح سے کہ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے حافظ غایت اللہ صاحب مرحوم کی بات نہیں۔

ہاں آخراً عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مہربانی فرما کر اس اپنے رشتہ والی لڑکی کی اولاد کے بارے میں مجھے ضرور بتائیں کہ کتنی ہے، لڑکے ہیں یا لڑکیاں۔ کیوں کہ یہ میرا دل چسپی کی بات ہے۔

تھے محرم! اگر اس لڑکی کی اولاد نہیں ہے (جس کو حین نہیں آیا) تو یہی بات حافظ صاحب مرحوم تفہیم کرانا چاہتے اور حدیث کے متوش کرنے سے بھی ان کی مراد ہے۔ اگر اس کی اولاد ہے تو یہ بات حافظ صاحب مرحوم کے

خلاف ہے اور حافظ صاحب مرحوم کی پیش کردہ حدیث سے استدلال بھی یقیناً غلط ہو گا۔ تا تو برائن کم ان کنتم صدیقین۔

مثلاً یوسف علیہ السلام کے کرتزہ کو دیکھ کر معلوم کیا گیا کہ سچا کون ہے، یوسف علیہ السلام یا دوسرا فریق۔ ایسے ہی آپ کے رشتہ دانہ کی ٹٹکی کی اولاد دیکھ کر اور اس بات کی تصدیق کر کے کہ آیا اس کو حیف آیا ہے یا نہیں، یہ بات معلوم ہو سکے گی، کہ آپ کا ارشاد درست ہے یا حافظ صاحب کی تفہیم ایسے ہی آپ کا ارشاد کہ،

”ہمارے محلے میں ایک ٹٹکی مقلد، بالغہ کا سارا کام کاج کرتی ہے لیکن سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر بال نہیں“

ایسی ٹٹکی، ہوگی اور مزدور ہوگی، ممکن ہے کہ آپ کی تعلق دار بھی ہو، مجھے بالکل انکار نہیں، لیکن آئی بات عرض کروں گا کہ یہاں حافظ صاحب مرحوم نے ایک حدیث کی روشنی میں بیان فرمایا ہے کہ مرد کے پانی سے ہڈیاں، رگیں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کے پانی سے خون، گوشت اور بال بنتے ہیں، دراصل آپ نے اس کا رد کرنا چاہا ہے سو عرض ہے کہ مہربانی فرما کر اس پسے مملک بچ کو ایک بار پھر دیکھیں کہ کیا اس کے جسم میں کہیں گوشت اور خون بھی موجود ہے یا وہ بھی نہیں اگر بال نہیں اور گوشت اور خون بھی نہیں تو پھر حافظ صاحب مرحوم کا استدلال جو انھوں نے حدیث رسول سے کیا ہے وہ بالکل غلط ہے، اگر گوشت ہے، خون ہے اور بال نہیں تو یہ استدلال کرے گا، اس کے ماں کے پانی کے نقص پر نہ کہ پانی بالکل نہ ہونے پر کیونکہ اگر بالکل اس کی ماں کا پانی نہ ہوتا تو نہ اس کے جسم میں گوشت ہوتا اور نہ پٹھرہ اور نہ خون اور نہ بال، صرف ہڈیاں، رگیں اور پٹھے ہوتے۔ اب اس بات کو نہیں آپ ہی کی دیانت پر چھوڑتا ہوں کہ ذرا خوب دیکھ لیں معلوم کریں کہ اس کے جسم پر صرف بال نہیں یا گوشت اور خون اور چمڑہ بھی نہیں۔ آپ حافظ میں متقی اور پرہیزگار رہیں، مجھے آپ کی شخصیت پر پورا اعتماد ہے اور دوسری طرف حافظ ضایۃ اللہ صاحب مرحوم کو میں آپ سے بھی بڑھ کر ان اوقات متصف سمجھتا ہوں ایک ان کا استدلال ہے جو کتاب کے صفحہ ۲ پر انھوں نے حدیث کی روشنی میں قائم کیا ہے، جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث شریف مشکوٰۃ میں بحوالہ صحیح بخاری و مسلم موجود ہے، صرف حافظ صاحب مرحوم کی اپنی رائے نہیں، لہذا یہ ایک حدیث نبوی کا بیان ہے ایسے

مجھے یوں یقین ہے کہ آپ کے محلے کی ٹکی کے جسم پر گوشت بھی ہوگا، خون اور مچڑ بھی یقیناً ہوگا، بہر صورت ہر گز، اگر وہ مر نہیں گئی تو اس کا جسم بطور شہادت گواہی دے گا اور بالوں کے نہ ہونے سے اس کے ماں کے پانی میں نقص ہونا تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کو قدرتِ الہی کا ایک کرشمہ ضرور کہہ جائے گا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ دم مادر میں کس چیز کی کمی ہوئی ہے اور کس کی زیادتی۔

محرم! آپ نے فرمایا ہے کہ:

”صفحہ ۳۲ پر حافظ صاحب نے جو مریاں بغیر مرغ کے اندے دیتی ہیں کھڑ کر حل نہیں کیا“

گویا کہ آپ کا مطالبہ ہے کہ اس کو میں حل کر دوں۔ محرم! گزارش ہے کہ جو کچھ حافظ صاحب مرحوم نے حل کیا ہے کیا آپ اس کو مان چکے ہیں جو حل نہیں کیا اس کا آپ کو فہم ہے؟ اگر حل شدہ پتھر تسلیم ہے تو حل نہ ہونے والے کا حل نکل آئے گا۔ انشاء اللہ! اور اگر حافظ صاحب مرحوم کا حل شدہ ابھی آپ کو منظور نہ ہے تو جو حل نہیں ہوا، اس کا بالکل غم نہ کریں، بلکہ اس کو معمول کریں کہ وہ بھی یقیناً حل ہو چکا ہے۔

میرے محرم بزرگ! بات یہ ہے کہ آپ کو یقین ہو چکا ہے کہ حافظ صاحب کے ترجمہ کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک آزاد شاعری ہے کہ:

”نہ وزن نہ ردیف نہ قافیہ اور نہ استاد اور یہ ایک خطرناک بات ہے“

محرم! آپ براہِ کرم ایک ایسی کتاب کھودیں جو وزن، ردیف اور قافیہ کے ساتھ ہو، بغیر وزن، ردیف اور قافیہ والی کتاب بے ذوق لوگوں نے پڑھی اور آپ جیسے با ذوق لوگوں نے بھی بغیر لہجی کے بغور اس کو پڑھا۔ یقیناً آپ کی وزن، ردیف اور قافیہ والی کتاب جو کسی استاد کی نوک پلک سے سمجھ بھی ہوگی کچھ بے ذوق اور کچھ آپ جیسے با ذوق لوگ مزدور پڑھیں گے اور یقیناً پڑھیں گے اور ان کے کئی مغالطے دور ہو جائیں گے (بس، بسم اللہ کریں، اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔)

آپ نے فرمایا ہے کہ:

”ہم نے ہزاروں دیکھے ہیں کہ میاں بیوی کی محنت کمال میں صبح لیکن اولاد نہیں خود اپنا حافظہ صحت مرحوم کا بھی ایسا حال ہے کہ پہلے وہ عورت کے قابل تھے اور اولاد نہیں“

محرم! آپ حافظ قرآن ہیں اور قرآن اعلان کرتا ہے کہ:

أَقْرَبَ رِيْتُمْ مِمَّا مَنَعُوْهُ ۚ مَا أَشَدَّ تَخَلُّفُوْهُ ۚ أَمْ مَنَعُ الْخَالِقُوْنَ ۚ

اولاد صرف املا سے نہیں ہوتی بلکہ امنا اور تخلیق دونوں سے ہوتی ہے۔ امنا انسان کے ذمہ ہے اور یہ ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے اور تخلیق اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کا کسی کو اختیار نہیں دیا۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے یوں کہے کہ امنا بھی تو کر اور تخلیق بھی تو کیا یہ ظلم اور کفر نہ ہوگا اور اگر کوئی امنا اور تخلیق دونوں کا ذمہ لے تو وہ بھی بعینہ کفر اور ظلم ہوگا۔

مس صبح امنا کو کہتے ہیں۔ نہ کہ تخلیق کو۔ اللہ قادر ہے چاہے امنا یعنی مس صبح ہونے کے بعد تخلیق کرے یا نہ کرے کیونکہ تخلیق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

رہی حافظ صاحب کی بات کہ پہلے وہ عورت کے قابل تھے لیکن اولاد نہ تھی۔

آپ کو علم نہ ہو یہ دوسری بات ہے حافظ صاحب عورت کے قابل تھے اس کا علم حافظ صاحب مرحوم کو ہوگا اور ان کی بیوی کو، ہم کو تب بھی یہ علم ہوا جب کہ ان کی اولاد ہوئی کہ ٹال حافظ صاحب مرحوم پہلے بیوی کے قابل تھے اور بیوی بھی درست تھی اور اللہ تعالیٰ تخلیق بھی کرنا چاہتے تھے کیونکہ ٹال ٹال بچہ تولد ہوا، اور وہ ہی بچہ شہادت ہے اس بات کی کہ حافظ صاحب مرحوم پہلے بیوی کے قابل تھے۔ آپ کے بچے کا نام عمران تھا، آپ کی کنیت ابو عمران اسی بچہ کی وجہ سے تھی اور بعد میں وہ حادثہ پیش آیا کہ آپ اولاد کے قابل نہ رہے، اور جب بیوی کے قابل نہ رہے تو ٹوٹا آپ اولاد کے قابل نہ رہے اور جب اولاد کے قابل نہ رہے پھر اولاد بھی نہ ہوئی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی۔

اگر آپ کو یہ تصدیق ہو جاتی کہ اولاد کے قابل تو حافظ صاحب مرحوم نہیں رہے تھے لیکن اولاد ہوئی تو بھی کوئی بات نبتی، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں غور کریں ؟

”مریم کا نکاح کس نے پڑھا، گواہ کون کون تھے حق ہر کتنا تھا؟“

مصرعہ : صاحب ! آپ بزرگ ہیں، بزرگوں والی بات کریں، بچوں والی باتیں نہ کریں !  
میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ حافظ قرآن ہیں، قرآن نے جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے ان کے ناموں کی ایک جدول بنائیں پھر ہر نبی کے نام کے ساتھ، سامنے اس کے باپ کا نام، اس کی ماں کا نام لکھ کر ان کی بیوی کا نام درج کر دیں، نیز نکاح خواں، گواہوں کے نام اور حق ہر کی نشاندہی بھی فرمادیں اور علی علیہ السلام والا خانہ خالی رہنے دیں، اس کو حافظ عنایت اللہ مرحوم سے پڑ کر اٹھیں گے اور میں

ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ یہ خانہ میں پُر کر اودوں گا اگر یہ ممکن نہ ہو تو میں خود موجود ہوں آپ فکر نہ کریں  
جواب میں نے نعرہ لگایا ہے کہ انا بے ذعیفہ تو یہ میری ذمہ داری ہے آپ اپنا کام پورا کریں انشاء اللہ  
باقیمانہ ہو جائے گا۔

بعودیت دیگر جس نبی علیہ السلام کے باپ کا نام آپ درج ذکر کے تسلیم کرنا ہو گا کہ اس کا باپ نہیں  
جس کی ماں کا نام درج نہ ہو سکا یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ اس کی ماں نہیں جس کی بیوی والا خانہ خالی رہا اس کی  
بیوی نہ ہوگی، خواہ اولاد موجود ہو اور جس کے گواہوں اور نکاح خوانان اور حق ہر کا تہ نہ چل سکا اس کے  
باپ سے یہ کیا تسلیم کرنا ہو گا بات بالکل ظاہر ہے اگرچہ ان کی اولاد کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہو۔

محترم! آپ نے لکھا ہے کہ:

”حافظ صاحب کی طبیعت جدت پسند تھی اور میرے خیال میں ان کو جمہور علمائے اہل حدیث کے  
خلاف ریسرچ کرنے میں خوشی محسوس ہوتی تھی۔“

جس کی مثالیں آپ نے حافظ صاحب کی کتب کے نام پیش کیے ہیں جن میں ایک ملک یحییٰ کے بارے

میں ہے،

انفوس! صد انفوس۔ حضرت یہ اس بات پر کہ حافظ صاحب مرحوم کے پاس آپ برسوں آتے جاتے  
رہے۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۸۱ء تک تو میں بھی کبھی کبھی دیکھتا رہا جس میں کم و بیش آپ آٹھ، نو سال تک ناظم  
انجمن اہل حدیث بھی آپ کی موجودگی میں رہے اور انجمن اہل حدیث کی تھی، صرف حافظ ضایۃ اللہ مرحوم کی  
ذات گویا کہ آپ حافظ ضایۃ اللہ صاحب کے ناظم رہے لیکن اب جتنی باتیں آپ نے کو یاد آ رہی ہیں، ان میں سے  
کوئی ایک بات بھی یاد نہ آئی، اگر یاد آتی تو آپ یقیناً حل کر دیتے، ایسا آپ نے کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب  
بھی آپ ہی دے سکتے ہیں، میں کیا کہہ سکتا ہوں کیونکہ جو کچھ میں کہوں گا وہ ایک میرا خیال ہو گا اور جو آپ کہیں  
گئے وہ ایک حقیقت ہو گا، ان کہہ سکتا ہوں کہ کیا ناظم ہونے کی خوشی میں کچھ پوچھ نہیں سکتے یا اس وقت حافظ  
صاحب مرحوم کی ریسرچ پر آپ خوش تھے کہ چاہے ملا کے پیچھے پڑے ہیں ہمارا تقاب تو نہیں کر رہے اور  
اب چونکہ وہ موجود نہیں رہے اور اُن کے امید بھی نہیں لہذا ان کے قائم مقام سے آپ مطالبہ کر رہے کیا  
حافظ صاحب کے کیسے کا جواب دیا ان کو بر اہملا کہو، مثل ہے کہ دیکھ شیخ کے ڈھونڈ مارے ایک اور لکھنؤ  
رہا ملک یحییٰ کا معاملہ تو محترم! بات یہ ہے کہ:

پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ ملک یمن مرد بھی ہو سکتے ہیں اور عورتیں بھی، پھر ملک یمن مرد ہو تو عورت بھی خرید سکتی ہے اور عورت ہو تو آزاد مرد بھی اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔ اب کسی ملک میں عورت کو اگر آزاد مرد خرید لے تو بغیر نکاح کے ازدواجی زندگی قائم کر سکتا ہے لیکن اگر ملک یمن مرد ہو اور اس کو آزاد عورت خریدے تو وہ عورت اس ملک یمن سے ازدواجی زندگی قائم نہیں کر سکتی۔

حافظ صاحب کی تعلیم یہ ہے یا جن کے وہ ہم خیال ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ اس کے لیے نفی قطعی ہو تا مذوری ہے جو کہ قرآن و سنت کا نام ہے اور ایسی کوئی چیز دستیاب نہیں، کہ جن الفاظ سے یہ ثابت ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے:

مقلدین محدثوں اور مردوں کی بیہوش کاریاں کرتے ہیں کہ عورت میں سینے پر ہاتھ باندھیں، کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں اور سجدہ میں زمین کے ساتھ چپک جائیں اور مرد پر نواف ہاتھ باندھیں، کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور سجدہ میں زمین کو پیٹ سے الگ رکھیں، اہل حدیث پوچھتے ہیں کہ یہ تخصیص کس حدیث میں ہے جواب ملتا ہے کہ یہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور یہی اس کی دلیل ہے، ربیعہ، جب پوچھا جاتا ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ ملک یمنی عورت ہو تو آزاد مرد خرید کر بغیر نکاح کے یہودی کے فرائض اس کے لے سکتا ہے اور اگر ملک یمن مرد ہو اور آزاد عورت اس کو خریدے یا اس کے حصہ میں آ جائے تو وہ بغیر نکاح کے اس سے خاوند کے فرائض نہیں لے سکتی، کیوں؟ جواب ملتا ہے کہ امت کدہ بنی عقیقہ ہے اس امت کے متفق عقیدہ کے لیے جو نفع قطعی ہے اس کا ذکر نہ آپ نے فرمایا ہے اور نہ آپ سے پہلے کسی سابق بلکہ یہ بات ہی کچھ اور ہے اور اس کو حافظ غنایات اللہ مرحوم نے بیان فرمایا ہے، اب جبکہ حافظ غنایات اللہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن کچھ لوگوں کے کواڑ کھلے ہیں ان کے لیے آپ کوئی سبیل ضرور کریں تاکہ جب نہ بھی اب ہی اس کا کوئی حل نکل آئے اور اگر کوئی اصل نہ ہے جو کہ یقیناً نہیں ملے گی تو حافظ غنایات اللہ مرحوم پر طعن نہ فرمائیں اور اپنا عقیدہ جیسا چاہیں رکھیں کیونکہ اس پر کوئی پابندی نہیں۔

رہا بزرگوں کے ذہنوں کے بائیں میں، سو میرا اپنا پختہ یقین ہے کہ اس سے حافظ صاحب مرحوم عرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ انسان ہر حال انسان ہے خواہ کتنا بڑا بزرگ کیوں نہ ہو، سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی انسان بھی غلطی سے پاک نہیں ہو سکتا اور معمول چوک تو انسانیت کا خاصہ ہے، اس میں کسی کی



تفہیم مقصود نہ ہے البتہ حافظ صاحب مرحوم نے،

خطائے بزرگانِ مرقن خطا است

کے عاوارہ کی تخلیط کی ہے اور ایسی بات سے آپ اور آپ کے دوسرے ہمنوا خفایں اور یہ مرض  
لامانع ہے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ،

”اگر حافظ صاحب زندہ رہتے تو حیاتِ مسیح اور دوبارہ آمدِ مسیح میں ضرور پلٹا کھاتے“

یہ آپ کا علم ہے جو سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا اگر اس علم کے ساتھ آپ کو قدرت بھی تھی تو  
حافظ صاحب مرحوم کو ابھی اور زندہ رکھتے اور ان سے اس کا اظہار بھی کروا لیتے اور اگر قدرت  
ذاتی اس لیے آپ نہ کر سکے تو ایسا علم بیکار ہے، رہی میرے علم کی بات تو میں پورے دثوق سے  
کہتا ہوں کہ،

حافظ صاحب مرحوم نے جو کچھ کرنا تھا کر کے گئے ایک بات بھی ایسی نہ تھی جو حافظ صاحب مرحوم  
کرنا تھی مگر وہ کر کے کیونکہ جو کچھ انھوں نے کرنا تھا وہ سب کچھ ان کا موت دینے والا جانتا تھا اور وہ  
وہ کر نہ لیتے موت آہی نہ سکتی تھی اور یہ صرف حافظ صاحب کی بات نہیں، ہر نفس کے لیے ضروری ہے کہ جو  
اس نے کرنا ہے علمِ الہی میں موجود ہے اور جب تک وہ کر نہ لے، موت واقع نہیں ہو سکتی اور جس کی موت  
واقع ہوگئی اگر اس کا کچھ کرنا باقی ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ علمِ الہی ناقص ہے جو محال ہے آپ  
غور کیجیے کہ آپ نے یہ جملہ درج کر کے کیا کہہ دیا ہے؟

محترم آپ نے آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”جب کھنے کی کوئی بات نہیں کھل کر سامنے آئیے“

جناب عالی! کس بات میں آپ نے جھجک محسوس کی ہے اور کھل کر سامنے آنے سے آپ کی کیا مراد  
ہے؟ میں تو ہر جہد کو بالکل کھلا کھلا آپ کے پاس حاضر ہوتا ہوں، داناں البتہ موسمِ کیملائی کپڑے ضرور  
پہنے ہوتے ہیں، اور جو مجھے آتا ہے وہ کھل کر عرض کرتا ہوں، میرے ذہن میں کتنی جھجک نہیں اور جھجک  
جو بھی کیوں؟ جب بات کتابِ سنت کی ہے تو جھجکے کا مطلب ہی کیا ہے؟

محترم! جب تک یہ امر معلوم ہی نہ ہو کہ کھل کر سامنے آنے سے آپ کی کیا مراد ہے، کیسے کچھ عرض کر سکتا

ہوں پہلوان میں نہیں کہ کسی پہلوان کا مقابلہ ہے، اور دشمنی میری کسی سے نہیں کہ میں کسی کے سامنے آنے سے پرہیز کروں۔ بالآخر میری گزارش ہے کہ اگر کھل کر سامنے آنے سے آپ کی مراد حافظ صاحب مرحوم کی کتاب عینِ نزم جو کہ اب قلم ہے اس کی دوبارہ اشاعت ہے کہ آپ ناظم انجمن اہل حدیث ہیں حکم دیں بندہ اس کو حشو و زوائد سے صاف کر کے چھاپ دے گا انشاء اللہ آپ کے حکم کا منتظر رہوں گا اگرچہ نہیں چاہتا تھا۔ فقط

اسلام علیکم  
(خادم) عبد الکلام اثری

## دوسرے خط کا جواب

محرمی . و علیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کی سخت اور درشت عبارت کا جواب میں نے بغیر آپ کے دس سوالوں کا مختصر جواب حاضر خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ شکریہ

۱۔ کیا اللہ قادر نہیں ہے کہ بغیر باپ کے پیدا کرے؟

برادر من! آپ خود فرمائیں کہ یہ سوال کر کے کہ علی اللہ قادر نہیں ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا کرے؟ آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہی تا کہ میں علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر خود فرمائیں کہ کیا میں علیہ السلام کی جگہ آپ کو بغیر باپ کے مان لیا جائے تو اس سے اللہ کی قدرت ثابت نہیں ہوتی۔ آپ کیوں؟

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا اس سے ثابت ہے کہ اس نے تمام اجناس کی ہر خلقت اول کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ جس میں انسان بھی شامل ہے۔ یعنی انسان اول کو بغیر ماں باپ کے بنایا۔ اور اس کے بعد انسانی تخلیق کے لیے ایک ضابطہ مقرر کر دیا تو یہ ضابطہ اپنی کامل قدرت ہی سے مقرر فرمایا کسی کے مجبور کرنے سے نہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار اسی میں ہے کہ انسان (ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

اپنی خدمت کا ملہ کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

۱۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (الاحزاب: ۱۳)

”اے لوگو! تمہیں ہم نے پیدا کیا ہے۔ تم کو مرد اور عورت سے اور کیا ہم نے تم کو کنبے

اور قبیلے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لو“

۲۔ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ تَارٍ مُّهِينٍ ۚ (الرحمہ: ۶)

”اور شروع کیا پیدا کرنا انسان کا مٹی سے۔ پھر کی اولاد اس کی فلاصے پانی حقیر سے“

تسہیل: پھر انسان اول حضرت آدم کی نسل اور اولاد کے بعد تناسل کی وہ قوت رکھ دئی کہ اس کے ذیل نطفہ سے ایسے انسان جنم لیتے چلے جائیں۔ اور نسل برقرار رہے۔

۳۔ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ مَّبْنُوتٍ ۖ فَبَعَثْنَاهُ فِي مَرْجِئٍ غَمِيمٍ (المدثر: ۲۰)

”وہ تحقیق پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو ایک بوند سے یعنی نطفے سے جس نے اسے کہ آزمائش کی

چاہتے ہیں ہم اس کو پس کیا ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا“

تسہیل: ہم نے انسان کو ایک مخلوق نطفہ یعنی مرد کی منی سفید رنگ کی اور عورت کی زرد رنگ

کی سے پیدا کیا ہے تاکہ اس کا امتحان میں اور آزمائشیں اس آزمائش کے لیے اسے سماعت

کی قوت و دیانت کی کہ اللہ کی کتاب کو سن کر اس پر ایمان لائے اور بصارت کی قوت حفظ و زانی

کہ ہماری قوت کے مظاہر دیکھ کر راہ راست پر آجائے۔

۴۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَعْرِفُوهُمْ ۖ وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدِّعًا وَبَارِئًا وَخَافِئًا ۚ وَلَهُ يَرْجِعُ أَمْوَالُكُمْ ۚ وَهُوَ يَرْجِعُ الْبَرِّ ۚ (النساء: ۱)

”وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر لگا لٹا

ہے تم کو بچہ“

تسہیل: وہی تو ہے سب مخلوق کو پالنے والا جس نے انسان اول کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر

مہماری نسل ایک حقیر بوند سے ملائی جو ماں کے رحم میں فلکی ہے۔ پھر وہی نطفہ خون کا لوتھڑا

بنا ہے۔ اس طرح سارے مراحل سے گزر کر ایک بچہ کی صورت میں تمہیں ماں کے رحم

سے باہر لگا لٹا ہے۔

۵۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قُوَابِ مَكِينٍ ۚ

ثُمَّ خَلَقْنَا النَّفْسَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا مَصْفَقَةً فَخَلَقْنَا الْمَصْفَقَةَ وَفَعَامًا فَكَسَوْنَاهُ الْوَقَامَ  
لِحَاكِهِ أَتَشَاءُ خَلْقًا أَخْرَجْنَاكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (المؤمنون: ۱۳۰، ۱۳۱)

”اور تمہیں پیدایا ہم نے انسان کو رہنی برٹی، بجتی مٹی سے۔ پھر پیدایا ہم نے اس کو ایک  
قطرہ مٹی سے بیج جگہ مضبوط کے۔ پھر پیدایا ہم نے مٹی کو لہو جابرا اور پیدایا ہم نے لہو جے  
برے کو برٹی گوشت کی پس پیدایا ہم نے برٹی کو ہڈیاں، پھر پتا دیا ہم نے ہڈیوں کو گوشت  
پھر پیدایا ہم نے اس کو پیدائش اور پس بہت برکت والا ہے۔ اللہ بہتر پیداکرنے والا ہے  
تسہیل انسان اول کو اچھے سے اچھی گندمی برٹی مٹی کے ست سے پیدایا، پھر نسل آدم کے  
ایک ایک فرد کو رحم مادر میں ایک محفوظ جگہ پہلے ہرے نطفہ کی شکل میں رکھا۔ پھر مٹی کی ایک  
بوند کو رون جاکر لوتھڑے کی شکل دی۔ پھر اس بستہ خون کو برٹی کی صورت کو تبدیل کیا۔ پھر  
ہڈیاں بنا کر ان پر گوشت پوست کا لباس پہنایا۔ ان تمام مراحل سے گزار کر آخر کار ایک پورا  
انسان بنا کر ایک نئی مخلوق بنا دیا۔

۶۔ وَاللَّهُ يَخْلُقُكُمْ مِمَّنْ تَرَوْنَ ثُمَّ مِّنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحِثُّ  
مِّنْ أَشْيَ وَلَا تَصْعُقُ إِلَّا بَعْلِيمٌ (المعارج: ۱۱)

”اور اللہ نے پیدایا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر کیے واسطے تمہارے جوڑے اور  
اور نہیں اٹھاتی کوئی حرکت اور نہیں بنتی مگر ساتھ علم اس کے کے۔“  
تسہیل: اللہ ہے جس نے انسان اول کو مٹی سے پیدایا، اور پھر باقی بنی نوع انسان کو ایک  
خیر نطفہ سے پھر تمہارے مرد اور عورت کے جوڑے بنا دیے تاکہ تم سکون اور اطمینان  
حاصل کرو اور نسل انسانی کا سلسلہ برقرار ہے۔

۷۔ أَلَمْ يَلِكْ نُطْفَةٍ مِّنْ مَّيْمَنِي يَمْنَىٰ ۖ لَئِنْ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقْتُ قَسْوَىٰ ۖ فَجَعَلْ مِنْهُ  
الذَّوْجَيْنِ الذَّكَوٰۤا وَالْأُنثَىٰ (القيصمہ: ۳۷، ۳۸)

”کیا نہ تھا ایک لہو مٹی کی سے کہ ڈالی جاتی تھی، حکم میں پھر تھا لہو جابرا۔ پس پیدایا  
اور تمہارا پیدا کیا۔ پس کیے اس میں سے دو جوڑے برابر ماہ۔“  
تسہیل: کیا اس نے اپنی پیدائش کی حقیقت پر کبھی غور نہیں کیا کہ وہ ایک خیر بری لہو مٹی جو

رحم مادر میں پٹکائی گئی۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت کا طرہ سے اسے خون کا ایک قطرہ بنایا، پھر اللہ نے اس کے جسم کو بنایا اور اس کے تمام اعضاء میں نہایت متناسب رکھا اور انہیں درست کیا۔

۸۔ وَ اَنَّهُ خَلَقَ الذَّوْجَيْنِ الذَّكَوٰۤى وَالْاُنثٰۤى ۚ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ۚ (النجمہ: ۴۵، ۴۶)  
 ”اور یہ کہ اس نے پیدا کی ہیں دو قسمیں مرد اور عورت ایک بروند سے جس وقت ڈالی

جاتی تھی،“

تسہیل: ایک حقیر قطرہ مٹی سے نرم مادہ کے جوڑے وہی پیدا کرتا ہے۔ مٹی کی بروند سے جب رحم مادر میں پٹکائی جاتی ہے۔

۹۔ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنَّ خَلْقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لَّتَسْكُنُوْا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنِکُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ ذٰلِکَ لَا یَتَّبِعُ تَقْوٰی مَنِ تَتَفَكَّرُوْنَ (الرومہ: ۲۱)  
 ”اور نشانیوں اس کی سے ہے۔ یہ کہ پیدا کیا واسطے تمہارے آپس تمہارے سے جوڑتا کہ آرام پکڑو تم طرف اس کی اور کیا درمیان تمہارے پیارا درمہربانی تحقیق چچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ فکر کرتے ہیں۔“

تسہیل: اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے آرام و سکون کے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں پیدا کیں، پھر دونوں میاں بیوی کے درمیان الفت و محبت ڈال دی جو مرد اور عورت کے درمیان جنسی محبت اور مہذبہ و کشش کا باعث ہے اور رحمت ڈال کر دونوں کو روحانی تعلق سے جوڑ دیا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے غیر خواہ غمخوار و رنج و راحہ میں شریک بنتے ہیں، خود فکر کرنے والوں کے لیے بلاشبہ اس میں نشان قدرت موجود ہے۔

۱۰۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ ۚ خُلِقَ مِنْ تَمَآءٍ وَّ دَاقِقٍ ۚ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِیْبِ (الطارق: ۵، ۶)  
 ”پس پلہ سے کہ دیکھے آدمی کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے پانی اُچھلنے والے سے نکلتا ہے ہڈیوں پٹھہ باپ کی سے اور پھانسیوں ماں کی سے۔“

تسبیل : لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی پیدائش کے مراحل و مراتب پر غور کرے کہ کسی طرح ایک جرثومہ سے استقرارِ محل کے بعد ماں کے پیٹ میں جبرئیل کی نشوونما پاکر زندہ انسان کی صورت میں پیدا ہوا ہے۔ وہ پھل کر نکلنے والی مٹی کے ٹکڑے سے پیدا ہوا ہے جو مرد کی بیٹھ اور حوض کی سیڑیوں کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

۱۱۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا (الفرقان: ۵۴)

”اور وہ ہے جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی پس کیا واسطے اس کے بنانا اور کسرال اور ہے پسر و گار میرا قادر“

تسبیل : اللہ ایسی ذات ہے جس نے ایک حیر پانی کی بوند سے انسان جیسی حیرت انگیز مخلوق پیدا کی مگر اس پر مزید کشمیر کہ اس نے نسب اور کسرال کے دو الگ الگ سلسلے چلائے اور مرد و عورت بنائے جو انسانیت میں یکساں مگر خصوصیات نفسیاتی میں نہایت مختلف ہیں واقعی تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔

۱۲۔ اقْوَمُ يَتَذَكَّرُ لِمَا سُئِنَ ۚ مَا تَلَقَّوْنَهُ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ (الواقعة: ۳۵)

”کیا پس دیکھا تم نے جو مٹی ڈالتے ہو تم۔ کیا ہم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ تسبیل : تم لوگوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم جو حیر مٹی کی بوند عورتوں کے رحم میں ٹپکتے ہو کیا اس لفظ سے تم بچہ پیدا کرتے ہو یا ہم اس کے بنانے والے ہیں، اگر تم ہی پیدا کرتے ہو تو اپنی حسب خواہش کیوں نہیں بناتے، حالانکہ ہم اپنی خواہش کے مطابق بناتے ہیں۔

۱۳۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ (النحل: ۴)

”پیدا کیا انسان کو نطفہ سے، پس ناگہاں وہ جگڑنے والا ہے ظاہر“

تسبیل : اپنی پیدائش پر دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا لمحہ ہی تو ہے کہ اس نے ذمہ داری بوند سے انسان کو پیدا کیا عقل و شعور دے دیے تو دیکھتے دیکھتے وہ ایک جگڑا عربی اٹھا ادا کہنے لگا کہ دوبارہ کون کس طرح پیدا کرے گا؟ اتنی جلد ہی اس کو اپنی پیدائش کا سلسلہ بھول گیا۔

۱۴۔ وَكَمْ يَذَرُّ الْإِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ (النسب: ۱۳۱)

”کیا نہیں دیکھا آدمی نے یہ کہ پیدا کیا ہم نے اس کو پانی منی کے سے پس ناگہماں وہ  
جھگڑتے ہیں ظاہر“

تسہیل : اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا انسان اس معاملہ پر غور نہیں کرتا کہ اسے بروم سے  
بس میں صرف جرثومہ حیات کے سوا کچھ نہ تخلیق کیا مگر وہ بجائے مجبور و انکساری کے الٹا جھگڑا  
شرع کر دیتا ہے۔

۱۵۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبُعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاهُ مِن تَرَابٍ  
ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُّخَلَّقَةٍ  
لِّنُسَبِّتَنَ لَكُمْ وَنَقَرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُ  
كُم مِّنْ بَطْنِ الْأَرْحَامِ (الحجر ۱۲ : ۵)

”اے لوگو! اگر ہر تم میں سے شک کے پھر جی اٹھنے سے پس تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم  
کو مٹی سے پھر لطفے سے پھر لہو جے ہرے سے پھر لٹی صودت بنی ہوئی سے اور بن بنی ہوئی  
سے تاکہ بیان کریں واسطے تمہارے اللہ ٹھہراتے ہیں ہم اس کو بیج رحم کے بتنا چاہیں ایک  
وقت مقرر تک پھر نکالتے ہیں ہم تم کو بچہ“

تسہیل : لوگو اگر تمہیں اس بات پر یقین نہیں ہے کہ مرکزِ دعباء اٹھو گے۔ ہم ذرا اپنی پیدائش  
کے مراحل پر غور کرو کہ نرس انسان کی ابتداء آدم علیہ السلام سے کی گئی۔ انہیں براہ راست مٹی سے  
پیدا کیا گیا۔ پھر ان کی اولاد و نسل انسانی کا سلسلہ لطفے سے پلایا گیا۔ نطفہ سے خون کا لوتھر ڈالنا  
ہے پھر گردش کی شکل اختیار کر گیا ہے جو کبھی کامل اور شکل والی اور کبھی ناقص الاعضاء یا بے  
شکل ہوتی ہے۔ یہ بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ انسانوں کے سامنے حقیقت کی حدود  
کشا لی ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ جس نطفے کو چاہے ہیں۔ حاملہ کے رحم میں ایک خاص وقت  
پیدائشی تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر اسے بے بس بچے کی صورت میں باہر نکال لاتے ہیں۔  
ان آیات کی ریات کو پڑھیں ان کے ترجمہ پر غور کریں۔ دیکھیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کسی  
ایک مقام پر بھی سیدنا جیسی علیہ السلام کو اس ضابطہ تخلیق انسانی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے؟  
ہو سکتا ہے کہ آپ کو خیال ہو کہ ان آیات میں اگر میل علیہ السلام کو اس ضابطہ تخلیق انسانی

سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔ تو کیا صرف یہی آیات کریمات ہیں جن میں اس ضابطہ تخلیق انسانی کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کسی دوسرے مقام پر اس ضابطہ تخلیق انسانی سے میل علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔

برادر من! اس ضابطہ تخلیق انسانی کے سلسلے میں ادھر پر پندرہ آیات درج کی گئی ہیں لیکن آپ سے اور آپ کے اس نظریہ رکھنے والوں سب سے بولنا تھا وہیں صرف ایک آیت قرآنی کا مطالبہ ہے۔ جس میں میل علیہ السلام کی تخلیق کو اس ضابطہ تخلیق انسانی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔ وہ آیہ کریمہ تحریر کر کے روانہ فرمائیں اور ہم سے اس نظریہ سے دست برداری کا اقرار لیں۔ **هَاتُوا بُرْهَانَ كُنْتُمْ صَادِقِينَ**۔

ایک گزارش؛ ممکن ہے آپ کے ذہن میں آئے یا کوئی دوسرا آپ کے ذہن میں ڈال دے کہ قرآن مجید میں ہے؛

**إِنَّمَا عَلَّمْنِي عِندَ اللَّهِ كَثِيرًا أَدَمُ وَمَخْلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۲۰)**

جسے شک میں علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی سی ہے۔ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو کہا کہ ہو۔ پھر وہ ہو گیا۔

پہلا غلط استدلال؛ اس آیت کریمہ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ اس آیت کا ضابطہ تخلیق انسانی سے کوئی دور کا بھی واسطہ ہے ہرگز نہیں۔

چونکہ عیسائی میل علیہ السلام کو "اللہ کا بیٹا" "اللہ" اور "اللہ کا تیسرا حصہ" قرار دیتے تھے اور ان کے اس نظریہ کا تعلق صرف ان کی اپنی ابو اور عواہشات سے تھا۔ اس کا کوئی ثبوت عقلی و نقلی ان کے پاس ہرگز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے ان نظریات کا دھڑک نہ دیا کہ آدم ہر مٹی سے تخلیق کیے گئے۔ آدم زادہ بھی ہمیشہ تخلیق آدم ہی کا مثل ہو سکتا ہے۔ یعنی آدم اگر اصل ترابی پیدا نش ہیں۔ تو مثل آدم نسل ترابی ہو کر اس کا مثل ہے۔ اور بس طرح آدم مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں، ہم وہ "اللہ کا بیٹا" "اللہ" یا "اللہ کا تیسرا حصہ" نہیں ہیں، ایسے ہی خلیل آدم بھی آدم زادہ نسل ترابی ہے "اللہ کا بیٹا" "اللہ" یا "اللہ کا تیسرا حصہ" نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے؛

**ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَدُونَ مَا كَانَ لَهُ أَنْ يَتَّخِذَ**



مِنْ وَلَدٍ سُبْحَنَهُ وَإِذَا اقْتَضَىٰ امْرَأَتُهَا كَمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (مائدہ: ۳۵)

”یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا بات حق کی وہ مجروح اس کے شک کرتے ہیں۔ نہیں لائق واسطے اللہ کے یہ کہ پکڑے اولاد پاکی ہے۔ اس کو جب مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سولے اس کے نہیں کہ کہتا ہے اس کو ہر پس وہ ہوتا ہے۔“

فور کیجیے کس معنائی سے اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرمادی ہے کہ اے گروہ نصری تم عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح اللہ کی اولاد یعنی اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہو۔ اللہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ بلکہ دوسری غلطی کی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے کلمہ ممکن ہی سے غلطی ہیں۔

نیز خیال رہے کہ میں طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ثیل آدم ہیں اسی طرح سیدنا عثمان غنی ثیل مسیح علیہ السلام ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عُمَانَ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (ابوداؤد ج ۴)

جسے شک عثمان کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ ابن مریم کی مثال کی سی ہے۔ ظاہر ہے سیدنا عثمان غنی جن کو ثیل عیسیٰ کہا گیا ہے۔ ان کی ولادت کبھی بلا باپ تسلیم نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی اس حدیث کا یہ مفہوم ہے۔ بلکہ وہی مماثلت ہے جو ثیل آدم ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف ص ۵۵ میں بحوالہ مسند احمد علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعيسى عليه السلام: فإني فليك مثل عيسى الخ

کہ علی رضی اللہ عنہ بھی ثیل عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو کیا وہ بے پدری ولادت میں ثیل ہیں ہر گز نہیں۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی ثیل آدم ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں کہ بے پدر ہوں۔

قرآن مجید میں ہے :

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا خَائِضٍ يَغِيظُ يَجْنَاهُ (الأنعام: ۳۸)

”اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اس سے ساتھ دو بازو اچھے کے مگر یہ سب تمہاری مثل امتیں ہیں۔“

اور اس طرح کی تشبیہات قرآن مجید میں بہت بلکہ موجود ہیں :

كَمْثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا (البقرہ: ۲۴: ۱۰) مَثَلُهُ كَمْثَلِ صُفْوَانٍ (البقرہ: ۲۴: ۱۱)  
 كَمْثَلِ حَبَّةٍ (البقرہ: ۲۴: ۲۶۱) ایسی بیسیوں مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔  
 دوسرا غلط استدلال: اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خابطہ مملوق انسانی  
 کے خلاف کلمہ ”مکن“ سے پیدا ہوئے۔ چونکہ مذکورہ آیت میں بھی ”مکن“ ”فیکون“ کے الفاظ آئے  
 ہیں۔ لہذا یہاں بھی یہ ماسیہ خواہ مخواہ پڑھا دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں جو کچھ موجود ہے  
 وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ ”مکن“ ہی سے وجود میں آیا ہے۔  
 اس میں آدم علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ كُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ  
 يُخْرِجُكُمْ بِطَنٍ ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّ كُمْ يَسْكُونُوا شَيْئًا وَمِنْ  
 كُمْ مَنْ يُتِمُّونَ فِي مَنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوا أَجَلَ مُّسَمًّى وَ تَعْلَمُكُمْ تَعْقِلُونَ  
 هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ  
 فَيَكُونُ (مؤمن ۳۰: ۶۷، ۶۸)

”وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر لکاتا ہے  
 تم کو بچہ پھر پالتا ہے تم کو تاکہ پہنچو جوانی اپنی کو پھر تاکہ ہو جاؤ تم بڑے اور بعض تم میں سے وہ  
 ہے کہ مر جاتا ہے پہلے اس کے اور تو کہ پہنچو وقت مقرر کو اور تو کہ تم قتل کر لو وہی ہے جو  
 جلاتا اور مارتا ہے۔ پس جبکہ مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اس کے نہیں کہ کہتا ہے اس  
 کو ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔“

براہِ رس! طور کریں آیت مذکورہ میں کہنے واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا  
 ہے کہ ہر انسان کی تخلیق پھر مدارج تخلیق۔ پیدائش۔ بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا رُفِیٰ نظم زندگی اور  
 موت سب کلمہ ”مکن“ ہی سے ہیں۔ بلکہ اس پوری کائنات میں انسانی تخلیق ایک معمولی تخلیق  
 ہے۔ اس سے قوی تر تخلیقات موجود ہیں۔ اور وہ سب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمہ ”مکن“ ہی سے  
 خلق ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَخَلِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْكَبُوْ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ الْكٰثِرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (مومن: ۵۴)

”البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بہت بڑا ہے۔ پیدا کرنے لوگوں کے سے اور

لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

بَرِّئُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاَنۡمَآ یَقُوْلُ لَهُ کُنْ فَاَیۡکُوْنُ (البقرہ: ۱۱۷)

”پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا۔ اور جب مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سمائے اس

کے نہیں کہ کہتا ہے۔ واسطے اس کے ہر پس وہ ہو جاتا ہے۔“

برادر من! پھر غور و فکر کریں آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوا اللہ کی قدرت

سے ہوا جو کچھ ہے وہ اللہ کی قدرت سے ہے۔ اور جو کچھ ہوگا وہ اللہ کی قدرت سے ہو

گا۔ اور اس قدرت الہی کا کلمہ ”کن“ سے اظہار مقصود ہے۔

اللہ قادر نہ ہوتا تو یہ کائنات وجود ہی میں نہ آتی اور نہ ہی اس کائنات کا نظام کبھی

قائم رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے ہی سے یہ کائنات ہے اور اس کا نظام بھی قائم

ہے۔

دیکھئے انسان کا انسان ہونا اور گمے کا گمہا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ اب اگر

کوئی انسان بغیر ہر گمہا کے عا انسان بن جائے تب میں تسلیم کروں گا کہ اللہ قادر ہے؟

لیکن جب وہ گمہا گمہا ہی رہے۔ انسان نہ بنے تو کیا سوال پیدا کرنے والے کو یہ حق ہے

کہ وہ پکار اٹھے اللہ قادر نہیں ہے۔ یا ہمارا اور آپ سب کا یہ حق ہے کہ ایسا سوال پیدا کرنے

والے کو انسانی عقل و صورت میں دیکھتے ہوئے از روئے عقل و عقل گمہا تسلیم کر لیں؟

كَأَنۡتَ بِرُءُوۡا یَاۤ اُولٰٓئِیۡہِ السَّآۡبِ

برادر من! پانی کی معافی جمادات کا جو دالگ کا بھانا اور برف کا چھٹنا منکر کی مٹھاس اور

خفیل کی گودا ہٹ، کہ ہے کی سختی اور مٹی کی نرمی، مات کا اندھیرا اور سورج کی روشنی، بادل کا آنا اور

دھوپ کا چمکنا، پھولوں کی خوشبو اور جنگ کی بدبو، کڑوں کی کائیں کائیں اور چڑیوں کی چمک، سب

اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کی مظہر ہیں۔

إِنَّا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الایہ) کا یہی مطلب و مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
 جس چیز کے لیے جو چاہا ہے، انداز مقرر فرمایا ہے۔ جو اس سے کبھی منکف نہیں ہوتا، اس قادر مطلق  
 نے اپنی قدرت کامل سے انسان کو انسان اور گمے کو گمہ بنایا ہے۔ نیز یہ کہ انسان کا انسان رہنا  
 اور گمے کا گمہ رہنا ہی اس کی قدرت کی گوشہ سازی ہے۔ کیونکہ وہ خود فرمایا ہے۔

مَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدَيْ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَالَمِينَ (ق ۵۰ : ۲۹)

”ہمیں بدلی جاتی بات میرے پاس اور نہیں ہوں میں ظلم کرنے والا واسطے بندوں کے“  
 لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ (مِیون) ”اللہ تعالیٰ کے کلمات میں اول بدل نہیں ہے۔“  
 لَا مُبْدِلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (الانعام ۱۱۵ : ۶)  
 ”نہیں کوئی بدلنے والا بات اسکی کو اور وہ سننے والا بلانے والا ہے۔“

اور یہی مفہوم ہے اس آیت کریمہ کا ارشاد ہے :

إِنَّا رَبُّكَ فَاعْلَمْ لِمَا يُزِيدُ (هود ۱۰۴ : ۱)

”تحقیق پروردگار حیران کنے والا ہے۔ جو وہ ارادہ کرتا ہے۔“

برادر من افر کوئیں اگر بالی کو روانی عطا کی ہے تو اس نے اپنی مرضی سے کی ہے اور  
 اگر جادات کو جمود بخشا ہے تو اس نے اپنی مرضی سے بخشا ہے۔ نہ کسی دوسرے کے اشارہ  
 پر۔ آگ کو جلانے کی قوت دی ہے تو اس نے اپنی شان عظمت سے دی ہے، نہ کہ کسی کی  
 سفارش پر۔ اگر شکر کو مٹھاس دی ہے تو اس نے اپنی حکمت کاملہ سے دی ہے، کسی دوسرے  
 کے ارادے سے نہیں۔ نیک کام کرنے والوں سے اس نے جنت کا دھہ فرمایا ہے تو  
 اپنی قدرت و مادہ سے اور برے کاموں کا بدلہ دوسرے سنایا ہے تو اس نے اپنی شان جلالی  
 سے سنایا ہے۔ اور جو اس نے کہا ہے ”کیا ہے، کر رہا ہے اور کرتا رہے گا بغیر تغیر و تبدل کے۔“

برادر من اقرآن مجید کی بتاتی ہوئی ہدایات اور احاطہ کیے ہوئے قوانین قدرت کے  
 مطابق جو شخص سیدنا حبیب علیہ السلام کی ولادت باسعادت کو ضابطہ تخلیق انسانی کے تحت  
 نسل آدم میں شمار کرتے ہوئے، اولاد آدم کے مطابق بیان کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت  
 کا انکار کر رہا ہے۔ بیا اللہ کی کتاب قرآن مجید کے کیے ہوئے احاطہ اور اٹھائی ہوئی آواز

کو بلند سے بلند تر کر رہا ہے۔ ارشاد ہے :  
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ - فافهم - فتدبر۔

۲۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت معجزہ نہیں ہے؟  
 برادر من! معجزہ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے کہ:  
 ”جس کے ظاہر کرنے سے نبوت کی تصدیق مقصود ہو اور اس کے لیے سات شرطیں  
 قرار دے دی گئی ہیں ① مدعی نبوت سے ظاہر ہو ② دعویٰ پر مقدم نہ ہو ③ دعویٰ کے  
 موافق ہو ④ جی کا مکتب نہ ہو ⑤ اس کا معارضہ ناممکن ہو ⑥ خدا کا فعل ہو ⑦ عادی  
 عادت ہو۔“

یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ آپ کے ہاں معجزہ کی تعریف کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے اس کی  
 کوئی تعریف نہیں فرمائی اور یہ بھی معلوم نہ ہے کہ اوپر درج کی گئی معجزہ کی تعریف آپ کے  
 نزدیک بھی درست ہے یا نہیں؟  
 اگر معجزہ کی تعریف یہ نہیں ہے۔ تو جب تک آپ معجزہ کی تعریف بیان نہ کریں اس سوال  
 کا جواب ممکن نہیں ہے۔

اگر مذکورہ تعریف درست ہے جس کو کتب اسلام میں تسلیم کیا گیا ہے۔ تو ان سات  
 شرطوں کا تجزیہ کر کے خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت معجزہ ہے؟  
 تجزیہ یہ:-

۱۔ مدعی نبوت سے ظاہر ہو۔

وہ کون سے نبی ہیں جن سے یہ معجزہ ظاہر ہوا؟ عیسیٰ علیہ السلام تو ہو نہیں سکتے کیونکہ  
 ان کی اپنی ولادت کا سلسلہ ہے۔ کیا ولادت سے پہلے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا  
 دعویٰ کر دیا تھا؟

کیونکہ معجزہ مدعی نبوت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور نبوت کا دعویٰ خواہ کتنی ہی کم ہوتی میں ہو  
 وہ ولادت سے پہلے ممکن نہیں، وضاحت مطلوب ہے۔

اور یہ وضاحت ان دوستوں اور بزرگوں کے ذمہ ہے جو ولادت مسیح کو معجزہ کہتے ہیں۔ اگر نہیں تو فی الواقعہ یہ معجزہ بھی نہیں۔

۲۔ دعویٰ پر مقدم نہ ہو۔

کسی سابق نبیؑ نے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوں گے؟ کہیں قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت ہے؟ جب تک یہ وضاحت نہ ہو، اس وقت تک معجزہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ دعویٰ پر مقدم ہے یا نہیں۔

۳۔ دعویٰ کے موافق ہو۔

جب تک کسی کا دعویٰ معلوم ہی نہ ہو۔ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ دعویٰ کے موافق ہے یا مخالف لہذا دعویٰ کی موافقت یا عدم موافقت کا فیصلہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب دعویٰ معلوم ہو کہ کیا کسی سابق نبیؑ نے عیسیٰ بے پدری ولادت کا دعویٰ کیا تھا

۴۔ نبی کا مکتذب نہ ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کسی نبیؑ کی تکذیب یا تصدیق کا باعث اسی وقت ہی ہو سکتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو کہ فلاں نبیؑ نے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے بغیر باپ ہونے کا اعلان کیا تھا۔ پھر وہ اس کے پیدا ہونے کو اس کی تصدیق یا تکذیب کریں۔

۵۔ اس کا معارضہ ناممکن ہے۔

معارضہ ناممکن ہونے کا کیا مطلب ہے۔ کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تقریباً ہر قوم نے من حیث القدم کسی نہ کسی نبیؑ، اوتار یا بزرگ کو بغیر باپ یا بغیر ماں اور باپ تسلیم کیا ہے۔ بلکہ کچھ لوگوں نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے۔ کہ معذرت کے واسطے زمانے میں لوگوں کی پیدائش کے لیے مردوں کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔ اور مرد ماں ہی سے لوگ پیدا ہوا کریں گے۔ پھر مرد ہی نہیں بلکہ اس پر تعجب ظاہر کیا ہے۔ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ناپاک لفظ سے پیدا ہونے والا انسان اللہ تعالیٰ سے کیسے ملاقات کر سکتا ہے برا درمن! ذرا خیال کریں کہ اس بات کو تحریر کر کے علامہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ یہی تاکہ آدم سے لے کر محمد رسول اللہ تک سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبیؑ بھی ایسا نہیں ہو کہ

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر سکے کیونکہ وہ سب مل باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ نعوذ باللہ  
نستغفر اللہ - ۴۔ ایں خیال است و محال است و جنوں  
۶۔ خدا کا فعل ہو۔

فکر کریں کہ میں میرے بھائی کے، اس کائنات میں کیا ہے جو خدا کا فعل نہیں۔ یہ اتنا بڑا سورج  
چاند۔ ستارے۔ آسمان۔ زمین۔ درخت۔ پہاڑ۔ دریا۔ چرند۔ پرند۔ درند۔ انسان۔ حیوان یہ  
سب کس کا فعل ہیں؟ بات صاف ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہیں۔ پھر بتائیں کہ اس توحید  
کی وجہ سے کوئی چیز ایسی ہے جو کہ معجزہ نہ ہو۔ کیا آپ کی اور ہماری سب کی پیدائش اللہ تعالیٰ  
کا فعل نہیں ہے؟ اگر یہ سب کچھ معجزہ ہیں تو پھر کس کو انکار ہے  
۷۔ خارجی حادث ہو۔

خارجی حادث ہونے سے کیا مراد ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ سلسلہ اسباب اور اصول  
فطرت کے خلاف ہو تو سوال یہ ہے کہ آیا معجزہ واقع بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟  
انسان کو جس قدر علوم حاصل ہوتے ہیں ان کی مدد سے ہیں، بدیہیات اور نظریات  
بدیہیات وہ امور ہیں جو بغیر استدلال و احتجاج کے ان کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ  
آفتاب روشن ہے۔ آگ جلاتی ہے۔ گل جز سے بڑا ہوتا ہے۔ دو متناقض ایک جگہ جمع  
نہیں ہو سکتے۔

نظریات وہ امور ہیں جو غور و فکر اور استدلال سے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا موجود  
ہے۔ عالم حادث ہے وغیرہ۔

اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی نظری بدیہی کو باطل کرنا ہو تو اس نظری کو غلط کہیں گے  
کیونکہ علوم نظری بدیہیات میں خلل انداز نہیں ہو سکتے۔

مثلاً یہ کہ جب ہم کسی نوجوان انسان کو دیکھتے ہیں تو ہم کو قطعی یقین ہوتا ہے کہ یہ  
شخص کئی منازل طے کر کے آیا ہے۔ پہلے وہ جم پڑھا۔ پھر رم سے بچہ ہو کر نکلا۔ بچہ سے جوان  
ہوا اور اگر زندہ رہا تو یقیناً بوڑھا ہو گا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر کوئی یہ کہہ دے کہ  
وہ دفعتاً جوان ہی پیدا ہوا تو ہم یقین کریں گے کہ اس کا بیان غلط اور باطل ہے۔

یسی وجہ ہے کہ معجزات کی تعریف کے غرور بخود ایسے امور کو خارج از معجزہ قرار دے دیا ہے۔ فشرح موافق میں ہے کہ:

والمعجزة عندنا ما يقصد به تصديق مدعى الرسالة وان لم يكن غارقاً للعادة  
معجزة کی تعریف ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس سے مدعی نبوت کی تصدیق مقصود  
ہو نہ یہ کہ وہ فرق عادت ہو۔

مختصر یہ کہ معجزہ غرقِ مادت کا نام نہیں ہے۔

ہم روزانہ انسانی بچوں کو دیکھتے ہیں کہ پیدائش کے ذلت ان کے اعضاء ترکیبی میں دو  
ہاتھ دو آنکھیں، دو کان، دو پاؤں، ایک منہ ایک ناک اور ایک پیٹ ہوتا ہے۔ لیکن اگر  
کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جس کا ایک ہاتھ ایک آنکھ ایک کان ایک پاؤں ہے تو نہ یہ فرق عادت  
ہوگا۔ نہ ہی اس کو معجزہ کہیں گے۔ کیونکہ قالون الہی نے اس کی وضاحت فرما دی ہے  
ارشاد باری ہے کہ:

اِنَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ كُلُّ شَيْءٍ اِنْتِزَاعًا مِّنْ اَرْحَامٍ وَمَا تَوَدَّ (الزمر: ۸۱)

”اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اٹھاتی ہے ہر عورت اور جو کچھ کہہ کر تے ہیں رحم اور  
جو کچھ بڑھاتے ہیں۔“

یہ اعضاء ترکیبی میں کونسا عضو کم ہو گا یا زیادہ یا بالکل معدوم ہو گا۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ  
ہی کو ہے۔ اور ایسا ہونا خرقِ مادت اس لیے نہیں کہ عادت جاریہ میں کمی بیشی کی وضاحت  
کر دی گئی ہے۔ اور معجزہ اس لیے نہیں کہ کسی ستم یا کمزوری یا امر معنی کا نام معجزہ نہیں  
ہوتا، بلکہ معجزہ ایک واضح اور بین امر ہوتا تھا جو نبوت سے وابستہ تھا۔

در اصل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیہ بیان فرمایا ہے  
اور اس آیت کے لفظ ہی سے لوگ معجزہ کی طرف مائل ہو گئے اور بعد میں نسل بعد نسل  
اس نظریہ کو قومی نظریہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا، قرآن مجید میں ہے:

وَنَجْعَلُهَا آيَةً لِّلنَّاسِ اور ہم نے اس کو لوگوں کیلئے نشانی بنا دیا۔

اس مسیح علیہ السلام کو نشانی ثابت کرتے کرتے ولادت مسیح پر بات لگا دی



کہ یہ نشانی اس لیے ہیں کہ ان کا باپ دھما۔

حالانکہ آیت کے معنی ملامت یا نشانی کے ہیں۔ اور ملامت ہمیشہ اس پر جس کی وہ ملامت ہوتی ہے، دلالت کرتی ہے۔ دوسرے مضمون کی آیت کے معنی دلالت کرنے والے کے ہرے جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ان الایۃ ہی الدلالات لکھا ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید کے فقرے بھی خدا کی وصایت اور انبیاء کی نبوت اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہیں اس لیے اس کے ہر فقرہ کو آیت کہتے ہیں۔

رات دن، شمس، قمر، ارض، آسمان، انگور، کھجور، چراگاہ، اتاج کے دانے، انار، زیتون، جادات، نباتات، حیوانات اور مرد و نر انسان کو قرآن مجید میں آیت یا آیات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بار بار پڑھیں اور غور و فکر کریں کہ یہ اللہ کا کلام ہے:

ارشاد باری ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

”اور نشانیوں میں اس کی ہے یہ کہ پیدا کیا تم کو مٹی سے“

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

”اور نشانیوں میں اس کی ہے یہ کہ پیدا کیا واسطے تمہارے آپس تمہارے سے

بڑا دیوی تاکہ آرام پکڑو تم طرف اس کی“

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاعْتَدَلَ الْبَيْتَ لَكُمْ وَأَلْوَانَكُمْ

”اور نشانیوں میں اس کی ہے پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اختلاف بولہوں

تمہاری کا اور رنگوں تمہارے کا“

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاءُكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

”اور نشانیوں میں اس کی ہے سونا تمہارا بیچ رات کے اور دن کے اور ڈھونڈنا

تمہارا فضل اس کے سے“

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

”اور نشانوں اس کی سے ہے۔ کہ دکھلاتا ہے تم کو بجلی ڈر سے اور امید سے، اور اُتارتا ہے آسمان سے پانی پس زندہ کرتا ہے ساتھ اس کے زمین کو پیچھ مرنے اس کے کہ“  
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ (الزمر ۲۰ تا ۲۵)

”اور نشانوں اس کی سے ہے۔ یہ کہ قائم ہیں آسمان اور زمین ساتھ حکم اس کے کہ“  
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّياحَ مُبَشِّرَاتٍ وَرَاسٍ يُقَكِّمَنَّ رَعْمَتِهِ وَرَاسٍ جَوِيَّ الْفُلُكِ بِأَمْرِهِ وَكَيْتَبَتُغْوَا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (الزمر ۲۶)

”اور نشانوں اس کی سے ہے۔ یہ کہ بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں اور تاکہ چکھا دے تم کو مہربانی اپنی سے اور تاکہ جاری ہو دیں کشتیاں ساتھ حکم اس کے اور تاکہ ڈھونڈ و فضل اس کے سے اور تاکہ تم شکر کرو“

بلاہ من! مذکورہ بالا آیات کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کی پیدائش کو آیت و نشانی قرار دیا ہے۔ مزد کے لیے عورت اور عورت کیلئے مرد اللہ کی نشانی ہے۔

آسمان اور زمین کی پیدائش اور انسانوں کی رنگتوں اور بولیوں کے فرق کو بھی آیات الہی بیان کیا گیا ہے۔ اور رات کا سونا اور دن کا سونا بھی اللہ کی نشانی ہے لوگوں کا دنیا کے کاموں میں مصروف رہنا۔ تجارت و ملازمت کنٹامرض کہ دنیا کا ہر جائز کام اللہ تعالیٰ کی آیت و نشانی ہے۔

بجلی کا کوکڑن۔ بارش کا برسنار زمین کا طرح طرح کی اگرو می لکانا بھی اللہ تعالیٰ کی آیت و نشانی ہے زمین و آسمان کا قائم رہنا بھی اللہ کی نشانیوں میں سے نشانی ہے۔ موافق ہواؤں کا چلنا۔ دریاؤں میں کشتیوں اور بحری جہازوں سے مال برداری کا کام لینا اور دوسرے تجارت کے طریقوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ اور ان آیات سے قرآن مجید بھر پڑا ہے۔

اب پھر خود کریں کہ مسیح کو آیت کہتے سے ولادت مسیح کا معجزہ کس طرح بن گیا۔



کے باپ کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے، تب صحیح ہوتا جب باقی سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باپوں کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہوتا۔ اگر آپ سے مرض کیجائے کہ آپ صرف ابن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فہرست تیار کریں۔ جن کا ذکر قرآن و حدیث میں آیا ہے۔ اور پھر اس کو یوں پڑھیں کہ باپ کے خاندان میں باپ کا نام اور ماں کے خاندان میں ماں کا نام لکھ دیں۔ اور حیثی کی ولادت کا خاندان خالی رہنے دیں۔ اس کو ہم مکمل کر دیں گے۔ تو کیا آپ کر سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔

تو کیا جن انبیاء علیہم السلام کے باپوں ہی کا نہیں بلکہ ان کی ماؤں کا نام بھی آپ قرآن و حدیث سے نہ تحریر کر سکتے، تسلیم کریں گے کہ ان کے نہ باپ ہیں اور نہ مائیں اور وہ سب انبیاء و انبیاء غیر ماؤں اور باپوں کے پیدا ہوئے تھے؟ اگر ہو سکتا ہے تو بہت صاحبِ ہمت فرمائیں۔

ظاہر ہے کہ یہ صحیح نہیں تو پھر آپ کا یہ سوال کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے؟ کیسے درست ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کا یہ سوال بالکل مہمل اور بے جا ہے۔ بلکہ وعدہ از نقل و نقل ہے۔ لہذا اس غلط سوال کا صحیح جواب یہی ہو سکتا ہے کہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انسان تھے جو نسل انسانی سے تھے۔ جن میں عیسیٰ علیہ السلام کا بھی شمار ہے۔ اور سب انسانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ

یہاں اس ذکر سے مراد باپ اور انثیٰ سے مراد ماں ہے۔ لہذا جو نسل انسانی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ باپ اور ماں ہی سے پیدا ہوا ہے۔ آج تک کسی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو ذریتِ آدم اور نسل انسانی سے خارج نہیں کیا۔ اور نہ ہی خارج ہو سکتے ہیں۔

اور جب تک کسی کا تعلق نسل انسانی سے قائم ہے۔ وہ ضابطہ تخلیق انسانی کا پا جہ ہے خواہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ غور عیسیٰ علیہ السلام کو درود انبیاء اور نسل انسانی سے اللہ کی حمد کی کرنے والا انسان فرما رہے ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي إِلَٰهٌ مُّكَتَبٌ ۚ وَالْحُكْمُ وَالشُّبُهَاتُ لَكُمْ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ (ال عمران ۳: ۷۹)

”ہمیں ہے لائق واسطے کسی آدمی کے یہ کہ وہ اس کو اللہ کتاب اور حکمت اور پیغمبری

پھر کہے واسطے لوگوں کے کہ ہر جاؤ تم بندے واسطے میرے سوائے خدا کے،  
 کس طرح وضاحت اور صفائی کے ساتھ سیدنا حبیب علیہ السلام کو دوسرے انبیاء علیہم  
 الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رکھ کر نسل انسانی میں شمار کر کے صیامت کی پرتخ کنی کر دی ہے  
 جو حبیب علیہ السلام کو نسل انسانی سے تسلیم کرنے کے لیے کبھی تیار نہ تھے۔

بلکہ خود حبیب علیہ السلام سے اعلان کرایا جا رہا ہے کہ :

قَالَ رَفِيعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَدْ أَشْفَى أَنْ تَكْتَبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبْرَكًا  
 آيَنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصِيَنِي بِالصَّدَقَةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَبَرًّا  
 بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلَنِي جَبَّارًا شَقِيًّا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ  
 وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ذَلِكَ هَبْنِي ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ  
 الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَسْتَوُونَ ۝

(سورہ مہمیدہ ۱۹ : ۳۰ تا ۳۵)

”کہا تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں، وہی ہے مجھ کو کتاب اور کیا ہے مجھ کو نبی اور کیا ہے  
 مجھ کو برکت والا جہاں ہوں میں اور حکم کیا ہے مجھ کو ساتھ نماز کے اور ساتھ زکوٰۃ کے  
 جب تک رہوں میں زمرہ اور غرض سلوک ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا مجھ کو سرکش بدعت  
 اور سلامتی ہوا پر میرے جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مرنے لگا میں اور جس دن اٹھوں گا  
 میں زمرہ ہو کر یہ ہے حبیبی چلا میرے کلمات حق کی وہ جو یہ اس کے شک کرتے ہیں۔“

کس قدر صفائی سے اعلان کوایا، اور اس اعلان کا وہ وقت ہے۔ جب بلوفت کے بعد  
 سیدنا حبیب علیہ السلام فوت پر فائز ہوئے۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے۔  
 ادین نبی بنایا گیا ہوں۔ اور میں برکت والا ہوں جہاں کہیں بھی ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ  
 کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اس وقت تک جب تک میں زندہ ہوں اور اپنی والدہ کی عزت کرنے  
 کا پابند ہوں جس نے مجھے جنا ہے اور سلامتی ہے مجھ پر جب میں پیدا ہوا اور جب مرنے لگا اور جب زندہ کیا  
 جاؤں گا۔ یہ میں علیؑ ایک کامل بندہ، عین کی حیثیت اور غصیت میں لوگ شہادت پیدا کرتے رہے ہیں۔  
 براہِ من! کبھی غور فرمایا آپ نے کہاں باب اور ادلائقوں اس طرح آئیں میں لازم

و مضمون ہیں کہ ان میں سے صرف ایک کا ذکر آجائے تو وہ بغیر ذکر کے موجود رہتے ہیں، آپ سے میری ملیک سلیک ایک مرحہ سے ہے۔ میں آپ کو باتا ہوں مگر میں آپ کی والدہ محترمہ کو نہیں باتا اور نہ ہی میں نے آپ کے والد کرم کو دیکھا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اسماء گرامی سے واقف ہوں کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید آپ بغیر ماں باپ کے ہوں گے۔ ہر گز نہیں بلکہ آپ کا وجود شما سے ہے۔ اس بات کی کہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اور والدہ زکوة بھی خواہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں صحیح باطن ہی ہے کہ میں ان کو نہیں باتا میرے جہان سے وہ مصدوم نہیں ہو سکتے۔ اللہ کا ولد قرار دینے والوں سے اللہ تعالیٰ خود سوال فرماتے ہیں، اویحیٰ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ مَا اَنْتِ لِيْ كُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَلَنْ تَكُنْ لَهٗ صَاحِبَةً ۚ وَخَلَقْتُ كُلَّ شَيْۤءٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْۤءٍ عَلِيْمٌ (الانعام ۱۰۶)

”پیدا کرنے والا آسمانوں کا اور زمین کا کیونکر ہر واسطے اس کے اولاد اور نہ تھی اس کے

بجود و برتری اور پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو جانتے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے لیے ولد قرار دینے والوں سے خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کتب بے عقل لوگ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ولد بنا رہے ہو جبکہ اللہ کے لیے کوئی نیکوی تو تم بھی نہیں تسلیم کرتے اور والدہ کے سوا ولد کیسے ضروری ہے کہ اگر ولد ہے تو اس کی والدہ بھی ہو اور والد بھی۔ اللہ کا ولد کہنے والوں سے یہ مطالبہ واضح کر رہا ہے کہ ولد کے لیے لازم ہے کہ اس کا والد والدہ الٰہی علیہ السلام سے بڑا ہو (اَللّٰہُ اَوَّلُ وَاَوَّلُہٗمُ وَاٰخِرُہٗمُ وَاٰخِرُہٗمُ) اللہ تعالیٰ واضح فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ولد ہیں۔ اور مریم علیہا السلام ان کی والدہ ماجدہ ہیں۔ کیا والدہ اور اس کی والدہ دونوں کا ذکر کرنے کے باوجود والدہ کے والد سے انکار ہے۔ یا تعجب! فَاَعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۚ

۴۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اگر باپ تھا تو ماں کے نام سے کیوں پکھا گیا ہے؟  
برادر من! صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

كَمَل مِنَ الرِّجَالِ كَشِيرٌ وَلَمْ يَكْمَلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بَلَّتْ  
عَمْرَانُ وَأَسِيَّةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ

مردوں میں بہت لوگ کامل ہوئے ہیں۔ اور عورتوں میں سے مریم بنت عمران آسیہ  
فرعون کی بیوی کے سوا ان کے برابر کی کوئی عورت کامل نہیں ہوئی۔ (جن دوسری برگزیدہ  
عورتوں کا ذکر دوسری احادیث میں کیا گیا ہے۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اگرچہ وہ ان دونوں  
سے کم ہوں اور ان دونوں میں مقابلہ سیدہ مریم زیادہ برگزیدہ ہیں) دیکھا آپ  
نے یہ وہی مریم بنت عمران ہیں جو والدہ مکرہ ہیں سیدہ ناصی علیہ السلام کی۔

قرآن مجید میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ خَدًىٰ وَطَهَّرَكَ وَطَهَّرَكَ عَلَىٰ نِسَاءٍ أَعْلَمِيْنَ ؕ (ال عمران ۴۲)

و تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تمہارے والدہ پاک کیا تمہارے والدہ برگزیدہ کیا تمہارے والدہ عورتوں

ممالک کے ؕ

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے فرمان  
کے مطابق سیدہ مریم علیہا السلام کو وہ فضیلت حاصل ہے جو دوسری عورتوں کو نہیں۔ ظاہر  
ہے کہ اس برتری کی وجہ سے سیدہ ناصی علیہا السلام اپنی والدہ ماجدہ کی کنیت سے مشہور و  
معروف ہوئے۔ اور اسی کنیت ہی سے اللہ تعالیٰ نے اُن کا بیان فرمایا۔

دیئے قرآن مجید پڑھنے میں بہت کم توجہ دینے کی عادت ڈال لی گئی ہے۔ اگر قرآن مجید  
جو اللہ کا کلام ہے پوری توجہ سے پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈال لی جائے تو  
اس طرح کے سوالات خود بخود حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید خود اپنی  
تفسیر کرتا چلا جاتا ہے۔ القرآن یفسرہ بعضہ و بعض۔

و حاصل یہ اور قسم کے دوسرے لایعنی سوال ملاؤں کی اہواز خواہشات کی پیداوار ہیں  
یا پھر تعلیم اور رسماً انسانا بعد نسل یہ دواج پاگئے ہیں۔ اور تفاسیر میں جو اسرائیلیات بھری گئی  
ہیں۔ ان سے ان کو مزید تقویت مل گئی ہے۔ اگر قرآن مجید کی تفسیر فی آیات نیز واقعات  
کو بیان کرنے کے خاص طریقوں پر نظر رکھی جائے تو ان پر پیدا ہونے والے سوالات کے دوسری

جگہوں پر خود ہی جوابات دے دیتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ہماری توجہ اس طرف نہیں جاتی۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے بھرپور ہے شاید ہی کئی سورت ایسی ہوگی جس میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ موجود نہ ہو۔ اور قرآن مجید میں بار بار موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا ذکر آیا ہے۔ امد والد مکرم کا کسی جگہ پر ذکر نہیں کیا گیا۔ ذرا توجہ دیں، ارشاد باری ہے اور نہ معلوم کہ کمال کیوں اس سے انکاری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰی اِمْرَاَتِكَ مَا يُوْخِي (طہ ۲۰: ۲۸) (اے موسیٰ علیہ السلام)

”جس وقت کہ وحی ڈالی ہم نے طرف ماں تیری کے وہ چیز کہ وحی کی باقی ہے۔“

۲۔ فَوَجَعْنَا اِلٰی اِمْرَاَتِكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ (طہ ۲۰: ۴۰)

”پس پھر لائے ہم کچھ کو طرف تیری ماں کے تاکہ ٹھنڈی ہوں انھیں اس کی اور غم کھائے۔“

۳۔ وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّرِّمُوسٰی اَنْ اَرْضِیْعَہٗ ۚ فَاِذَا اِخْفَتِ فَاَنْفَعِہٗ  
فِی الْیَمْرِ وَلَا تَخَافِ ۚ وَلَا تَحْزَنِ ۚ اِنَّا رَاٰ دُوْۤہَا اَیْنَکَ وَجَعَلُوْہُ مِنْ  
الْمُرْسَلِیْنَ ۚ (القصص ۷: ۱۷)

”اور وحی کی ہم نے طرف ماں اس کی، یہ کہ دودھ پلاتے جا اس کو پس جب ڈے تو ادھر پاس کے پس ڈال دے اس کو بچہ دریا کے اور مدت ڈر اور مدت لم کھا تحقیق ہم پھر لے والے ہیں اس کو طرف تیری اور کھنے والے ہیں ہم اس کو پیغمبروں سے۔“

۴۔ وَاصْبِرْهُ قُوَادِ اُمِّرِّمُوسٰی فِرْعَوْنَ ۚ اِنْ کَادَتْ لِتَشْبِیْہِ بِہٖ ۚ کُوْلًا اَنْ تَبْطُنَا  
عَلٰی قَلْبِہَا لِتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُسُوْمِیْنَ ۚ (القصص ۲۸: ۱۰۰)

”اور ہو گیا۔ دل ماں موسیٰ کی کا میر سے خالی تحقیق نزدیک تھی کہ البتہ ظاہر کر دے

اس کو اگر نہ بامدھ رکھتے ہم اور پر دل اس کے کے تو کہ ہوا ایمان والوں سے۔“

۵۔ فَوَدَّ دُنْہُ اِلٰی اِمْرَاَتِكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَیَعْلَمَنَّ اَنْ وَعَدَ اللّٰہُ حَقًّا  
وَلٰكِنْ اَكْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۚ

”پس پھر لائے ہم طرف ماں اس کی کے تاکہ ٹھنڈی رہیں انھیں اس کی اور نہ غم کھا دے

اور تاکہ جانے کہ تحقیق وعدہ اللہ کا حق ہے۔ لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔“



برادر من! دیکھا آپ نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کتنی وضاحت سے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا ذکر فرما رہی ہیں۔ اور کتنی بار موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ بلکہ وحی کر رہے ہیں جو انبیاء عظیم السلام کے علاوہ ممکن ہی نہیں۔ لیکن کسی جگہ پر بھی موسیٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار کا ذکر نہیں فرمایا۔ کیا موسیٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار کے عدم ذکر کی وجہ سے انکار کر دیا جائے گا کہ چونکہ والد کا ذکر نہیں فرمایا لہذا موسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں اور وہ بے پدر پیدا ہوئے ہیں۔ ہرگز نہیں ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونوں کے عدم ذکر سے وہ معدوم نہیں ہو جاتے۔ بلکہ بات وہی ہے۔ جو اوپر ذکر کی گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو والد بزرگوار پر فضیلت حاصل ہے۔ جیسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند پر سورہ اعراف میں سیدنا ہارون علیہ السلام جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے چچے بھائی ہیں۔ وہ مخاطب ہوتے ہیں۔ اپنے چھوٹے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ اُمِّ اَيَّانٍ اَلْقَوْمَ اسْتَعْنَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَفْتُلُوْا شَرِيْ (الاعراف، ۱۵۰)

”کہا اے بیٹے ماں میری کے تحقیق اس قوم نے نا توڑاں بھاٹھ کو اور نزدیک تھے کہ مار ڈالیں مجھ کو“

کیا موسیٰ علیہ السلام بغیر باپ مجھے۔ یا کم از کم یہ کہ ہارون علیہ السلام کے باپ کے بیٹے نہیں تھے؟ یقیناً موسیٰ علیہ السلام کے باپ بھی تھے اور ہارون علیہ السلام کے باپ کے بیٹے بھی تھے۔ تو پھر اپنے بھائی کو ماں کی طرف کیوں منسوب کر رہے ہیں؟ جواب دیں؟ جیسا اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو وہ فضیلت حاصل ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے والد مکرم کو نہیں۔

اگر موسیٰ علیہ السلام کے والد محترم کے عدم ذکر سے یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ سیدنا موسیٰ کا کوئی باپ نہ تھا۔ تو بالکل اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے والد محترم کے عدم ذکر سے یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا والد محترم نہیں تھا۔

کبھی غور کیا آپ نے کہ اگر موسیٰ کے باپ یا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ تو دوسرے کتھے انبیاء علیہم السلام ہیں جن کی ماؤں کا ذکر قرآن مجید یا حدیث صحیح میں نہیں ہوگا۔ کیا جن انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ان کے عدم ذکر سے ان کی ماؤں کا انکار کر دیا جائے کہ وہ صرف باپوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ دراصل بات وہی ہے کہ جو نظریہ کوئی قوم من حیث القوم مان لیتی ہے وہ اس نظریہ کو چھوڑنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتی۔ خواہ اس نظریہ کا تعلق اس قوم کی مذہبی کتاب یا اس قوم کے تسلیم شدہ نبی کی تعلیم سے دور کا بھی نہ ہو۔ افسوس! میرے بڑ دوست، اس بات پر کہ قوم مسلم کی سوچ کو کون کھا گیا۔ کاش! کہ مجھ پر فتنہ ہونے کے بجائے ذرا گردن جھکا کر اپنے سینہ ہی کو دیکھ لیتے۔

سینہ تمام داغ داغ پنبہ کھا کھا تھی؟  
مَا كُفِّرُوا مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا اتَّبَاعَ الْغُلُقِ دَرَاتِ الْغُلُقِ لَا يَفْقَهُ مِنْهُ لَحَقُ شَيْئًا

۵۔ کیا میرے پیلیا السلام کا نکاح ہوا تھا؟

۶۔ نکاح کس سے ہوا تھا؟

۷۔ نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

۸۔ حق مہر کتنا تھا۔ اور گواہ کون کون تھے؟

برادر من! آپ کے سوال ۵، ۶، ۷، ۸ چار سوالوں کے جوابات کے لیے ایک تحریر الگ روانہ کر رہا ہوں۔ لہذا اس ساتھ تحریر کو ایک بار بغور پڑھ لیں۔ اس کتاب کے قارئین سے بھی گزارش ہے کہ ”پچھلے خط کا منظر جواب“ کے عنوان کی تحریر کو پڑھیں جو اس کتاب کے صفحہ ۲۷ پر درج ہے۔ اور اس میں ان چار سوالوں کا جواب موجود ہے۔

در اصل یہ اور اس قسم کے دوسرے جھوٹے سوالات جو خواہ خواہ پیدا کر لیے گئے ہیں۔ یہ صرف بیکار سمجھ کو طول دینے اور بات سے بات نکالتے جانے کی عادت سے ہیں۔ مثل ہے کہ ”ملا آں باشند کہ چپ نہ شود“ ان سوالات کا کتاب و سنت اور علم و عقل سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اگر آپ برا نہ مانے تو آپ سے یہ دریافت کیا جائے کہ آپ کی والدہ محترمہ کا نکاح

ہوا تھا، نکاح کس سے ہوا تھا؟ نکاح کس نے پڑھایا تھا؟ حتیٰ سرکش تھا اور گواہ کون کون  
تھے؟ تو آپ کیا جواب دیں گے۔

جستے یا گالیاں؟

جب آپ اپنی والدہ فخرہ کے دلہ موجود رہیں تو آپ خود ان سب سوالوں کا زندہ و  
جاوید جواب ہیں۔ اور یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ ایسے سوالات وہی کرے گا جو عقل کا  
انحصار اور فکر کا کورا ہر گا۔ خافہم یا سلیبی + قہ قہ یا جیبی کہ تنام

۹۔ عیسائیوں کا سوال کہ ”من البرہ“ کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دیا؟  
برادر من! گورشتہ سوالوں کی نسبت آپ کا یہ سوال آپ کو زیادہ وزنی معلوم ہوا اسی لیے  
آپ نے اس کے جواب پر زیادہ امر لڑ کیا ہے لیکن آپ کے اس سوال کا ماخذ کیا ہے؟  
آپ نے ذکر نہیں فرمایا۔

ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں تو یہ عیسائیوں کا سوال موجود نہیں۔ حدیث جو اسلام کا دسرا  
ماخذ ہے۔ تو اس کا حوالہ آپ کو نقل کرنا چاہیے تھا۔ جو آپ نے نہیں کیا تاکہ اس حدیث کا  
پورا مضمون مع سند دیکھ لینے کے بعد جواب دیا جاتا۔

ہر حال میری معلومات کے مطابق یہ سچان کے عیسائی مناظرین کی طرف سے  
اٹھایا گیا سوال ہے جس کا ذکر کتب تقاسیر میں کیا گیا ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے مناظرہ کے شوق میں جیسے طہطراق سے آئے اور دندان شکن جواب لے کر بھاگنے  
پر مجبور ہو گئے۔ جن کے دل اس حقیقت کو قبول کئے گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن  
فرمائی، لیکن ان کے قومی نظریات کی ہڈی ہر می نے ان کو زبان کے اقرار سے باز رکھا  
اور ایسے گئے کہ دوبارہ آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

غالباً آپ کا اس سوال سے مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں کے اس سوال کا کہ ”من البرہ“  
واقع جواب یہ تھا کہ ”فلاں“ عیسائی کا باپ ہے۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ لہذا معلوم  
ہوا کہ فی الواقع عیسائی علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔

لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ”غلاں عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے“ تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں“ اگر آپ کے خیال میں ”غلاں عیسیٰ“ کا باپ ہے“ کے الفاظ سے ہی وضاحت ہوتی ہے۔ تو کیا ”عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں“ کے الفاظ سے وضاحت نہیں ہوتی؟

برادر من! دراصل بات یہ ہے کہ آپ کے اس انداز سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ایک سنی سنائی باہر کر رہے ہیں کہ عیسائیوں نے ”من الہ“ کا سوال کیا تھا۔ بس۔ اگر آپ نے وہ روایت پڑھی یا دیکھی ہوتی تو آپ یقیناً یہ سوال ہی نہ کرتے کہ ”من الہ“ کا جواب آپ نے کیا دیا؟ کیونکہ جو جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ اس روایت کے اندر پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اور پھر جن کو یہ جواب دیا گیا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے سوال ”من الہ“ کی کوئی وضاحت نہیں ہوئی یا یہ کہ ہمیں اس کا جواب صحیح نہیں ملا۔ دیکھیں سوال اٹھانے والے عیسائی مخالفین ہیں اور وہ جواب سن کر دم بخود ہو گئے ہیں۔ ادویوں بھاگے ہیں کہ کبھی دوبارہ آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان سنی سنائی باتوں ہی نے مسلم قوم کو اس مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ایک بات کسی معتقد علیہ سے سن لی اور اپنے اعتقاد ہی کی وجہ سے اس کو دل میں پختہ کر لیا اور یہ زحمت کبھی محاورہ ہی نہ کی کہ اس سنی سنائی بات کی تحقیق بھی کریں کہ فی الواقع اس کا کوئی وجود بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا؟

پھر اس سنی گئی بات کو آگے پہنچاتے ہوئے اس میں ایسا رنگ بھرا کہ یہ بات صرف بات ہی نہ ہے بلکہ ایک عجیب بات ہو جائے اور پھر یہ سننے سنانے کا سلسلہ جوں جوں بڑھتا جائے وہ بات عجیب بات سے عجیب تر بات بن جائے جس کو محاورہ میں بات کا بتنگڑ کہتے ہیں یا پھر سے کو آ اور کتے سے ڈار کے مفہوم سے ادا کرتے ہیں۔

برادر من! یہ سوال کہ ”من الہ“ کا جواب واضح نہیں دیا گیا یا یوں ہوتا تو واضح ہوتا۔ ایک قسم کا اعتراف ہے۔ اور پھر اعتراف بھی اس شخصیت پر ہے جس سے

”من الودع“ کے الفاظ سے سوال کیا گیا اور جس شخصیت سے سوال کیا گیا وہ کوئی مفتی، پیر یا مولوی نہیں ہے۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تودہ صفات ہے۔ اور آپ پر ایسا اعتراض کلمہ ناحق ہے۔ زیر درج آیت پر غور کرو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ دَرَسُوهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونُوا لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۲، ۳۶)

”اور نہیں ہے لائق واسطے کسی مرد مسلمان کے اور نہ عورت مسلمان کے جس وقت فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام (بات) کا یہ کہ ہو واسطے ان کے اختیار اپنے کام (بات) اسے اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہ ہو نا ظاہر ہے“

اب اس روایت کے الفاظ پڑھیں نہیں بلکہ غور و فکر کریں اور سمجھیں یقیناً بات آپ پر روشن ہو جائے گی۔ آپ نے جس فراست کے ساتھ انکو فندان مکن جواب دیا ہے یہ اس محسن انسانیت کے سوا کسی دوسرے سے ممکن نہیں تھا۔ الفاظ روایت پڑھتے جائیں ترجمہ کرتے جائیں اور مفہوم و مطلب سمجھتے جائیں تاکہ اللہ والوں کا بھلا ہو جائے۔

قال ان النصاری اتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فخاصموه في عيسى ابن مريم وقالوا له من ابوه وقالوا على الله الكذب البهتان لا اله الا هو لم يتخذ صاحبه ولا ولد

”مختصر مجمع نے بیان کیا کہ قوم نصاریٰ کے کچھ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں بحث و تکرار کرتے لگے اور کہا کہ عیسیٰ ابن مریم کا باپ کون ہے؟ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھا نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی اس کے نہ کوئی بیوی ہے۔ اور نہ اولاد۔“

برادر من! روایت کا جتنا حصہ اوپر درج کیا گیا ہے اس پر غور فرمائیں گے تو آپ کو اور غور و فکر کرنے والے کو معلوم ہو جائے گا کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے یہ بخران کے عیسائی اس مرض

کے لیے حاضر نہ ہوئے تھے کہ ”من ابغى“ کا سوال کر کے عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا معلوم کریں کہ وہ کون شخص تھا اور اس کے جواب میں اگر آپ ارشاد فرمادیں کہ وہ فلاں شخص تھا تو وہ مطمئن ہو کر واپس ہو جائیں گے۔

بلکہ رعایت کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے نصاریٰ عام لوگ نہیں بلکہ نصاریٰ کے علماء کا گروہ ہے جو اپنے قومی عقیدہ کی اشاعت و تبلیغ کرنا چاہتا ہے۔

رعایت کے الفاظ فخاصہ وہ فی عیسیٰ ہیں مگر صاف بتا رہے ہیں کہ آنے والے عیسائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و تکرار کرنا چاہتے ہیں۔ جھگڑا کر کے اپنا عقیدہ منوانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کر کے اپنا اگتو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

پھر روایت میں اس بحث و تکرار کا موضوع بھی متعین کر دیا گیا ہے۔ قالوا علیٰ منہ الذنوب البھتان کہ وہ اپنی حزب ربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر بھڑوٹ اور بہتان تراش تراش کر ٹابھا کرنا چاہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ یحییٰ اور اولاد سے پاک ہے۔

یہاں ایک بات اور بھی یاد رکھیں کہ دنیا میں جس جس قوم نے اپنے کسی بزرگ، اوتار یا نبی کو اللہ یا اللہ کا حصہ یا اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے۔ اس لیے نہیں کہ ان کے قومی عقیدہ میں اس بزرگ، اوتار یا نبی کا کوئی باپ تسلیم کیا گیا تھا بلکہ پیارے محبوب یا تراشیدہ عقیدوں وہی مفروضوں اور تعلیمات پر یوں کی بنا پر ایسا ہوا کہ سابق یہ کہتے چلے آئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرِيُّ بْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ وَذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُعْصَاهُ شُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَتَى يَوْمَهُمُ الْيَوْمُ فَكُونُوا (التوبة ۳۰، ۳۱)

”اور کہا یہود نے عزیر بن اللہ کا ہے۔ اور کہا نصاریٰ نے مسیح بیٹا اللہ کا ہے یہ بات سے ان لوگوں کے جو کافر ہوئے

پہلے ان سے۔ ماسے ان کو اللہ، کہاں پٹائے جاتے ہیں؟

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (المائدہ ۱۸۵)

”اور کہا یہود نے اور نصاریٰ نے ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں“  
ظاہر ہے کہ یہودنا مسعود نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو اس لیے اللہ کا بیٹا نہیں کہا تھا کہ عزیر علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور نہ ہی یہود و نصاریٰ کے علماء کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم اس لیے اللہ کے بیٹے ہیں کہ ہم سب کا کوئی باپ نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کئی وضاحت سے فرما رہا ہے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ اور یہود و نصاریٰ کے علماء نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کی۔

اب آپ غور کریں کہ اگر ان بھران کے عیسائیوں کو یہ جواب دے بھی دیا جاتا کہ عیسیٰؑ کے ملاں باپ ہیں تو وہ اس بات کو قبول کیسے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس سے ایک نئی بحث شروع ہو جاتی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ یہ بات ہر قوم میں پائی جاتی ہے کہ جو قوم کوئی نظریہ اپناتی ہے وہ نظریہ کتنا ہی غلط ہو خود ان کی اپنی مذہبی تعلیم کے بھی خلاف ہو ورنہ ان قیاس بھی ہر وہ کبھی اس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی قومی حیثیت کو قائم رکھنے کے لیے سختی سے اس پر قائم رہ جاتی ہے۔ اور قوم کے علماء اس کو صحیح ثابت کرنے کے لیے طوع طوع کے دلائل گھڑتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جین کو ایک اور ایک کو تین کر دکھاتا ان کے لیے معمولی کام ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی صورت بن نہ آئے تو دوسری قوم کے عقائد سے الزامی جوابات تلاش کیے جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

برادر من! آپ غور کریں کہ عبرانی عیسائیوں کی یہ جماعت اللہ کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث و تکرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اقرار اور بہتان لگاتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ ثابت کرنے کی جہدات کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تحمل اور بردباری سے ان کی اس بے جا جہاد کو برداشت فرماتے ہوئے۔ اس انما دے جواباً تقریر فرماتے ہیں کہ جس بات کو نصاریٰ اپنی قومی بُنکی میں کبھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ہاتوں ہی ہاتوں میں اس طرح اقرار کر بیٹھے

ہیں کہ انجام کار وہ اس مجلس سے منہ چپا کر نکلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔  
اور یہ کمال ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست اور علم و بردباری کا جس کی مثال  
ممکن ہی نہیں۔ اللہ صلی وسلم واما ابدا ابدا

اب آپ دیکھیں کہ ختم رسل محبوب کل محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح  
اللہ کے حکم و جادئہم بالحق ہی احسن پر عمل فرماتے ہوئے نجران کے عیسائی  
علماء کی اس بحث و تکرار کا جواب ارشاد فرماتے ہیں، فرمایا،

يقال لعمري انبيى صلي الله عليه وسلم حضور اكرم صلي الله عليه وسلم نے ان نجرانی  
عیسائیوں سے استفسار ارشاد فرمایا، الستم تعلمون انه لا يكون ولد  
الا وهو يشبه اباہ، کیا تم جانتے نہیں ہو کہ بیٹا ہمیشہ اپنی شکل و صورت میں اپنے باپ  
سے مشابہت رکھتا ہے۔ مطلب صاف ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مجسم عقل دیکھو کہ وہ  
اپنی شکل و صورت میں انسان سے ملتے تھے یا اللہ سے جب کہ اللہ تعالیٰ شکل و صورت  
سے پاک ہے اور عیسائی بھی اس نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شکل و صورت سے  
پاک ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الایۃ) اس کی مثل کوئی نہیں ہے

قالوا بی عیسائی علماء کفنی صفائی سے اقرار کرتے تھے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ بیٹا اپنے  
باپ کی جنس ہونے کی وجہ سے اس سے پوری پوری مشابہت رکھتا ہے۔

قال: پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

الستم تعلمون ان ربنا حي لا يموت وان عيسى  
يأتى عليه الفناء ۱ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہمارا رب ہمیشہ زندہ ہے جس کو  
کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت  
آنے والی ہے۔

سبحان اللہ کہنے پیار سے الفاظ ہیں ”ان ربنا حي لا يموت وان عيسى يأتى  
عليه الفناء کس انداز میں حقیقت کا اعتراف کرایا جا رہا ہے۔



قالوا بلیٰ : بے ساختہ ان کی زبان پر حق جاری ہو جاتا ہے اور اقرار کرتے ہیں "بلیٰ" کہ بالکل صحیح ہے کہ ہمارا رب ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر فی الواقع موت آنے والی ہے۔

قال : حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب حرکت کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الست تعلمون ان الله عز وجل لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء : کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ صاحب عز و جلال پر آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

قالوا بلیٰ : عیسائی حاضرین کس صفائی سے تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے "بلیٰ"۔

قال : محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :  
فهل يعلم عيسى (عليه السلام) من ذلك

شيئاً الا ما علم ؟ : کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی اس میں سے کچھ جانتے تھے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو سکھایا اور بتایا گیا۔

قالوا لا : عیسائی گروہ کی طرف سے والہانہ انداز میں جواب آتا ہے

کہ "لا" نہیں فی الحقیقت عیسیٰ علیہ السلام کچھ نہیں جانتے تھے سوائے اس کے جو ان کو علم دیا گیا۔

قال : ہاوی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

فان دہنا صود عيسى في الواحد كيف شاء :

کیا اس میں کوئی شک ہے کہ ہمارے رب ذوالجلال نے عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ان کی ماں کے رحم میں جیسے چاہی بنا دی کس پیار سے اہل ادب و تقویٰ سے "دبتا" کا لفظ زبان مبارک سے نکال کر عیسائی حاضرین کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا کیونکہ اب ہم سب

کا ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اب میسائی گروہ انگشت بدندان ہی تھا کہ،

قال : رسول رحيم رسول رب كريم صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمایا

الستم تعلمون ان دينا لا ياكل الطعام ولا يشرب

الشراب ولا يحدث الحديث ؟

اے گروہ نصاریٰ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہمارا رب نہ کھاتا نہ پینے اور نہ کوئی چیز کی چیز پیتا ہے۔ اور نہ ہی کبھی اس کو قصائے حاجت کی ضرورت پیش آتی ہے بھان اللہ کیا انداز تفہیم ہے کہ :

قالوا بلى :

میسائیوں کی طرف سے اس حقیقت کا اعتراف بھی سن

لیجیے کہ بیک زبان پکاراٹھتے ہیں "بلی" ہاں یہ بات بھی

حق ہے کہ ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ ہی

اسکو کبھی قصائے حاجت کی ضرورت ہے۔

قال : الامين والصادق نبی رحمت پھر ارشاد فرماتے ہیں۔

الستم تعلمون ان عيسى حملته امرأة كما تحمل المرأة

ثم وضعته كما تضع المرأة لولد ها ثم غذى كما يغذى الصبي ثم

كان يطعم الطعام ويشرب الشراب ويحدث الحديث ؟

کیا تم جانتے نہیں ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کا حاملہ

عمل ہوا جیسا کہ دوسری عورتوں کو جائز عمل ہوا کرتا ہے۔ پھر ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام

ماں کے پیٹ سے وضع ہوئے جیسے دوسری ماؤں کے پیٹ سے بچے وضع ہوتے ہیں

پھر ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے غذا کھائی جیسے دوسرے بچے غذا کھاتے ہیں۔ پھر کھانے

کی اشیاء طلال طلب کھاتے رہے ہیں۔ پینے کی چیز طلال و طیب چیزیں پیتے رہے اور

قصائے حاجت بھی ہوتی رہی ہے۔

قالوا بلى : میسائی مناظرین اس پر بھی پکاراٹھتے "بلی" ہاں یہ بات

بھی درست ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی ماں کے پیٹ میں رہے جیسے دوسرے بچے

اپنی اپنی ماؤں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ پھر اس طرح سے ماں کے پیٹ سے وضع ہوئے جیسے دوسرے بچے وضع ہوتے ہیں۔ پھر ایسے ہی ماں کی چھاتی سے دودھ پیا جیسے دوسرے بچے دودھ پیتے ہیں۔ پھر بڑے ہو کر اطفال و طبیب اکھانے کی چیزیں کھاتے رہے۔ پینے کی چیزیں پیتے رہے اور قضاے حاجت بھی کرتے رہے۔

قال : نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :

فکیف یکون هذا کما زعمتم ؟

پھر تم ہی بتاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے کیسے ہو سکتے ہیں جیسے تم گمان کرتے ہو۔ یعنی اللہ کا بیٹا یا اللہ ۔ مگر غور و فکر کرو اور اگر بیان میں منہ ڈالو ۔

اللہ کا بیٹا : اس لیے نہیں کہ ہر بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اللہ مشابہت سے پاک ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آدم کی مثل آدم زادہ انسان ہے مشابہت تام رکھتے ہوئے ایک انسان ہے۔ اور انسان ، انسان ہی کا بیٹا اور اس کا مثیل ہو سکتا ہے ۔

اللہ : اس لیے نہیں کہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور عیسیٰؑ نہ ہمیشہ سے تھے اور نہ رہیں گے۔ اللہ کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو لازمی موت آئے گی اللہ تعالیٰ سے آسمان اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور یہ مثیل آدم کا آدم زادہ اللہ کا نبی ہو کر بھی اتنا ہی جانتے تھے جتنا کہ اللہ نے سکھایا پڑھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی ماں کے پیٹ میں نہیں رہا عیسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں رہے۔ اور اللہ نے ان کی امس تقویم انسان کی شکل میں پیدا کیا۔ اسی لیے ناکہ وہ انسانی نسل میں ایک انسانی کے ولد تھے۔

اللہ کھانے پینے سے پاک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے رہے۔ ماں کے بطن سے ایسے ہی پیدا ہوئے جیسے دوسرے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی غذا کھائی جیسے دوسرے بچے غذا کھاتے ہیں۔ اللہ قضاے حاجت کا بھی محتاج نہیں۔ عیسیٰؑ دوسرے انسانوں کی طرح قضاے حاجت کرتے رہے پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ ایک انسان ہو کر انسان کے پیٹ سے یا اللہ ہو کر اللہ کے پیٹ سے۔ ہاں ہاں جواب دو خاموش کیوں ہو ؟

قال : حضور خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

فصروا : عیسائی مناظرین عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اچھی طرح بیان کئے۔ اور اپنے باطل عقائد و نظریات کی حقیقت سمجھ گئے۔

ثم ابوا الاجحودا : پھر اپنی قومی شکست کو تسلیم کرنے سے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر پھر گئے (استیاس) اس تعصب کا کہ حقیقت کا وہ کیسا دشمن ہے؟۔ فانزل الله مژدجل - اتقوا الله لا اله الا هو الحي القيوم -

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کو نازل فرما کر جو الحمد - الله لا اله الا هو الحي

القيوم سے شروع ہوئی ہے ان سب مضامین کی تصدیق فرمادی جو اللہ کے حبیب دلوں کے حبیب محبوب کل ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجران کے عیسائی علماء کے باطل نظریات کے ابطال میں بیان فرمائے تھے - اللهم صل وسلم دائما ابدا -

برادر من! اب آپ ہی اپنے سوال "عیسائیوں کا سوال کہ من ابوه کا جواب آپ نے کیا دیا" کا جواب تلاش کریں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کیا جواب دیا؟ اور کیا اس سے زیادہ کوئی مسکت اور دمدان شکن جواب ہو سکتا ہے؟

اگر اب بھی سمجھیں نہ آئے تو بندہ دعا ہی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ کی توفیق دے۔ اب اس سے زیادہ لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں آپ ایک بار زیر نظر روایت کو پھر دیکھ لیں :

حدثني المثنى قال اسحق قال ثنا ابن ابي جعفر عن ابيه عن الربيع في قوله

الحمد - الله لا اله الا هو الحي القيوم - قال ان التصاريح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

فخا صمو في عيسى ابن مريم وقالوا له من المودة - وقالوا على الله الكذب والبهتان

لا اله الا هو لم يتخذ صاحبة ولا ولدا - يقال لهما لئن لم يلى الله عليه وسلم - الستم تعلمون

انه لا يكون ولد الا وهو يشبه اياه - قالوا بلى - قال الستم تعلمون ان ربنا

حي لا يموت وان عيسى ياتي عليه الفناء - قالوا بلى - قال الستم تعلمون ان

الله عز وجل لا يخفى عليه شئ في الارض ولا في السماء - قالوا بلى - قال قل

یعلم عینی من ذلك شيئا الا ما علمه - قالوا لا - قال - فان ربنا صوري  
 في الرحم كيف شاء - قال - الستم تعلمون ان ربنا لا ياكل الطعام  
 ولا يشرب الشراب ولا يحدث الحدث - قالوا بلى - قال الستم تعلمون ان  
 عيني حملته امرأة كما تحبل المرأة ثم وضعته كما تضع المرأة ولدها ثم  
 غذى كما يغذي العبي ثم كان يطعم الطعام ويشرب الشراب ويحدث  
 الحدث - قالوا بلى - قال فكيف يكون هذا كما زعمتم - قال فعرفوا  
 ثم ابوا الا جحودا - فانزل الله عز وجل - الحمد لله لا اله الا هو الحي  
 القيوم - (ابن جرير - الجزء الثالث ص ۱۰۱)

۱۰۔ جب امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا تو حافظ  
 عنایت اللہ افرسی صاحب کو اس کے غلطان تحریر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟  
 بلاور من! ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر القرون  
 قونی ثم الذین یوفونہم النعم الاسلام کا بہترین زمانہ وہ تھا جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 موجود تھے۔ پھر اس سے ملحق اور پھر اس سے ملحق۔

یہ بات بالکل تسلیم ہے جب ایمان کا جنوہ ہے کہ آپ کا زمانہ بہترین زمانہ تھا اور پھر  
 خلفائے راشدین کا زمانہ ایک مثالی زمانہ تھا۔ اور زمانہ اس لیے بہتر تھا کہ اس زمانہ  
 میں لوگ بہتر تھے۔ اور لوگوں ہی کو امت سے تعمیر کیا جاتا ہے۔ جس کا صان مطلب یہ  
 ہے کہ امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ وہی ہو سکتا ہے جس کی وضاحت خود رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور آپ کے بعد صحابہ اکرام نے علی ہذا القیاس۔

اور یہ بات بغیر روشن کی طرح عیاں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے قبل تھے اور زیر نظر مسئلہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود تھا۔ اب اگر  
 اس مسئلہ کے متعلق آپ کا کوئی واضح ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا  
 ہوئے تھے تو فی الواقعہ یہ مسئلہ امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور اس کا غلطان کرنے

والا مستوجب سزا ہے۔

اب بات مزید واضح ہو گئی کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث آپ بنا دیں مافظ صاحب کی ان تحریرات کو دہرایا برویا جائے گا اور یہ کام پور شیعہ اور غیبیہ طریقے سے نہیں بلکہ اعلانیاً کیا جائے گا۔ اور جب ایک بات قرن مجید میں نہ ہو، حدیث میں نہ مل سکے اور خواہ مخواہ یہ شور مچایا جائے کہ یہ مسئلہ امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے تو اس کا علاج ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مرض ہے جو لا علاج ہے۔

برادر من! دیکھیے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد پوری امت نصاریٰ متفق ہو گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ لیکن اسلام نے ان سے اس متفقہ مسئلہ پر دلیل طلب کی کہاں عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں؟ عیسائی قوم اس سنی سنائی بات پر شور مچاتی رہی۔ کیا ان کے اس متفق علیہ مسئلہ کو اسلام نے قبول کر لیا؟ یقیناً نہیں بلکہ آج تک ان سے یہ مطالبہ جاری ہے کہ کہاں عیسیٰ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں؟ اور کہاں اللہ نے فرمایا؟ بالکل اسی طرح یہود و مزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ اور کہتے ہیں اور پوری قوم یہود کا متفق علیہ مسئلہ ہے لیکن اسلام نے نہ صرف یہ کہ اس مسئلہ کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کو واضح کر دیا کہ یہ کلمہ کفر ہے اس سے باز آ جاؤ ورنہ لعنتی ہو جاؤ گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے قوم عرب میں بیسویں ایسے نظریات موجود تھے جن پر من حیث القوم پوری قوم متفق تھی۔ لیکن اسلام نے سب سے پہلے ان سے دلیل طلب کی اور جب کوئی دلیل نہ دے سکے تو ان کے اس اطلاق بھی پر دائہ کرتے ہوئے ان کی اہوا و خواہشات کو نہ صرف قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ دلائل سے ان کا سر توڑ کر ثابت کر دیا کہ تمہارے یہ نظریات غلط ہیں ان سے باز آ جاؤ زیادہ نہیں تو سورہ مائدہ اور الانعام کو بغور پڑھیں آپ پر بات بالکل واضح ہو جائے گی۔ یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ یوسف اور عزیز مصر کی بیوی کا قصہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ عمران مجید کی تبتی عربی، فارسی اور اردو تفاسیر میں ان سب

میں یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کی وفات کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کا تفصیل ذکر موجود ہے۔ درمختور۔ ابن جریر۔ روع البیان ابن کثیر اور علاوہ انہی دوسری تمام معروف تفاسیر میں نکاح کے متعلق بسند روایات درج کی گئی ہیں۔ اور پھر صرف نکاح ہی نہیں ان سے اولاد کے ناموں کا ذکر کر کے اگلے اولاد اور اولاد کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن سب سے پہلے مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاد اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی زبان سے اس کا انکار کیا اور مولانا مودودی صاحب نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور فی زمانہ علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث مدنیوں کا کھڑے کھل کر اس نکاح کی مخالفت کی اور کہہ رہے ہیں اگر اس امر مسلمہ کے نظریات کی مخالفت ظلم و کفر ہے تو مولانا محمود الحسن صاحب امدان کے بعد آنے والوں کا کیا بنے گا۔ اور اگر یہ ظلم اپنے اس نظریہ میں درست و صحیح ہیں تو سلاطین کے متعلق کیا لائے ہوگی۔ (ایسے بیسیوں مسائل ہیں لیکن یہاں صرف آپ کو اظہار کرنا مطلوب ہے) ثمر ارجع البصر۔ براہد من اسیدہ مریم رضی اللہ عنہا اور سیدہ خاتون علیہ السلام کے متعلق جو کچھ قرآن نے بیان فرمایا اور قرآن کے بعد جس طرح احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح و توضیح فرمائی وہ قبول و کفر و مرتد لگے بد سے بدتر ہے۔

لیکن جو کچھ قرآن نے اور قرآن کے بعد آقاؐ نے امدار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا اس کو قرآن و حدیث کہنا یا قرآن و حدیث کی روشنی قرار دینا یا قرآن کی سلفی تفسیر بتا کر تسلیم کرنا کماں کماں کی دیانت و امانت ہے۔ بطور نمونہ صرف ایک حصہ کی تفسیر رکھیں، قرآن مجید میں ہے،

فَاَرْسَلْنَا رُوحَنَا فَمُتَّلِمْهَا بِشَرِّ امْوَیَاہِ ۖ قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ  
مِنْكَ ۚ اِنْ کُنْتَ تَوَقِّیْا ۚ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَّبِّکَ ۚ لَا هَبْ لَدِیْ غُلَامًا زَکِیًّا ۚ

(دہریمہ ۱۵ ۱۹۰)

”پس بھیجا ہم نے طرف اس کی روح اپنی کو پس صورت پکڑی واسطے اس کے آدمی تمہارے سے۔ کہنے لگی نہایتی میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمن کے تجھ سے اگر ہے

تو پرہیزگار۔ کہنے لگا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار تیرے کا  
تو کہ بخش جاؤں مجھ کو لڑکا پاکیزہ۔ اور دوسری جگہ ہے :

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰۤسُوۡرٰٓةُ اِنَّ اللّٰهَ يَبْخُرُ لُوۡكَ بِبَحۡثَةٍ مِّنۡهُ اَسْمُہُ الْمُسۡمٰی  
ہِیۡسٰی اَبْنُ مَرْیَمَ (آل عمران ۳ : ۴۵)

”جس وقت کہ فرشتوں نے اسے مریم تحقیق اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو ساتھ ایک  
بات کے اپنی طرف سے نام اس کا ہے مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا۔“

آپ کو معلوم ہو گا سورہ مریم کی سورت ہے اور سورہ آل عمران مدنی اور کی سورہ  
کا مضمون پہلے ہے اور مدنی سورہ کا مضمون بعد کا۔ پہلے مضمون میں جس بات کو  
”فَاَرْسَلْنَا اِلَیْہَا رُوۡحَنَا فَمَنۡ مَّکَّ لَهَاۤ اِسۡرَٔٓیۡلًا“ سے بیان کیا گیا تھا دوسرے اور بعد  
کے مضمون میں اسے صرف ”قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰۤاَسَیۡدُہُ“ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے  
پہلے مضمون میں جس مطلب کو ”اِنَّا اَنۡزَلُوۡا رُبُّکَ لَاۡ هَبۡ لَکَۡ مُلَٔکًا رِّیۡثًا“  
سے سمجھا گیا تھا دوسرے اور بعد کے مضمون میں اسے ”اِنَّ اللّٰهَ یُبْخِرُ لُوۡکَ بِبَحۡثَةٍ  
مِّنۡہُ اَسْمُہُ الْمُسۡمٰی“ کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔

کتنی صفائی سے وضاحت کی گئی ہے کہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے پاس رؤیا  
میں یا حالت استغراق میں آنے والے فرشتوں کی ایک جماعت نے جس کے قائم  
روح القدس ہوں گے۔ اپنے قائد کی زبان سے یا ایک زبان ہو کر سیدہ مریم کو  
بیٹا نہیں بلکہ بیٹے کی خوشخبری سنائی تھی اور یہ ایسی ہی خوشخبری تھی جو ذکر یا علیہ السلام  
کو سنائی گئی۔ ابراہیم علیہ السلام کو پہنچائی گئی اور اپنے اپنے وقت پر سارہ اور حاجرہ  
کو سنائی گئی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

اب سینہ پر پتھر رکھیں اور تفسیر کی کتاب اٹھائیں سورہ مریم کی آیت ۱۹ الٰہ کال  
لِیۡنِ اَوۡرَ فَاَرْسَلْنَا اِلَیْہَا رُوۡحَنَا کی تفسیر دیکھیں۔ اور لوہر والی قرآنی تشریح و تفسیر ذہن میں رکھیں :  
”جبریل علیہ السلام نے مریم کو اس طرح حل ٹھہرایا، جس طرح ٹھوہر اپنی بیوی  
کو ناع سے حل ٹھہراتا ہے یا جیسے فرزند کی امید پر اس کے ماں باپ جماع کرتے ہیں“



ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

”جس طرح مرد اور عورت دونوں کی منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح جبریلؑ کی رطوبت سے اور مریمؑ کی رطوبت سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔“

ایک اور نمونہ

”اللہ پاک کی شروع سے سنت جاری تھی آرہی ہے کہ زوجین یا کہ طرفین کے ملاپ کے بغیر فرزند پیدا نہیں ہوتا اور یہ آیت کہیمہ بھی اس کی مؤید ہے کہ جب تک جبریلؑ علیہ السلام نے قتل ہو کر وہ کام نہیں کیا جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ہرگز پیدا نہیں ہوئے۔“ (ان تینوں عبارتوں کے تفسیری حوالے موجود ہیں انہی الفاظ میں)۔

”فكان نصفه بشراً ونصفه الآخر روحاً مطهراً ملكاً لان جبریل

وہبہ لمريم۔“ (رقعات میکہ ص ۵۰۵)

”دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدمؑ بشراً و آدمؑ روح سے روح مجھے۔ کیونکہ حضرت مریمؑ کو بشر تعین اور حضرت جبریلؑ روح فاسلنا ایسا روحنا ہم نے حضرت مریمؑ کے پاس اپنی روح یعنی جبریلؑ کو بھیجا اور آپ کی پیدائش حضرت جبریلؑ کی پھونک سے ہوئی اس لیے دونوں امواد آپ میں موجود ہیں۔“ (جامع الترمذی ص ۲۹۰) اس کی مزید وضاحت اس کتاب کے عنوان ”غرض و غایت“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یاد رہے! خدا مازا نور کریں کہ ایک مسلمان ایسے نظریات کو قرآنی آیات کی تفسیر تسلیم کر سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور پھر فرشتوں سے بھی برگزیدہ رسول صرح اللہ کی تائید اسی طرح ماحصل ہوتی ہے؟ الامان والحنیظ لیکن یہ سارا کچھ کیوں برداشت کیا گیا اور کیوں اس کی مخالفت میں کوئی سر نہ اٹھا سکا؟ صرف اور صرف اس لیے کہ یہ تفسیر سلف کے نام سے مشہور و معروف اور نسلاً بعد نسل بیان کی جا رہی ہے۔ جس کا نہ قرآن مجید سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ یہ ظلم صرف اللہ کی نیک بندہ سیدہ مریمؑ کے ساتھ روا رکھا گیا اور اگر کسی نے کبھی اس ظلم کے خلاف آوازاٹھا تو اس پر قتل پرست، پاگل، مجنون، فاجر العقل،

دہریہ اور کفر کے فتوے صادر کیے گئے۔

انکھیں کھولیں؟ چپ کیوں ہو گئے ہیں؟ اپنی عقل کو حاضر کریں۔ کتاب و سنت کا مطالعہ کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر کریں اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے واقعہ کو جو بھیانک شکل دی گئی ہے اس کا تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ وہ سنت الہی جو اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقا اور تخلیق کے لیے جاری فرمائی ہے اور قرآن مجید میں اس کا بار بار ذکر کیا ہے۔ اس سے ہٹ کر انسان کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ پھر سوچیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر مہدی دینا تک صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی ایک انسان ہیں کہ ان سے اور ان کی والدہ ماجدہ سے یہ سلوک روار کا گیا۔ عام تاثر یہ دیا گیا کہ یہ ایک معجزہ ہے اور پھر معجزہ کی آڑ میں فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام کو فرشتوں کی صف سے نکال کر انسانوں کی صف میں لاکھڑا کیا۔ اور ان سے عیسیٰؑ تولد کر کر ساری بحث و تکرار کا نتیجہ یہ نکالا کہ یہ امت مسلمہ کا حقیقی فیصلہ ہے اور اس کا انکار صریح کفر ہے

یہ اور اس جیسی تمہریات کو پڑھنے والا کیا سوچے گا۔ یہی ٹاکیر سب کچھ محض اس لیے جائز رکھا گیا کہ قرآن مجید کی واضح تشریح کو جو دہ ہے کہ والد کے لیے فرود ہی ہے کہ اس کا والد اور والدہ دونوں ہوں جب والد موجود ہے اور والدہ بھی اور والد سے انکار ممکن نہیں تو اب ایک راہ نکالی گئی کہ جبریلؑ کو والد بنالیا اور اس کے فرشتہ ہونے کی وجہ سے مسیح بغیر باپ کے بھی تسلیم کر لیے گئے۔ ۵۔

جو چاہے یہی سواپ کرے یہاں ہم کو مبطلہ نام کیا

حضرت العلام نے جب کتب تفاسیر و تاریخ، ادب اور تصوف کو دیکھا کہ مسیح جو اللہ کے ایک نبی تھے ان کے ساتھ کیا کچھ خرافات کو رمار کھا گیا تو وہ چیخ اٹھے کہ وہ اللہ کے نبی تھے یہ دوسرے انبیاء علیہم السلام تھے اور نسل انسانی سے ان کا ایسا ہی تعلق تھا جیسا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا وہ عقلی نمونہ کی زبان میں اس طرح ذریعہ ابراہیمؑ میں شام کیے گئے ہیں جسے ابراہیمؑ سے بعد میں آنے والے تمام انبیاء و رسل۔ تو انہوں نے قرآن سنت کا مطالعہ قرآن سنت ہی میں یہ کر کے کی آواز بلند کر دی۔ جزا دادہ حسن الجزا۔

# عُیُونُ زَمْرَم

فی

میلادِ عیسیٰ ابنِ مریم

اس میں مسیح موعود عیسیٰ ابنِ مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش پر پوری پوری بحیثیت

مستند

حضرت علامہ حافظ عثمانیت اللہ اثری وزیر آبادی

قارئین حضرات! آگے بڑھنے سے پہلے ذرا رک جائیں

## غور فرمالیں

کہ اللہ تعالیٰ کیا ارشاد فرماتے ہیں:

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ  
وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً ۖ وَخَلَقَ  
كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

(سورة الانعام ۶ : ۱۰۱)

وہ تو زمین و آسمان کا موجد ہے اس کی اولاد کیسے ہو سکتی  
ہے؟ جب کہ اس کی کوئی شریک زندگی (بیوی) نہیں اس  
نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اور وہ سب کا علم رکھتا  
ہے

# ایفائے عہد اثری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر آیات لئلا یلین میں میں نے ولادت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کوئی تفصیل نہیں دی پھر تیس سال بعد گزشتہ سال دوبارہ شائع ہوئی تو اس میں کئی جگہ شاذ اراء بھی ہوا اور کئی جگہ سابق اجمال کی تفصیل بھی کی اور اس پر واردہ اعتراضوں کا جواب بھی دیا۔ مگر موصو کی ولادت کی پھر بھی تفصیل نہیں دی کہ اس کی بہت بڑی وسیع تفصیل کی ضرورت ہے جس کی تفسیر محفل نہیں ہاں ایک مقام پر یوں وعدہ کیا ہے کہ اللہ پاک نے زندگی اور توفیق فرمائی تو اسے جدا کا نہ بیان کر دوں گا۔ زندگی کا بھروسہ نہیں اور حالت بھی ٹھیک نہیں کہہیں بلا نہ لیا جائے۔ اس لئے پہلے شق البقرہ کی بابت اپنی تحقیق تفصیل سے لکھی۔ اب اس پر تلم اٹھایا ہے۔ اللہ پاک سے دُعا ہے کہ اسے پورا کر دے۔ (آمین)

مریم رضی اللہ عنہا: ان محدثوں میں سے ایک عہدیت ہے جو کہ علم و فضل میں ممتاز ہیں۔ صبح بخاری اور دیگر کتب احادیث میں نبوی ارشاد ہے کہ: كَمْثَلٌ مِنَ الرِّجَالِ كَثِیْرٌ وَلَمْ یَكْمَلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا تَجَرَّ بَنَتْ عِمْرَانُ وَ اَسْبِیَّةٌ اِمْرَاۃٌ فِیْهَا عَوْنٌ، سابق اہل میں سے مروول نے توبیت بڑے بڑے مقامات حاصل کئے ہیں، مگر محدثوں میں سے بہت کم ایسی عورتیں ہیں جن کی بلندی کا ہمیں علم تھا ہے مثال کے طور پر مریم بنتِ عمران اور اسیہ فرعون کی، پہلی ہے اور قرآن مجید نے وَ مَرْیَمَ اِیْمَنَتْ عِمْرٰنَ (نجم) اِدِّیَا مَرْیَمَ اِنَّ اللّٰهَ اَصْلَحَکَ وَ کَلَمَلَکَ وَ اَصْلَحَکَ عَلٰی النِّسَاءِ الْعَالَمِیْنَ۔ (ال عمران) فرما کر: ا کا اور اَمْرًاۃٌ فِیْ عَوْنٍ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ جُنْدًا نِّبِیًّا فِی الْحِجَّةِ دَحْرِیْمٍ، فرما کر: کا ذکر فرمایا ہے کہ دونوں عورتیں علم و ایمان اور عمل و مقال میں بالکل ہوئی ہیں۔ سوال: اللہ پاک نے اسیہ کے شوہر کا ذکر فرمایا ہے اور مریم کے باپ کا ذکر فرمایا ہے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسیہ کے شوہر کا اور مریم کے باپ کا ذکر فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مریم کا باپ ہے شوہر کوئی نہیں۔

جواب : اچھا تو جس کے باپ کے ذکر سے یہ معلوم ہوا کہ شوہر کوئی نہیں تو جس کے شوہر کا ذکر ہے اس کا باپ کوئی نہیں۔ اور اگر اس کے شوہر کے ذکر سے اس کے باپ کی نفی نہیں تو اس کے باپ کے ذکر سے شوہر کی نفی کیجیے؛ دونوں کی میزان برابر ہے۔ تفسیر میں ان دونوں کے ساتھ تدریجاً نسبت تحصیل اور قاطعاً نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی اسی طرح پر فرمایا تو کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے شوہر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی کا یوں ذکر فرمایا اور کسی کا یوں ذکر فرمایا۔ دونوں طرح صحیح ہے، کسی طرح بھی کوئی عوج نہیں۔

سوال : قرآن مجید میں ہے کہ اَللّٰہِیْ اَخْصَنْتَ مُحَمَّدًا (انبیاء مروجہ) مریمؑ نے اپنا فرج محفوظ رکھا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے شادی نہیں کی۔

جواب : احصاء فرج ترک شادی پر وال نہیں بلکہ نکاح کے ذریعہ سفاح ہے احتراز ہے۔ حیاتہ الیمران ۲۱۵ جلد ۱ میں ہے کہ : قَالَ السَّكِينِیْ اَخْصَنْتَ مُحَمَّدًا مِیْرِدَ قَدْرَجَ الْقَبِیْصِ اِیْ لَحْمِیْ عَلَیْ بِشَوْبَعَارِ یَبِیْةَ فَبَیْ طَاهِرَۃَ الْاَثَوَابِ وَهَوَیْجَ الْقَبِیْصِ اَسَابَعًا اَلْکَتَانَ وَالْاَهْلٰی وَالْاَسْفَلَ فَلَا یَنْدُ کَبَنٌ فِکْرَکَ اَسْلَ ظَلِیْرَ لَهْذَا وَهَذَا مِنْ لَطِیْفِ الْکِنَایَةِ لِاَنَّ الْقُرْآنَ اَنْزَلَ مَعْنٰی وَ اَوْجَزَ لَفْظًا وَ الطَّلَفَ اَشَارًا وَ اَحْسَنَ عِبَادَۃً مَنْ اَنْ یَّدْهَبَ اِلَیْهِ وَ یَهْمُ بِالْجَاهِلِ۔ بقول امام سیوطیؒ فرج سے مراد اس جگہ کلمہ کے چاک ہیں جو کہ چار ہوتے ہیں، نیچے، اوپر، دائیں اور بائیں مطلب یہ ہے کہ وہ پاک و ان تھیں۔ قرآن مجید ایسے مواقع پر اشاروں سے کام لیتا ہے اور وسیع مضمون کو مختصر الفاظ میں بیان کر دیتا ہے۔ اس مطلب کے سوا اور کسی مطلب کا خیال جو قرآن مجید اور اس ظاہر کی عفت کے خلاف ہے، ہرگز نہ کیا جائے کہ یہ جاہلون کا طریقہ ہے عالموں کا طرز نہیں۔

مواہب الرحمن میں ہے کہ علماء و مفسرین نے کہا ہے کہ فرج سے مراد وہاں چاک قیص ہے بدیل ہی کے کہ فیدہ ضمیر مذکور ہے جیسے فرج بمعنی گریبان قیص بھی مذکور ہے اور بقایا وغیرہ نے کہا کہ اگر فرج بمعنی معروف ہو تو یہاں فیدہ میں ضمیر چاک کی طرف راجع کرنی ہوگی ؟ درمختار ۲۲۳ جلد ۱ میں بجا طبرانی بسند حسن ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ایسا

امراء آتے وقت رجماء و حفظ فرجہا قنعت لہا ثمانیۃ ابواب الجنۃ فقیل لہا ادخلی من حیث شئت۔ جوئی عورت تقویٰ اختیار کرے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگی، کیا اس سے وہ محبت مراد ہے جو شادی سے احتیاط کرے؟ یا وہ جو شادی سے محفوظ ہو جائے؟ کہ کثر العمال ۱۶۹ جلد ۸ میں یوں مروی ہے کہ: اذا صلت المرأة خمساً وصامت شهرها وحضت فرجها و اطاعت ما وجہا قیل لہا ادخلی للجنة من ای ابواب الجنة شئت۔ رواہ ابن حبان۔ اس میں احسان کے ساتھ شوہر کی بھی تعریف ہے۔

درمنثور ۴۳۵ جلد ۳ میں بحوالہ ابن ابی حاتم عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ: قیسر روم نے امیر معاویہؓ کی طرف خط بھیجا کہ مجھے بتایا جائے کہ مردوں میں سے کون اول و حمدوں میں سے کون بزرگ ہو گا رہے تو امیر صاحب نے جواب دیا کہ مردوں میں سے حضرت آدم علیہ السلام ہے جسے اللہ پاک نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور سکھایا اور پڑھایا اور عورتوں میں سے مریمؑ ہے جس نے اخصنت فرجہا اپنی عفت کے لیے شادی کی تھی۔

جب بحسب ارشاد الہی و انزلہم الذیامنی منکم و الصالحین من عبادکم و اما شکر (نور) بیوگان کی شادی ضروری ہے تو غیر شادی شدہ ضرورت مند کی شادی بطریق اول ضروری ٹھہری۔ نیز فرمایا کہ: و الیسستغفیر الذین لا یحیدون لیکاحا حتی یغنیہم اللہ عنہم و فضلہم (نور) جب تک ضرورت مند شادی نہیں پاتا تب تک تو وہ یوں بھی عفت حاصل کرے اور جب شادی دستیاب ہو جائے تو پھر اس کے فدیہ عفت حاصل کرے۔

ضرورت مند عورتوں کو نکاح سے روکنا منع ہے ارشاد الہی: و لا تحکرہن فانیاً لیکھن علی البغاء (ان اما دن تحصننا روم) آئندہ ملحات پر آ رہا ہے۔

درمنثور ۴ جلد ۳ میں بحوالہ بخاری، البدائع، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، عبد بن حمید مرفوعاً مروی ہے کہ: احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملک یمتک۔

آزار عورت سے شادی کی ہے تو یا کہ غلام عورت سے شادی کی ہے تو ان دونوں صورتوں کے سوا اور کوئی تیسری صورت درست نہیں۔

مشکوٰۃ ص ۲۶، جلد ۲ میں بحوالہ صحیح بخاری، صحیح مسلم عبد اللہ بن مسعود سے مرفوعاً مروی ہے کہ یا معشر الشباب من استطاع منك البائة فليتزوج فانه اغض للبصير واحسن للفرج۔ نو جوان، طاقت مرد عورتوں کے لیے شادی لازم ہے کہ یہ شخص بے قرار احسان فرج ہے۔

کنز العمال و ۲۱۹، جلد ۲ میں بحوالہ طبرانی اور مجمع الزوائد ص ۲۰۲، جلد ۲ میں بحوالہ طبرانی، بزاز عبد اللہ بن مسعود سے مرفوعاً مروی ہے کہ ان فاطمة احصنت فرجها و الله هذو جيل ادخلها باحصان فرجها و ذریتها الجنة اور مستدرک ص ۱۵۲، جلد ۲ میں اور خصائص کبریٰ ص ۲۰۲، جلد ۲ اور روضة الہدایہ میں بحوالہ علیہ الرحمہ عبد اللہ بن مسعود سے مرفوعاً مروی ہے کہ ان فاطمة احصنت فرجها فقتل منھا الله و ذریتها علی النار: میری فرزند فاطمہ نے بھی احصان فرج کی بہت بڑی پابندی کی جس کی وجہ سے اللہ پاک اسے اور اس کی ذریت کو دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ تشریف البشر ص ۱۵۴ میں اس پر طبرانی بزاز کے ساتھ ابویعلیٰ اور عقیلی اور ابن شامین کا حوالہ بھی دیا ہے۔

فاطمہ کی شادی ہوئی اور ذریت بھی پیدا ہوئی پھر احصان فرج بھی ہے کہ یہ بدکاری اور بد نظری کے خلاف ہے شادی کے خلاف ہرگز نہیں۔

سوال: امرأة الجنان و ۲۱۶، جلد ۲ میں ہے کہ ملک عبد القادر بن عبد العزیز نے بہت عمر پائی اور شادی نہیں کی اور فاطمہ بنت سبحان کی بابت اس میں ص ۲۴۲، جلد ۲ میں ہے کہ اس نے نوے سال عمر پائی اور شادی نہیں کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شادی کوئی ضروری نہیں۔

جواب: یہ کوئی قرآن و حدیث نہیں جس کا جواب میرے ذمہ لازم ہے۔

جواب: اگر دونوں کو نکاح کی ضرورت نہیں پڑی اور نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔

جواب: اگر نکاح نہیں کیا تو کیا دونوں کے یہاں کوئی ولد ہوا تھا۔ ہرگز نہیں۔ لگ رہا تھا



تو یہ مثال ٹھیک تھی مگر عورت کے لیے پھر بھی عفت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے، اور مرد کے پیٹ میں رحم نہیں، اگر پہلی وغیرہ سے پیدائش ہوتی جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ کی بابت کہا جاتا ہے تو دین صورت کیا ولد ہوتا۔

جواب : ولد کے لیے زوجین کا صرف نکاح ہی ضروری نہیں بلکہ صحیح طور پر ماس بھی شرط ہے جس کی مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شکایت فرمائی ہے۔

درمنہ ص ۲۳۱ جلد ۲ میں ابو الدین حاکم نے ابن ماجہ ط ۳ جلد ۲ میں ابن ابی کعبہ سے حفصہ کی بابت مرفوعاً مروی ہے کہ : دکان لا یقرب النساء الحدیث بطولہ ۱۰ اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی مگر ابھی طلاق ہوئی پھر دوسری شادی کر دی مگر دوسرا طلاق ہوئی۔

نوری شرح صحیح مسلم ص ۳۵۵ جلد ۱ میں ابو نعیم سعید بن ابی حروب کی بابت بیان کیا ہے کہ وہ لا عقب لہ یقال انہ لم ییس امرأۃ قط ۱۰ اس کی کوئی اولاد نہیں کیونکہ وہ شادی کے بعد اپنی عورت سے ٹھیک طور پر نہیں کر سکا۔

تہذیب ص ۱۳ جلد ۲ میں ہے کہ : کان حماد بن سلمۃ یعد من الاجدال ان لا یولد لہم تزوج سبعین امرأۃ فلم یولد لہ۔ حماد بن سلمہ ابدال میں شمار ہے، کیونکہ اس نے ستر لڑکی ایک عورتوں سے کیے بعد دیگرے نکاح کیا مگر اولاد کسی سے بھی نہیں ہوئی، کہ ٹھیک طور پر نہیں۔ حوالہ المعبر و شرح الہدایہ جلد ۱۱ ص ۱۱۱ میں ابھی ابدال کی بابت اسی طرح پر مرقوم ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ زوجین سے اولاد اللہ پاک کی نعمت ہے جس کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی استدعا کی ہے اور وہ پوری ہوئی ہے، اگر دیگر بعض بزرگ اس سے محروم رہے ہوں تو یہ اتفاق ہے، ابدال کے لیے کوئی شرط نہیں۔

یہ وہی مس ہے جس کی شکایت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہے، اس کی شکایت تو اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے بحسب وعدہ و کفر فرمادی اور دوسروں کی نہیں فرمائی کہ وہ

لہ یہ بہت بڑا قابل اور ثقہ ہے اور صحاح ستہ میں اس کی مرویات موجود ہیں۔ (راوی)

لہ یہ بہت فاضل اور ثقہ ہے اور ابدال میں شمار ہے بخاری میں حلقاً و درہنہ اور بی مہرۃ اس کی مرویات موجود ہیں۔ (راوی)

ملک ہے۔

**سوال :** منہاج اودھیا سی ۷۲ میں جہاں اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت اپنا خیال یوں ظاہر کیا کہ : نقول کما قال اللہ عز وجل هو روح اللہ وکلمتہ القاہا الی العذراء البتول السی لم یسمہا بشر ولعینہا ولدت۔ مریم رضہ کنواری تھی مگر وہ الگ ہی رہی کسی سے بھی مس نہیں ہوا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریم رضہ ہمیشہ کنواری رہی اور مسیٰ بشر سے دو چار نہیں ہوئی۔

**جواب :** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کنواری بھی تھی اور بیوہ بھی تھی، تو کیا کنواری کنواری ہی رہی تھی، پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ میں اسے کنواری کے حوصنی کنواری اور بیوہ کے بدلہ بیوہ دوں گا۔ یٰسَیِّدَاتِ دَآبِکُمْ اِذَا بَکَّرْتُمُوْا فَلَا حَرَّ عَلَیْکُمْ فَاَنْتُمْ بَکَّرْتُمُوْا اے کنواریاں! اگر تم نے پہلے بیکر کر لیا تو تم پر کوئی حر نہیں ہے۔ کیا یہ اول بدل ہوا کرتے جانے والی دونوں کا بیکر قائم ہے؟

**مشکوٰۃ ص ۳۷** میں بحوالہ ابو داؤد جہاں اللہ بن عباس رضہ سے مروی ہے کہ : ان جارية بکروا۔ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میں نے میری شادی کر دی ہے اور میں خوش نہیں ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے ملحدگی کا حق حاصل ہے۔ کنواری بھی ہے اور شادی شدہ بھی ہے۔ یعنی کہ پہلی شادی، اور شکایت پر اختیار بھی ہے، کوئی حرج نہیں۔ اور قاموس میں ہے کہ : والمرآة ولدت ذکراً فی الاول اور کہ واول ولد الابوين اور معبر المیر میں ہے کہ ومولود بکرو اذا کان اول ولد الابوين جرحہ اپنے ماں باپ کے ہاں پہلا پیدا ہوا ہے اس پر بھی اور اس کی والدہ پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

علاوہ اس کے اس روایت میں عدم مس کے ساتھ عدم ولد کا ذکر بھی ہے جیسے کہ خط کشیدہ لفظ سے ظاہر ہے تو کیا ولد نہیں ہوا؟ ضرور ہوا جب ولد ہوا تو مس بھی ضرور ہوا کہ یہ اس کا نتیجہ اور ثمر ہے۔

نبیہ ابن الاثیر اور مجمع البحار میں اس خط کشیدہ لفظ کا یہی ترجمہ کیا ہے کہ : لو  
 یفتقر جنہا ولد ای لو میثو ثریفا ولہ عین ہا یعنی قبل المسیم۔ یہ پہلا بچہ ہے  
 اس سے پہلے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا کہ اس سے پہلے کوئی ایسا مس نہیں ہوا جو بچہ پیدا  
 کر سکتا جب مناسب مس ہوا تو امہ پاک نے بچہ بھی عطا فرمایا۔  
 سوال : امہ پاک نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثیل  
 ٹھہرایا ہے کہ : اِنَّ مَثْلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اَدَمَ مَخْلُقًا مِنْ خُلَاطِیِّ شَوْ  
 قَالَ لَمَّا کُنْ فَمَیْکُوْنُ (ال عمران) جیسے وہ پہلے پدر ہے ویسے ہی یہ بھی باپا  
 پیدا ہوا ہے۔

جواب : آیت کریمہ میں تو اس کا کوئی ذکر نہیں کہ مثیل بے پدری میں دی گئی ہے  
 اور یہ مناسب بھی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کا بھی ولد نہیں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام کو اعتراف ہے کہ ”میں ولد ہوں“ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُ (موجود)  
 مآ کی بابت اللہ پاک نے فَتَنَّا فَمِنْہِ مِنْ رَّوْحِنَا (تجوید) اور سآ کی  
 بابت وَتَنَعْنَا فَمِنْہِ مِنْ رَّوْحِنَا (تجوید) فرمایا ہے اگر خدا ہے تو سآ  
 بھی خدا ٹھہرا اور اگر خدا نہیں تو سآ بھی خدا نہیں بلکہ عام انسانوں کے لیے ارشاد ہے کہ :  
 وَتَنَعْنَا فَمِنْہِ مِنْ رَّوْحِنَا (تجوید) تو کیا سب خدا ہی خدا نہر آسے ہیں ؟ کیا  
 خوب ہے۔

آیت کریمہ کا ٹھیک مطلب تفسیر آیات السائیں کی دوسری طباعت میں بطور اضافہ  
 میں نے بیان کر دیا ہے جس کے تکرار کی یہاں پر ضرورت نہیں۔

علامہ اس کے اصلاً بھی ولد کے لیے زوجین کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اولاد جنین  
 سے تولد ممکن نہیں وضرورات امام راغب میں ہے کہ : ان الولد جنو من الادب۔ طہ جیسے  
 کہ ماں کا ایک جود ہوتا ہے ویسے ہی باپ کا بھی ایک جود ہوتا ہے تفسیر ولوک میں ہے  
 کہ : لو یولد لہ لہ لا یحیاس حتی شکون لہ من جنسہ صاحبۃ فیتوالد علی ہذا  
 لہ معنی بقولہ اَفَیْ یَکُوْنُ لَہْ وَلَدٌ وَلَوْ کُنْ لَہْ صَاحِبَةٌ۔ اللہ پاک کا کوئی

محاسن نہیں اور اس کی کوئی بیوی نہیں۔ ولد کے لیے زوجین کا ہرنا ضروری ہے۔ احد الزوجین سے ولد ممکن نہیں جیسے کہ ارشاد الہی آتی نیکون لہ ولدہ و لہ تکون لہ صاحبۃ سے مستفاد ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی منافقوں میں یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ: لک الہ الاہولہ یخذ صاحبۃ ولا ولد۔ احد الطرفين سے ولد پیدا نہیں ہو سکتا اور قرآن مجید میں ہے کہ مَا اخْتَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا (جن) ایک طرف ہے دوسری نہیں تو ولد ممکن نہیں۔

اور صحیح مسلم و ترمذ میں مرفوعاً مروی ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا کہ: مَا اخْتَذَ اللہ من صاحبۃ ولا ولد۔ ایک جانب ہے دوسری نہیں تو ولد ممکن نہیں۔

اور مشکوٰۃ حاکم میں بحوالہ صحیح بخاری قدسی حدیث مروی ہے کہ: سبحانی ان اخذ صاحبۃ او ولد۔ میری بیوی نہیں تو صرف ایک جانب سے ولد کا کوئی امکان نہیں۔  
 اِنْ اَصْحَابُ تَهْمٍ اِلَّا اَحَدٌ وَلَدٌ تَهْمٌ (مجادلہ) میں صرف والدہ کا ذکر ہے والد کا نہیں، مگر جب ولد کا بیان کر دیا ہے تو اس کے مفہوم میں والد موجد ہے کہ اس کے بغیر ولد نہیں۔

اور حدیث نبوی بے زوج و بیولد۔ آئندہ صفحات پر آ رہی ہے کہ عیسیٰ علی الصلوٰۃ والسلام نکاح کریں گے اور ولد پیدا کریں گے۔

حب بلا زوجہ وہ بھی ولد پیدا نہیں کر سکتے تو ان کی والدہ ماجدہ کیسے بلا زوجہ ولد پیدا کر سکتی ہے کہ ولد کے لیے زوجین کا ہرنا ضروری ہے۔ کیونکہ احد الزوجین سے ولد کی پیدائش ممکن نہیں۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اَنْیَ فیکون لہ ولدہ و لہ تکون لہ صاحبۃ (افاہر) اللہ پاک کا ولد کیسے کہ اس کی بیوی نہیں۔ اگر مرد ہے اور عورت نہیں یا کہ عورت ہے مرد نہیں تو تولد کا کوئی امکان نہیں، دونوں جمع ہو کر ملاپ کریں تو تولد کا امکان ہے۔

ملحوظ حق باپ میں خدام کی ایک نہیں کئی بیویوں اور بیٹے بیٹیوں کا ذکر ہے کیا خوب خدا ہے۔ (نثری)

وہ ہرگز نہیں ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے تحفۃ المولود ص ۹۲ میں فرمایا ہے کہ ”بچہ عورت اور مرد دونوں کے لطف سے تیار ہوتا ہے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ نہیں صرف مرد کی منی سے تیار ہوتا ہے تو وہ غلط کہتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ انسان کو غور لازم ہے کہ وہ ایسے پانی سے پیدا ہوا ہے جو کہ واقع ہوتا ہے اور وہ مرد کی پشت کی بڑیوں اور عورت کی سینہ کی بڑیوں سے نکل کر عورت کے رحم میں قرار پاتا ہے“ اس آیت کریمہ کا ترجمہ

لے ابتداء حمید انات طرفین کے بغیر پیدا ہوئے تھے اور بعض اجناس اب بھی اسی طرح پیدا ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے کہ یہ بھی انسان کا ایک نظام اور منابطہ ہے جو ہر زمانہ میں جاری ساری ہے، ان پر خلق کا لفظ استعمال ہوتا ہے ولد اور نسل کا نہیں اور عام قانون الہی طرفین سے پیدا ہوا ہے اور ان پر خلق اور ولد اور نسل کا لفظ استعمال ہوتا ہے ہر مولود مخلوق ہے اور ہر مخلوق مولود نہیں، احد الطرفین سے جو پیدا ہوگا وہ مخلوق ہے جنس اور ولد نہیں جیسے کہ حور اور دیگر کیڑے اور وحشی علی الصلوٰۃ والسلام نے خدا اپنے کو ولد بتایا ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی تَوْفَرِ وَلَدَتِ (رحمید) اور آپ کی والدہ ماجدہ نے اسے اپنا ولد ٹھہرایا ہے۔ رُبِّتْ اَنِّیْ تَحْكُمُوْنَ لَهَا وَلَدًا (ال عمران) اس لیے وہ زوجین سے پیدا ہوئے ہی صرف ایک سے نہیں اور پھر ولد کے لیے زوجین کا صرف ملاپ ہی ضروری نہیں بلکہ دونوں کی منی کا ٹھیک ہونا بھی ضروری ہے کہ اس میں کیڑے ہوں جو اس کی صحت کے ذمہ دار ہوں، جب وہ نول پانی بل کر رحم میں قرار پاتے ہیں تو مناسب دونوں میں وہ کیڑے منافع اور جسم ہو کہ علقہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے پھر اس کے بعد مغنہ (الموتقرا) پھر اس کے بعد مغنہ (ڈل ڈل ڈھا نچ) تیار ہوتا ہے پھر اس کے بعد علقہ آخر کی صورت تیار ہو جاتی ہے فَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ (مؤمنون) مصباح النبیؐ میں ہے کہ والعلقۃ المنی یتثقل بعد طورۃ فیصیر و ما غلیظا متجمدا ثم یتثقل طورۃ اخر فیصیر لحما و هو المعلقة سمیت بذلك لانها مقدار ما یصلح من جنینہا وہ جب زودادہ کی منی رحم میں قرار پا کر ایک دوسری (بقیہ آگے)



کہ اس کے لیے ولد کیسے کہ اس کی بیوی نہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ولد کے لیے زوجین کا ہونا ضروری ہے بلکہ مباشرت بھی ضروری ہے۔ آل عمران ہود، مریم ملاحظہ ہوں ....  
احد الزوجین سے ولد خلاف قانون الہی ہے جس کا کوئی امکان نہیں۔

**ایقاظ :** حافظ صاحب موصوف نے اعلام الموقعین ۵۲ جلد ۱ میں بھی یہی خیال ظاہر فرمایا ہے، مگر اہل اتنا ضرور اختلاف ہو گیا ہے کہ تحفہ میں مرد اور عورت دونوں کے پانی کو نطفہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے اور اعلام میں اس کے خلاف یوں فرمایا کہ عورت کے پانی کو نطفہ نہیں کہا جاتا اور وہ وافق بھی نہیں ہوتا یہ مرد سے مخصوص ہے اور کہ صلب اور ترائب دونوں میں مرد اور عورت کا اشتراک ہے اور نظیر میں آیت کریمہ **مِنْ بَيْنِ ذَوَيْهِ** (مخل) کو پیش کیا ہے۔ مگر اس اختلاف بیان کا میرے بیان پر کوئی مخالف اثر نہیں بلکہ تائید صریح ہے کہ اس میں مرد پر عورت کی نسبت مزید زور دیا گیا ہے۔

**سوال :** تحفہ میں حافظ صاحب نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حواء رضی اللہ عنہا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سہ کا ذکر بھی فرمایا ہے اور انہیں اس ضابطہ الہی سے خارج قرار دیا ہے۔

**جواب :** خارج نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا ہے کہ یہ ضابطہ الہی ان دونوں پر بھی چسپاں ہے، اول الذکر کے لیے جو کچھ بنایا اس میں وہ حقیقت بھری جو نطفہ میں ہوتی ہے اور حواء رضی اللہ عنہا اس سے پیدا ہوئی ہے والمسیح خلق من ماء مریحہ ونفخۃ الملائکة فلما نبت النفخة له، کالاب لغیرہ۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک طرف اپنی والدہ کے نطفہ سے اور دوسری طرف فرشتہ کا نطفہ آپ کے لیے بمنزلہ باپ کے ٹھہرایا گیا کیا خوب ہے !

(یعنی گذشتہ صفحہ) اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حواء رضی اللہ عنہا دونوں کسی کے ولد نہیں اس لیے ان کی بابت ہی قسم کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (اثری)

یہ صورت تو موصوف اور آپ کے ہر خیالوں کی خود تراشیدہ ہے جو کہ اکثر لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکی ہوئی ہے۔ یہ ضابطہ الہی نہیں۔ ضابطہ الہی تو وہی ہے جسے آپ نے اور بیان فرمایا ہے۔ اس ضابطہ الہی کے پیش نظر مریم رضی اللہ عنہا نے بشارت سن کر عرض کی کہ رَبِّ اَنیْ یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَ لَکَہُ کُفْسَیْنِیْ بِشْرٌ (اے عمان) اَنیْ یَکُوْنُ لِیْ عِلْمٌ وَ لَکَہُ کُفْسَیْنِیْ بِشْرٌ وَ لَکَہُ اَلْ بُغْیَا (رمایہ) خدایا! ولد کسے مس بشر رحمان! جو اس کے لیے تیرے ضابطہ کے مطابق لازم ہے ابھی تک میرے شوہر کی طرف سے وقوع میں نہیں آیا اور دوسری صورت حرام ہے جن کی طرف میں مائل نہیں۔

**سوال :** عبرانیوں کا باپ میں ملک صدق کی بابت جو بیان ہے کہ ”یہ بے باپ ہے“ بے نسب نامہ ہے جس کے ذہن کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کا بن رہتا ہے۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلہ توالد و تناسل کے بعد بھی بے پدر و مادر پیدا ہونے جاری ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لگ بھگ ہے کہ اللہ پاک نے اسے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمثیل دی ہے۔

**جواب :** یہ ملک صدق حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا ہے، اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمثیل آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اس سے بہتر تھی کہ یہ اٹھائے سلسلہ میں پہلا پیدا ہوا ہے مگر اس سے تمثیل نہیں دی جس سے صاف ظاہر ہے کہ قصہ فرضی ہے۔

**جواب :** اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ماں باپ نہیں تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کا پتہ نہیں چل سکا، ایسے بہت لوگ ہوتے ہیں جن کے والدین کا دوسروں کو تو کیا خود ان کو بھی علم نہیں ہوتا اوائلی عمر میں کہیں ادھر ادھر ہو گئے تو یہ صورت پیدا ہو گئی جیسے کہ تقسیم ہند کے موقوفہ پر ایسے حوادث پیدا ہوئے۔ ایسے موقع پر اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ :-

اَمْھُوْا مَعْرُوْلًاۙ بِاَبَہٗ هُوَ اَقْسَمُ عِنْدَ اٰلِہٖمۡ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْاۙ اَبَآءَہُمْ فَاُولٰٓئِکُمۡ  
فِی السَّالِیْنِ وَ مَآ اِلَیْہِمْ کُمۡ (احزاب) ہر ایک کو اس کے باپ کی طرف سے منسوب کیا کرو،



اور جن کے بالوں کا پتہ نہیں چل سکا انھیں اپنا دینی بھائی اور دوست ٹھہرانا مناسب ہے۔

روایات میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر آیا ہے جن کے بالوں کا پتہ دوسروں کو تو کیا خود انھیں بھی معلوم نہیں ہو سکا تو وہ مسلمانوں کے بھائی اور دوست ٹھہرے، کسی کو بے پتہ پیدا شدہ نہیں بنایا گیا، کہ بہر حال باپ ضروری ہے خواہ معلوم ہے یا نہیں۔

**حلال و حرام** : دونوں صورتوں کا مریم رضی اللہ عنہا نے ذکر فرمایا ہے صورت عطا شدی کے بعد واقع ہوتی ہے پہلے نہیں اور صورت عطا کیلئے شادی ضرور نہیں، اگر مریم کی شادی نہیں ہوئی تھی تو دونوں کا ذکر کیسے اور ان میں امتیاز کیسے؟ اور اگر شادی ہو چکی ہے اور بیان سے ظاہر ہے کہ ہو چکی ہے اور مساس وقوع میں نہیں آیا جس کی وہ شکایت بھی اور انوس ورنج کا اظہار بھی کر رہی ہے۔

**نقیر ۱** : حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سارہ رضی اللہ عنہا بھی دونوں میاں بیوی کی صورت میں موجود ہیں لیکن ولد نہیں ہوا کہ مس نہیں اور پھر کہ سہمی کی وجہ سے مزید یا اس پیدا ہو گئی تو بشارت سن کر فرمایا کہ منابط الہی کے مطابق ولد کے لیے ٹھیک ٹھیک مساس ضروری ہے جو یہاں نہیں تو پھر ولد کیسے؟

**نقیر ۲** : ذکر یا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی رفیقہ ثحیات دونوں میاں بیوی کی صورت میں موجود ہیں لیکن ولد نہیں ہوا کہ مس نہیں اور پھر کہ سہمی کی وجہ سے مزید یا اس چھا گئی، تو بشارت سن کر فرمایا کہ منابط الہی کے مطابق ولد کے لیے تو ٹھیک ٹھیک مساس ضروری ہے جو یہاں ہوا تو پھر ولد کیسے۔

جیسے اللہ پاک نے ان ہر دو مواقع پر یا اس دور فرما کہ قوت مساس عطا فرمائی، اور اولاد سے نوازا، ایسے ہی یہاں پر بھی عدم مساس کی شکایت دور فرما کہ قوت مساس عطا فرمائی اور ولد سے نوازا ہے۔

ایسے نادر مواقع ہوتے رہتے ہیں کہ اللہ پاک بے اولادوں کے موانع دور فرما کہ دیر یا سیر سے اولاد دیتا رہتا ہے پھر خواہ لڑکے ہوں یا کہ لڑکیاں یا کہ دونوں عنایت ہوں۔  
مَقْبَلٌ لِّمَنْ يَّشَاءُ، اِنَّا نَاوِيْهُبُ لِمَنْ يَّشَاءُ، اَللّٰهُ كُوْرٌ اَذِيْرٌ وَجَهُّهُ ذُكْرًا وَاَوْ

إِنَّا شَاقٌّ يَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْبًا إِنَّهُ عَلِيْمٌ فَلَا يُدْرِي (مطوحی) اور بعض کو دائمی روگ پیدا کر دیتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان چاروں صورتوں میں شادی نہیں ہوتی، یوں ہی بغیر شادی اللہ پاک کسی کو دیتا ہے اور کسی کو نہیں دیتا کہ یہ منابہ الہی کے خلاف ہے۔

**سوال :** حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ذکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موقع پر شکایت دور ہو کر جو اولاد پیدا ہوئی تو اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا مگر مریم رضی اللہ عنہا کے موقع پر تو اعتراضات کی وہ بچھاڑ ہوئی کہ الامان والحفیظ، اس سے ظاہر ہے کہ شادی نہیں ہوئی اور بچہ پیدا ہو گیا تو پھر یہود، ناسرور نے شور مچایا کہ یہ بچہ ناجائز پیدا ہوا ہے جیسے کہ سورہ مریم میں تفصیل ہے۔

**جواب :** یہود اب بھی دنیا میں موجود ہیں اور ان کی کتابیں بھی موجود ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ انھوں نے کیا اعتراض کیا تھا، آیا یہ اعتراض تھا کہ اس نے شادی نہیں اور بچہ پیدا کر لیا ہے جو کہ ناجائز ہے یا کہ یہ اعتراض تھا کہ اس نے موجودہ شریعت کے خلاف شادی کی ہے جس سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ صورت ۱ میں تو اب بھی اسلامی شریعت کے خلاف ہے، چنانچہ صحیح بخاری ص ۳۶۲ پارہ ۲۸، صحیح مسلم ۵ جلد ۱، مؤطا امام مالک ص ۴۲ جلد ۲، کتاب الامام شافعی ص ۱۳۲ جلد ۱ میں خلیفہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اذا قامت البینۃ ادرکان الجبل او الاعتراف۔ زنا چار عادل گواہوں کی چشم دید شہادت سے ثابت ہوتا ہے یا پھر خود اس کے اپنے اعتراف سے زنا ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں مذہبوں اور مذہبہ عورت ہے اور اسے بغیر نکاح حمل ہو چکا ہے اور وہ کسی طرح پر مجبور بھی نہیں تو یہ حمل اس کے زنا کا ثبوت ہے۔

۱۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہاں اس کی حد میں اختلاف ہے کہ بعض وقت زنا بالجبر وقوع میں آتا ہے اور کہیں کچھ کھلا پلا اور سونگھا کر عورت سے زنا کر لیا جاتا ہے اس لیے میں نے یہ لفظ بڑھا دیا ہے کہ ایسا ثابت ہونے پر حد نہیں۔ (امری)

امت مسلمہ کے کسی ایک عالم نے بھی آج تک یہ فتویٰ نہیں دیا کہ ایسے حل کو قدرتِ خدا کا مظہر شمار فرما کر چھوڑ دیا جائے۔

درمثور میں بحوالہ عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، البیہقی بن اسود اور نافع بن جبر سے مروی ہے کہ عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ایک عورت نے اپنے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا تو خلیفہ صاحب نے اسے نادرست ٹھہرایا تو علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ پاک نے وَحَمَلُهُ وَفِصَالُهُ فَلَا تَوْنُ شَهْمًا ۹۔ (احقاف) فرما کر حل اور رضاعت کی مجموعی مدت تیس ماہ بتائی ہے اور حَوْلَيْنِ کا مِیلِن (بقرہ) فرما کر رضاعت کی مقدار دو سال تک ٹھہرائی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ چھ ماہ میں ولادت صحیح ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے تو خلیفہ صاحب نے اسے تسلیم فرمایا اور اس پر فیصلہ صادر فرمایا۔

اور درمثور میں بحوالہ ابن منذر، ابن ابی حاتم، عبدالرزاق، عبد بن حمید، بعر اور ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک عورت نے اپنے نکاح کے سبب ماہ بعد بچہ جنا تو اس کے شوہر نے خلیفہ صاحب سے شکایت کی کہ مجھے مشتبہ ہے، تو خلیفہ صاحب نے اس کے ساتھ اتفاق فرمایا کہ ولادت نادرست ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بقرہ اور احقاف کی مذکورہ دونوں آیتوں کو پڑھ کر فرمایا کہ بچہ صحیح النسب ہے۔ تو خلیفہ صاحب نے اس پر فیصلہ فرمایا اور امام مالک نے اپنے موطاء ص ۱۱۱ جلد ۱ میں بلا غائبان فرمایا ہے اور مدارک و نیز کتب فقہ حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مذہب بھی یہی بتایا ہے۔ عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہم کے اس فیصلے سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح سے پیشتر یا کہ اس کے بعد چھ ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے، تو وہ نادرست ہے صحیح النسب نہیں اور اسے قدرتِ خدا، معجزہ اور کرامت پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

درمختار باب نسب میں اور اشباہ حموی باب ردہ میں ہے کہ کسی مرد اور عورت میں

اتنا فاصلہ ہے کہ دونوں میں سے ایک دوسرے تک ایک سال میں فاصلہ طے کر سکتا ہے اس سے پہلے نہیں، پھر کسی طرح پر رخط و کتابت وغیرہ سے، ان دونوں کا نکاح ہو گیا جس کے چھ ماہ بعد عدوت کے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس لیے صحیح النسب ہے کہ بطور کرامت استخدام الجن سے دونوں کا طاپ ممکن ہے کہ وہ اس کے پاس گئی ہوگی یا وہ اس کے پاس آیا ہوگا، کہ جن اس کے تابع ہیں، مگر نکاح سے پہلے یا کہ اس کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر کرامت کی بنا پر فقہاء نے اسے صحیح النسب تسلیم نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۲۲۶ پارہ ۲ میں فرمایا کہ، ان الخوارق لا تغیر الاحکام الشرعية۔ معجزات اود کلمات احکام شرع میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے اور امام ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اسی طرح پر بیان فرمایا ہے۔  
افسوس ہے کہ مریمؑ بچاری کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا کہ دوسروں کے لیے تو نکاح کے بعد بھی چھ ماہ تک کوئی کرامت قبول نہیں کی گئی اور اس کے لیے نکاح کیے بغیر ہی خلاف شرع کرامت بچہ پیدا کر لیا گیا ہے کیا خوب ہے؟

## عیسانی راسب ایک بچہ کی پیدائش

صحیح بخاری ۲۴۴ پارہ ۱۳، صحیح مسلم ۳۱۲ جلد ۱ میں نبوی ارشاد مروی ہے، کہ جو بچہ اسرائیلی لٹا اپنے گرجا کے پاس کسی چرواہے کو کسی جوان غیر شادی شدہ لڑکی سے زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا پھر جب اسے حمل پھر گیا تو عزیزوں کے دریافت پر اس نے جو بچہ کا نام بتایا۔ پس پھر کیا تھا اسے مارا پیٹا اور اس کا گرجا گریا کہ بظاہر یہ مہینہ گارا اور در پر وہ زنا کار جس پر اس نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور اعتدال پاک سے دعا کی کہ وہ اس کا دامن پاک فرمائے (تو اسے خواب میں صفائی کا ایک نقشہ بتایا گیا جس کی تفصیل یوں ہے کہ) جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے چرواہے کو بلا کر بچہ سے دریافت کیا تو اس نے (زبان حال مشکل و صورت سے جو کہ اس کے مشابہ تھی) بول کر بتایا کہ یہ میرا باپ ہے، تب انھوں نے اس کا پیچھا چھوڑا، مگر یہ کسی کو بھی خیال نہیں آیا کہ اسے

قدرت خدا کے حضور پر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بے پدر مٹھایا جائے۔  
تکلم فی الہد کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ ایسے شہادت کے موقع پر اپنی شکل و صورت  
سے بول کر اپنے باپ کا پتہ بتا دے۔

خواہ جائز ہے یا کہ ناجائز۔ باپ تو ہر حال ضرور ہے، مگر نبوت ہمیشہ اس میں  
رہی ہے اور اس سے وہ ہمیشہ ہر حال پاک ہے۔

مریم رضی اللہ عنہا کے خلاف کوئی چشم دید شہادت نہیں اور اسے اعتراف بھی نہیں  
تو پھر کیا علمائے اسلام فاروقی فتوے کے مطابق قیسی صمدت پسند فرما کر اس پر فیصلہ کریں  
گے، برگز نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر نکاح ہے۔

**جواب :** مسیح نبوی میں عیسیٰ ثلثوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو منظر ہوا، وہ  
در مشد میں ابن جریر یا ابن ابی حاتم سے منقول ہو کر مفصل بیان ہوا ہے۔ اس میں آپ نے  
اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا لا یکون ولد الا دھویشہ ابلا۔ ہر بچہ اپنی شکل  
و صورت و دیگر کاموں میں اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے، اگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی شکل و صورت خدا کی سی ہے تو وہ اس کا باپ ہے اور اگر اس کی شکل و صورت انسان  
کی سی ہے تو اس کا باپ انسان ہے، اس جوابی تقریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تسلیم فرمایا ہے، بلکہ عیسا ئیت کے خلاف اسے بطور  
ثبوت پیش فرمایا ہے۔

**نظیر :** ابو کانہ عبد بن یزید نے اپنی بیوی اُم رکمہ زہ کو طلاق دے کر دوسری شادی  
کی تو اس نے اس پر اتہام تراشا کہ وہ میری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اس کے خلاف یہ ثبوت پیش فرمایا کہ : اترون فلانا یشبہ منہ کذا  
و کذا من عبد یزید و فلانا یشبہ منہ کذا ۱۱ کذا قالوا نعم۔

(الحديث ما رواه ابو داود) ابو کانہ زہ کی مطلقہ بیوی سے اولاد ہے جو اس کے مشابہ ہے۔

لئے ولد کی شکل و صورت جیسے باپ پر ہوتی ہے ویسے ہی ماں پر بھی ہوتی ہے چنانچہ خاتم سلیم کی حدیث جو آئمہ اکرہ ہی ہے اس  
میں یقیناً ہے کہ ہمیشہ ماں و باپ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظر میں پایا کہ فرمایا ہے کہ تو راسی صحتی (اشی)

لہذا عورت کا یہ انتہام ہے جو قابلِ سماعت نہیں۔ اسی طرح ماریہ قبطیہ پر الزام عائد ہوا۔  
 تو جیسے کہ حیاۃ النبیؐ جلد ۲۴ میں بحوالہ طبرانی عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے الہام معلوم ہوا ہے کہ ان فی بطنہا غلاما  
 منی دانہ اشبه الخلق بـ۔ اس کے جو بچہ ہے وہ میرا ہے کیونکہ شکل و صورت  
 میں وہ میرے مشابہ ہے۔ یہ وہی دلیل ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 عیساٰ یحیٰی کے بالمقابل پیش فرمایا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باپ یوسفؑ سے مشابہ  
 تھا لہذا وہ اس کا بیٹا ہے، خدا کا بیٹا نہیں کہ اس کے جناس اور مشابہ نہیں۔

**جواب:** پھر آپ نے اس منظرہ میں یہ بھی فرمایا کہ: ان عیسیٰ حملتہ امہ  
 کما تحمل المرأة ثمر وضعته کما تضع المرأة ولدا ہا ثمر عندی  
 عما تعذی المرأة الصبی۔ مریم رضی اللہ عنہا کو اسی طرح پر جائز عمل ہوا  
 جس طرح کہ دیگر عورتوں کو جائز عمل ہوا کرتا ہے اور پھر اس نے اسے اسی طرح پر وضع کیا  
 جیسے کہ عورتیں اپنے اپنے حملوں کو وضع کیا کرتی ہیں اور پھر اسی طرح اسے دودھ پلا کر پرورش  
 کیا جیسے کہ دیگر عورتیں اپنے اپنے بچوں کو دودھ پلا کر پرورش کیا کرتی ہیں کوئی خصوصیت  
 نہیں، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان آیات کریمات کی طرف توجہ دلائی کہ:  
 اَللّٰهُ یُعَلِّمُ مَا یَحْمِلُ کُلُّیْ تَرْمِیْ اُنْثٰی وَ مَا یُعِیْنُ الرَّسَّ حَاوِرٌ وَ مَا تَزْدَادُ  
 (سعد) اور کہ وَمَا یَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِی (حہر سبحانہ)  
 اگرچہ حمل اور وضع انٹی کا کام ہے مگر یہ بھی بغیر ذکر ممکن نہیں، اسی طرح پر مریم رضی اللہ  
 عنہا کا حمل اور وضع اور وضع بھی بغیر شومر ممکن نہیں۔

**تفسیر:** وَ وَضَعْنَا الْاِنْسَانَ یُوْلِیْدًا یَحْمِلُکَ اُمُّہُ وَ هُنَّ عَلٰی وَہِنٍ  
 وَ فِصَالُہُ فِیْ عَامَیْنِ (لقمان) وَ وَضَعْنَا الْاِنْسَانَ یُوْلِیْدًا یَحْمِلُکَ اُمُّہُ اِحْسَانًا  
 حَمَلَتْہُ اُمُّہُ کُرْہًا وَ وَضَعَتْہُ کُرْہًا وَ حَمَلَتْہُ وَ فِیْہَا ثَلَاثُونَ  
 شَعْرًا (احقاف) ان ہر دو آیتوں میں حمل اور وضع ہر دو امور کو والدہ کی طرف  
 منسوب فرما کر والد کا ذکر بھی کر دیا ہے کہ اس کے بغیر ان امور کا کوئی امکان نہیں۔

توالد و تناسل کے سلسلہ میں عورت کا عمل اور وضع اور رضاعت مرد کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی دوسروں کی طرح باپ ہے ۔

ہے لہذا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی دوسروں کی طرح باپ ہے۔

**جواب :** پھر آپ نے اس مناظرہ میں فرمایا کہ : فان دینا صومہ عیسیٰ فی الرحمہ  
 کیف شاء۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت و شکل اس کی ماں کے رحم میں اللہ پاک  
 نے اسی طرح بنائی جس طرح کہ وہ دوسروں کی بنایا کرتا ہے۔ اس بیان میں گویا رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو پیش فرمایا ہے جو کہ آل عمران کے شروع میں  
 ہے کہ : هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 بھی اپنی تخلیق میں دوسروں کے ساتھ شامل ہیں کوئی خصوصیت نہیں۔ اور ابن جریر میں  
 محمد بن جعفر سے مروی ہے کہ لا یدفعون ذلك ولا ینکرونہ کما صومس غیدہ  
 من بنی آدم فکیف یکون النہا وقد کان بذلك المنزل۔ اس نبوی دلیل کا نہ  
 تو وہ کوئی جواب دے سکے اور نہ اس کا انکار کر سکے۔

ان ۱، ۲، ۳، ۴ نمبری مناظرہ جوابات سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معصوم بپ تسلیم فرما کر عیسائیوں کا ناطقہ بند فرمایا ہے۔ یہ ہر سہ جوابات معاملہ و دیگر تفاسیر میں بھی موجود ہیں۔

نبوی گرامی نامہ : جو کہ شاد و ہمیش کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روا فرمایا  
دہ تاریخ طبری میں یوں مروی ہے کہ : عیسیٰ بن مریم روح اللہ و صلواتہ

القاها الى مارجر البتول الطيبة الحصينية فحملت بعبسى فخلقتها  
 الله من روحه و نفخه كما خلق ادم بيداه و نفخه - مريم رضى الله  
 عنها فانه اپنے زمانہ کی ہر ایک عورت سے جو رسم و رواج اور ریتل کی پابند تھی ممتاز ہو کر  
 نکاح کیا۔ پھر اللہ پاک کے فضل و کرم سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ٹھہرا اور  
 اللہ پاک نے اپنی پیدا کی ہوئی روح ڈال کر اسے زندہ کیا جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 میں اپنی پیدا کی ہوئی روح ڈال کر اسے زندہ کیا تھا لہذا ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا  
 یا اس کا بیٹا نہیں۔ پھر یہی تقریباً پ نے عیسائی مناظرہ میں فرمائی۔ جیسے کہ معاملہ وغیرہ

میں ہے۔

**سوال :** مرزا صاحب قادیانی نے اس کی وفات مان کر اپنے خیال میں عیسائوں کا ناطقہ بند کیا ہے ، مگر ولادت بے پدر اسی طرح مان کر ان کی مکمل تائید کر دی ہے ۔

**جواب :** مرزا صاحب کو عیسائی ترمذیہ مطلوب ہوتی تو پہلے اسے لیجے مگر ان کا مطلوب یہ نہیں ، انھیں تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرسی مطلوب تھی جو اسے مارے بغیر مل نہیں سکتی تھی اس لیے اسے مارنا پڑا اور ولادت کو بے پدر آخر تک ہی مانتے رہے بلکہ اسے ایمانیات میں داخل فرما کر اد بھی بچھڑا کر دیا۔

۱۔ جیسے کہ حقیقۃً الہی اور حقیقہً معرفت میں ہے کہ یہ دونوں آخری تصنیف ہیں۔

۲۔ جیسے کہ مواہب الرحمن ص ۷۱ میں ”ذکر نبذ من عقائدنا“ کا عنوان دے کر فرمایا ہے کہ :

ومن عقائدنا ان عیسیٰ دلیجی قد ولد اعلیٰ طریق خرق العادات ولا استبعاد فی هذا الولادۃ ہماذا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں خرق عادت کے طور پر پیدا ہوئے ہیں اور اس طرح پر پیدائش میں کوئی استبعاد نہیں۔

پھر اس کی یوں تفصیل کی کہ هو خلق عیسیٰ من غیر آب بالقدرۃ المتعجۃ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ پاک کی قدرت کاملہ سے بے پدر پیدا ہوئے۔

اور یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کہا کہ فان عیسیٰ ما تولد من القوى الاسرائیلیۃ البشریۃ بل من قدرۃ اللہ الفعال۔ وہ بھی (ذکر کیا) کی قوت بشریہ سے نہیں بلکہ محض اللہ پاک کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے۔

پھر مزید تشریح یوں کر دی کہ وكان تولد یحییٰ من دون مس القوى البشریۃ وکذا تولد عیسیٰ من دون الاب۔ یہ دونوں بزرگ مس بشری کے بغیر پیدا ہوئے ، کیا خوب ہے ؟ اور دانشمند ذی علموں کے قابل غور ہے اور پر لطف بات یہ ہے کہ آپ کے خلیفہ اول مولوی نوالدین صاحب نے اس ایمان کو مستور فرمایا اور فرمایا ہے کہ قرآن حدیث (یعنی کلمہ)



وَدَبَّ أَحَقُّ الْإِنْسَانِ مِنْ طَيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلُهُ مِنْ سُلَالَةٍ مَبْنِيَةٍ  
سلسلہ توالد و تناسل قائم ہو جانے کے بعد تخلیق انسانی

## کا ضابطہ الہی

ارشاد الہی اقربائے ماقہنوں (واقعہ) کی تفسیر صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں یوں بیان کی ہے کہ ماقہنوں النطفۃ فی اسرار النساء۔ مردوں کا نطفہ جو عورتوں کے رحم میں قرار پاتا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبوی ارشاد مروی ہے کہ مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ کے ہمراہ اس کے رحم میں پہنچ کر جب قرار پکڑتا ہے تو رفتہ رفتہ کچھ سے کچھ ہوتا اور علقہ، مضغہ، مخلقہ اور غیر مخلقہ اور خلقا آخر جیسے نام ادا اطوار بدلتا ہوا چار ماہ تک کامل ہو کر زندہ ہو جاتا ہے۔

اور صحیح بخاری صفحہ ۴۹ پارہ ۵۱ میں السنن سے یوں مروی ہے کہ فاذا سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد واذا سبق ماء المرأة ماء الرجل نزعت الولد، اور صحیح مسلم جلد ۱ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ اذا علا ماء الرجل

(یعنی گزشتہ صفحہ) میں اس کی کوئی صراحت موجود نہیں جیسے کہ ایک خط سے ظاہر ہے، جیسا یاس برنی نے نقل فرمایا ہے اور کتاب نزل الدین ۱۹۲ میں یوں فرمایا کہ میں خود مدت تک باہن کہ اسلام میرا ایمان اور میری جان ہے اس بات کو متاثر نہ کر اب میں اس بات کا قائل نہیں رہا۔

اچھا ہوا کہ مولوی صاحب نے مرزا فی ایمان کو چھٹی دس دی اور آپ کے خلیفہ دوم اور دوسرے ذند نے یوں فرمایا کہ "قرآن کریم کے دوسرے عیسائی بھی مٹی سے پیدا ہوئے تھے اور ان کو کوئی غیر معمولی اہمیت حاصل تھی، مگر مٹی سے پیدا ہونے کے معنی نہیں کہ ہمارا باپ تھے کیونکہ جتنے لوگ مال باپ سے پیدا ہوئے ہیں قرآن کریم کے معادہ میں وہ بھی مٹی سے ہی پیدا ہوئے ہیں" (تذیل علی حوزن ص ۱۳۷) اچھا ہوا کہ انھوں نے بھی مرزا فی ایمان کو فصاحت فرمایا علاوہ ان کے مولوی محمد علی صاحب دہلوی نے بھی اس مرزا فی ایمان سے صاف طعہ بد بھات حاصل کر لی ہے جیسے کہ موصوف کی تفسیر میں تصریح ہے۔ (اثری)

ماء المس إنا تشبه اعمامه واذا علا ماء المس آقا ماء الرجل اشبه اخواله۔  
مرد عورت دونوں میں سے جس کا نطفہ رحم میں پہلے پہنچتا ہے یا کہ غالب ہوتا ہے، تو  
مولود کی شکل و صورت اس پر ہوتی ہے۔

درمنثور میں بحوالہ ابن جریر، ابن منذر، ابن قانع، ابن مردودہ، ابن شایبہ، طبرانی  
تاہن بخاری رباح بن قعیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے  
دریافت فرمایا کہ تیرے کیا اولاد ہے، عرض کی کہ بچہ یا کہ بچی کی امید ہے، فرمایا کہ کس کے  
مشابہ ہوگا، عرض کی کہ: اما ان یشبہ اباء و اما ان یشبہ اعمہ۔ تو آپ نے فرمایا  
کہ مرد کا نطفہ جب عورت کے رحم میں پڑتا ہے تو اس کی تمام نسب کا استحضار ہوجاتا ہے  
پھر اسے اللہ پاک جو نسی صورت میں چاہتا ہے پیدا کردیتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے  
فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبْتُ (انفطار)

درمنثور میں بحوالہ حکیم ترمذی، طبرانی، ابن مردودہ، اسماہی، مالک بن حویرثؓ سے  
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ پاک پیدا کرنا چاہتا ہے  
تو میاں بیوی دونوں صحبت کرتے ہیں تو مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں پڑ کر اس کے تمام  
رگ وریشہ میں اثر کرتا ہے، پھر اس کی تمام نسب کا استحضار ہو کر جو نسی صورت اللہ پاک  
چاہتا ہے پیدا کردیتا ہے، جیسے کہ ارشاد ہے: فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ  
رَكَّبْتُ (انفطار)

اور تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ ابوہریرہؓ جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے دریافت ہوا کہ من این یشبہ الولد اباء و اعمہ۔ بچہ اپنے مال باپ  
کی شکل کیسے اختیار کرتا ہے؟ فرمایا کہ ماء الرجل ابیض غلیظ و ماء المس آقا  
اصفر رقیق۔ مرد کی منی گاڑھی اہل سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتی اور زرد  
ہوتی ہے۔ ان دونوں میں سے جس کا غلبہ ہوگا اس کی شکل پر بچہ پیدا ہوگا۔

مشکوٰۃ میں بحوالہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ام سلمہؓ نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عورت کو کبھی کبھی احتلام ہوتا ہے، فرمایا کہ

ہاں! کیوں نہیں، بچہ جو پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تذکیر و تانیث اور ماں یا کہ باپ کی شکل و صورت اسی بنا پر ہو ا کرتی ہے جیسے کہ ابو یعلیٰ میں ہے۔

پھر دریافت ہوا کہ: ما للرجل من الولد وما للما آة منه۔ بچہ کا کون کون سا حصہ باپ کے نطفہ سے اور کون کون سا حصہ ماں کے نطفہ سے تیار ہوتا ہے؟ فرمایا للرجل العظام والعروق والعصب واللحم آة اللحم والدم والشعر (ابن کثیر) مرد کے پانی سے ہڈی، پٹھے اور رگ اور عورت کے پانی سے گوشت، خون اور بال تیار ہوتے ہیں۔

اور مجمع الزوائد ۱۲، جلد ۸ میں بحوالہ مسند امام احمد اور طبرانی اور بڑا ماور خصاص کبریٰ ۱۲۲ جلد ۱ میں بحوالہ ہرمس و نیز سبیتی والعمیم عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من کل یخلق من نطفۃ الرجل ومن نطفۃ المرأة فاما نطفۃ الرجل فنطفۃ غلیظۃ منها العظم والعصب واما نطفۃ المرأة فنطفۃ رقیقۃ منها اللحم والدم۔ میاں بری دو نسل کے مشترک نطفہ سے بچہ تیار ہوتا ہے، صرف ایک کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوتا کہ ہر ایک کا کام الگ الگ ہے، مرد کے نطفہ سے ہڈی، پٹھے (وغیرہ) اور عورت کے نطفہ سے گوشت خون (وغیرہ) پیدا ہوتے ہیں۔

اور درمنثور ۲۹۸ جلد ۶ میں بحوالہ ابن مردویہ، عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ارشاد الہی انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج کا مطلب یہ ہے کہ: العظام والعصب والعروق من الرجل واللحم والدم والشعر من المرأة

اور درمنثور ۳۲۶ جلد ۶ میں بحوالہ عبد اللہ زاق اور ابن منذر اعش سے مروی ہے کہ یخلق العظام والعصب من الرجل ویخلق اللحم والدم من ماء المرأة۔ سلسلہ توالد و تناسل کے بعد ہم ہر ایک انسان کو خواہ بچہ ہے یا کہ بچی، میاں بری کے مشترک نطفہ سے پیدا کرتے ہیں ایک کے نطفہ سے نہیں مرد کے نطفہ سے ہڈی،

پٹھے، لنگ اور عورت کے نطفہ سے گوشت، خون، ہال پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح مکرہ سے اس جگر پر مروی ہے کہ الظفر والعصب من الرجل واللحم والشعر من المرأة۔ ناخن، ہڈی، پٹھے مرد کے نطفہ سے اور گوشت، ہال عورت کے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اور تفسیر عزائب القرآن میں ہے کہ: وقد يقال العظم والعصب من ملة الرجل واللحم والدم من ماء المرأة اور تفسیر مدارک میں ہے کہ: العظم والعصب من الرجل واللحم والدم من المرأة۔ ہڈی، پٹھے مرد کے نطفہ سے اور گوشت، خون عورت کے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے درمنثور ۳۲۶ جلد ۱ میں عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ یُخْرَجُ مِنَ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالْكَرَائِبِ۔ قال صلب الرجل وترائب المرأة لا يكون الولد الا منهما۔ مرد و عورت دونوں جمع ہو کر جب تک ملاپ نہ کریں ولد ہرگز پیدا نہیں ہوگا۔

تفسیر ابن کثیر میں ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ کی تفسیر یوں کی کہ ای یَتَنَاسَلُونَ كَذَلِكَ مِنْ نُطْفَةٍ تُخْرَجُ مِنْ بَيْنِ صُلْبِ الرَّجُلِ وَتَرَائِبِ الْمَرْأَةِ۔ سلسلہ توالد و تناسل شروع ہو کر مرد و عورت دونوں کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے ایک کے نطفہ سے نہیں۔

آیت کریمہ ”الصُّلْبُ وَالتَّرَائِبُ“ اور آیت کریمہ ”نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ“ اور آیت کریمہ ”ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ“ اور آیت کریمہ ”فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا“ کی تفسیر تفاسیر میں ملاحظہ فرمائی کہ: سب میں یہی بیان کیا گیا ہے بلکہ تفسیر روح البیان (سورہ حج) میں ہے کہ: ان اعظم جذاء الانسان مخلوق من ماء الرجل۔ بچہ کی پیدائش میں زیادہ تر مرد کا حصہ ہوتا ہے، جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔ اول تو احد الزدجین سے بچہ پیدا نہیں ہوتا، اچھا تو اگر بوجھی جائے تو اس میں ایک طرف کے اجزاء ہوں گے دونوں طرف کے نہیں۔

ظاہر ہے اور متفقہ طور پر تسلیم بھی ہے کہ مینس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بڑی، پٹے رگ سب کچھ تھا جیسے کہ گوشت، خون اور بال تھے اور ایمان و اسلام کے پیش نظر کوئی شک و شبہ بھی نہیں تو پھر جیسے موصوف کی والدہ ہے ویسے ہی باپ بھی ہے، اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

## حکایت عجیبہ ؟

تفسیر فتح البیان (سورہ دہر) میں ہے کہ : ماکان من عصب و عظم فمن نطفۃ الرجل و ماکان من لحم و دہر فمن ماء الماۃ حتی نبت الماۃ المراۃ و اجتمع المادان فی ساحر احدی ہما خلق الولد بلا عظم و قد وقع ذلک فی عصر السلطان غیاث الدین فلزم من السلطان فجمع اطباء و العلماء فلزمید رکوا شیاء من شانہ فارسل الاستفتاء الی علماء طغراباد فقال محمد بن الحاج امّہ خلق من ماء امرأتین فتفحص السلطان فظہر انہ کذلک۔ تفسیر ترجمان القرآن میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ ”مرد کا پانی سفید غلیظ ہوتا ہے، اور عورت کا پانی زرد و ترقیق ہوتا ہے اور دونوں پانیوں سے مل کر بچہ پیدا ہوتا ہے، بڑی پٹے نطفہ مرد سے بنتے ہیں اور گوشت و خون وہاں عورت کے پانی سے یہاں تک کہ اگر کوئی عورت کسی عورت سے زنا کرے اور رحم میں دونوں پانی جمع ہو جائیں تو بچہ بے بڑی (مردہ) پیدا ہوگا، عصر سلطان غیاث الدین میں ایک بار اسی طرح ہوا تھا۔ بادشاہ نے نہ جانا، اطباء و علماء کو جمع کیا کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ علماء طغراباد سے استفتاء کیا محمد بن الحاج نے کہا یہ بچہ و عورتوں کے پانی سے پیدا ہوا ہے سلطان نے جستجو کی معلوم ہوا کہ اسی طرح پر ہوا تھا۔

یا کرہ و عذر اعرہ بکارت اور عذرہ ایک پردہ ہے جو پہلے ایام ماہواری (حین) سے لٹوٹا ہے، پھر اس کے بعد جماع سے لٹوٹا ہے پھر اس کے بعد بچہ کی پیدائش

پر ٹوٹا ہے۔ جیسے کہ نہایا بن الاثیر میں ہے کہ العذرة قد تذهبها الحيضة والوشية۔ مشکوٰۃ ص ۱۵۵ میں بحوالہ بخاری، مسلم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں البرسمید خدیجہ سے مروی ہے کہ کان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرها (الحديث) تو اس میں خدر (پردہ) سے ظاہر ہے کہ وہ بالغ ہے اور عورت کی بلوغت حیض سے ہوتی ہے جس سے عذر ٹوٹتا ہے، پھر اس کے بعد دخول سے ٹوٹتا ہے پھر اس کے بعد وضع سے ٹوٹتا ہے۔

سلا کی بابت سدی جیسے بعض مفسرین نے دیکھا کہ کی تفسیر بیان کی ہے کہ اسے حیض نہیں آتا تھا۔ باقی سب مفسرین اس کے حیض کے قائل ہیں اور سلا کی شکایت نکاح کے بعد پیدا ہوئی جسے اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے دور فرمایا اور سلا کا وقت آیا۔ جسے تمام امت مسلمہ نے تسلیم کیا اور قرآن مجید اس پر ناطق ہے، چونکہ یہ پہلا موقع ہوتا ہے اس لیے زچہ کر لیا یہ موقع پر بہت تکلیف ہوتی ہے پھر اس کے بعد دیگر بچوں کے لیے اتنی تکلیف نہیں ہوتی۔

لطیفہ فقہیہ: حقیقۃ الفقه ص ۱۱۹ میں فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۶ جلد ۱ سے منقول ہے: باکرہ عورت سے سوائے فرج کے جماع کیا اور حمل رہ گیا بائیں طرف کہ لفظ اس کی فرج میں ٹپک گیا، پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اس کا پردہ اندھ وغیرہ ڈال کر ٹوڑ دیا جائے گا کیونکہ بدول اس کے بچہ نہیں نکلے گا۔

ایسی عورت کے پاس دایہ و دیگر عورتیں سب موجود ہیں لیکن فقہاء کے تجربہ مطابق اندھ کا استقبال کیے بغیر بچہ پیدا نہیں ہو سکتا مگر مریم رضی اللہ عنہا نے جیسے کہ عام خیال ہے کسی مرد سے ملاپ نہیں کیا اور کوئی عورت بھی پاس نہیں اور پھر بچہ پیدا ہوا ہے کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ شادی شدہ ہے؟ ایسے عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔

سوال: اندھ کے ذکر پر بیبات بھی قابل غور ہے کہ بعض مرعیاں اسے بغیر رخ کے بھی وضع کرتی ہیں تو اگر مریم رضی اللہ عنہا نے بھی بغیر شوہر بچہ پیدا کر لیا تو کیا حرج ہے؟

جواب : کوئی مرغی ایسی بھی ہوتی ہے جو مرغ کی اذان سن کر یا اسے دور سے دیکھ کر تخیل پیدا کرتی ہے تو اس کے غلبے سے یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو کیا مریم رضی اللہ عنہا نے اپنی عفت کے خلاف ایسا کیا تھا ؟ بعض کا خیال ہے کہ ہاں ایسا کیا تھا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ : اما ہاجب و شیل متمثلہ بصورتہ شباب امر دسوی الخلق لتستأنس بکلامہ و لعلہ لیہیم شہوتہا فتحدس نطفہا الی رحمہا اور تفسیر دارک میں ہے کہ : تمثل لہا فی صورتہ ادمی شباب اعود و ضیعی الوجه جعد الشعر۔ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بے ریش گنگر لے بال خوبصورت لوجوان لڑکے کی شکل میں مریم رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تھا تاکہ وہ جنسی خیال سے اس کی طرف خوب نظر دوڑا کر دیکھے اور ہیجان سے اس کا نظرف اس کے رجم میں پہنچ کر حمل ٹھہر جائے، کیا خوب ہے ؟

فرشتے نے جیسے بدلا اور وہ بھی حودت کا نہیں، مرد کا، بوڑھے کا نہیں بلکہ جوان کا اور معمولی شکل نہیں بلکہ خوبصورت اور بال گنگر لے تاکہ عینفہ کے دل میں اس کی انگ پیدا ہو کہ مذکورہ صورت پیدا ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ شریعت ظاہرہ کے خلاف ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگرچہ ابو السعود نے اس کی تردید کر دی ہے، مگر تعجب ہے کہ یہ سب کچھ تسلیم کر لیا ہے مگر شادی

یہ سب کچھ کر لیا تو باقی کام کی کیا روک تھامی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ کر ان کی خدمت میں کھانا رکھا مگر انھوں نے نہیں کھا یا کہ حقیقت بشری نہیں پھر لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی طائفہ برتے کہ یہ مہمان ہیں اور قوم بیکار ہے گر وہ فرشتے تھے تو آگاہ فرمایا۔ انادیل ربہ لن یصلوا الیہ (ہود) ہم بظاہر انسان ہیں حقیقت بشری نہیں یہ سب علماء کوسلم ہے کہ فرشتہ انسانی شکل بدل کر حقیقت بشری میں نہیں آجاتا مگر معلوم نہیں کہ یہاں پر انھوں نے فرشتہ کو بد ارادہ پکیریں مشتعل کر لیا اور مصور اگر اسے فرشتہ جانتی تھی تو وہ کیسے مشتعل ہوئی اور اگر سچ پچ اسے غیر شومر انسان سمجھا تھا تو وہ پاک کیسے رہی ؟ (اثری)

تسبیہ میں کی، کیا خوب ہے ؟

**جواب :** حیاتِ انجیران ص ۲۹ جلد ۱ میں ہے کہ : وَ هَذَا النُّوعُ مِنَ الْبَيْعِ لَا يَقُولُ مِنْهُ جَبَّانٌ ۔ ایسے اندوں سے جو مرث کے بغیر پیدا ہوں کوئی زندہ بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس کے خلاف زندہ پیدا ہوئے، جو ان ہوئے اور صاحبِ نبوت ہوئے، کہ باپ ہے ۔

**حکایت عجیبہ :** شیخ محی الدین ابن عربی کی "فصوص الحکم" کے ترجمہ میں مناقبِ غوثیہ سے منقول ہے کہ "جب آپ کے والد کا سن پچاس برس کا ہوڑا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تو آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاء کے واسطے عرض کیا، حضرت نے دعا فرمائی الہام ہوا کہ ان کے اولاد نہیں ہو سکتی، ہاں اگر کوئی دوسرا شخص اپنی اولاد ان کو بہہ کر دے تو ممکن ہے حضرت غوث الاعظمؒ نے حضرت علی بن محمد سے فرمایا کہ میرے صلب میں ایک لڑکا ہے میں نے تم کو شے دیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ امتِ محمدیہ میں جلیل القدر ولی ہوگا اور جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا حضرت علی بن محمد اپنے گھر واپس آئے تو اس شب کو آپ کی زوجہ حاملہ ہوئی ایامِ حمل گزرنے کے بعد حضرت محی الدین ابن عربی پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت غوث الاعظمؒ کے پاس آپ کو لے گئے، حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ یہ میرا لڑکا ہے اور انشاء اللہ ولی ہوگا اور ایسا ہی ظہور میں آیا ۔"

کسی غیر شہر کی پشت سے اس کے بچے کا مواد خارج ہو کر کسی دوسرے کی بیوی کے رحم میں چلا جانا اگرچہ کرامت کے طور پر بیان کیا گیا مگر ہمارے خیال میں یہ دونوں کے لیے کوئی اچھا کام نہیں ۔

لیے مواقع پر یاس کن خیالات یا کہ حالات پیدا ہوں تو دعا اور دعا سے کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ یاس کو امید سے بدل سکتا ہے اور دوٹے طبیب اور دعائے بزرگ کے کامیاب ثابت ہونے پر ان کا شکریہ ہے اور بچہ اپنے باپ کا ہے ورنہ بھروسہ دیکھ پیراں دتا یا کہ گڑاں دتا ہوگا ۔



**حکایت عجیبہ :** دعوتِ دہلی بابت ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء اور ایشیاءِ لاہور بابت ۱۲-۹ جنوری ۱۹۶۳ء طلوعِ اسلام لاہور بابت مارچ ۱۹۶۳ء اور تنجی دیوبند بابت مارچ اپریل ۱۹۶۳ء اور فارانِ کراچی و دیگر اخبارات میں مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (سہارنپور) کا بیان موصوف کی شائع کردہ کتاب ”اسلام اور مغربی تہذیب“ سے منقول ہو کر مفصل طور پر شائع ہوا ہے جس کا نہایت اختصار کے ساتھ خلاصہ یہ ہے کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس بشرِ آسیا کی صورت میں ہو کر مریم رضی اللہ عنہا کے فرج میں چھونک ماری تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ تھی یہ

یہ سب کچھ ہوا، کوئی حرج نہیں (معاذ اللہ) مگر شرعی نکاح نہیں ہونے دیا جو کہ بحسب ارشادِ الہی وَلَقَدْ اٰمَنَّا مِنْ سُلٰلٰتٍ مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَہُمْ اٰمَنًا وَّاجًا وَذُرِّیَّتَہُمْ (رعد) تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت مطہر ہے، کیا خوب ہے!

**لبن الفحل :** ایک شرعی مسئلہ ہے جو کہ کتبِ حدیث میں منصوص ہے جمیع القوائد جلد ۱ میں بحوالہ مطہر امام مالکؒ اور ترمذی مروی ہے کہ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں ایک نے کسی کے بچے کو اور دوسری نے کسی کی بچی کو دودھ پلایا تو کیا اس بچی، بچہ کا باہم نکاح ہو سکتا ہے تو عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ واحد مرکز دودھ (شوہر) ایک ہے۔ جس کے جماع اور امتاء کی وجہ سے دودھ پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح پر دیگر کتبِ حدیث میں اس کی پوری پوری تفصیل موجود ہے کہ جماع کی وجہ سے دودھ پیدا ہوتا ہے۔

اور جیسے کہ نبوی مناظرہ میں ہے کہ مریم رضی اللہ عنہا نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلایا ہے تو پھر اس کا شوہر ثابت ہوا۔

لے تفصیل کے لیے موصود، کتاب ”اسلام اور مغربی تہذیب“ ملاحظہ ہو

لے درآوردہ کا باہم طلاق اور علیٰ پشت سے پانی خارج ہو کر لے کے رحم میں ٹپکانا (دھری)

صحیح بخاری باب لبن الفحل میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فلعج کی بھلوج نے مجھے دودھ پلایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میرا رضاعی چچا ٹھہرایا، میں نے اعتراض بھی کیا کہ فلعج کا اس سے کیا واسطہ، فرمایا کہ نہیں، یہ تیرا رضاعی چچا ہے۔

اس پر فتح الباری ص ۱۵ پارہ ۲ میں حافظ صاحب نے فرمایا ہے کہ: والی هذا اشار ابن عباسؓ بقوله في هذا المسئلة اللقاح واحد اخوجه ابن ابي ثيبه وايضا فان الوطاء يد ر اللبن فلفعل فيه نصيب وذهب الجمهور من الصحابة والتابعين وفقهاء الامصار كالا وراعي في اهل الشام والثوري وابي حنيفة في اهل الكوفة وابن جبريم في اهل مكة ومالك في اهل المدينة والشافعي واحمد والصحق وابي ثور واتباعهم الى ان لبن الفحل يحرم وحجتهم وهذا الحديث الصحيح۔ عبد اللہ بن عباسؓ نے اللقاح واحد فرما کر اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے (جسے میں پہلے بیان کر آیا ہوں)، نیز فرمایا کہ مرو کے جماع کی وجہ سے ہی تو عورت کو دودھ پیدا ہوتا ہے۔ جس سے جماع نہیں ہوا اس سے نہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہ دودھ اترتا ہے، تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام اور دیگر شہرہوں کے فقہاء کا بھی مسلک ہے چنانچہ شامیوں میں امام ازہریؒ اور کو فیوں میں امام البرخیزیؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام ثوریؒ اور مکہ مکرمہ میں امام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریجؒ اور مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ اور امام ابو ثورؒ و نیز دیگر ائمہ کرام لبن الفحل کا اس حدیث کی بنا پر اعتراف کرتے ہیں اور یہ حدیث صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

اور نہ ہی ابن الاثیرؒ میں ہے کہ: ان لبن الفحل يحرم ميريدا بالفحل الرجل تكون له امارة ولدات منه ولدا ولها لبن فكل من ارضعته من الرطفال بهذا اللبن فهو محرم على الزوج واخوته واولاده منها ومن غيرها لان اللبن للزوج حيث هو سببه وهذا من ذهب الجماعة: لبن الفحل كما مطلب یہ ہے کہ کسی کی عورت نے بچہ جنما اور اسے دودھ اتراتا تو وہ کسی دوسرے کے بچہ کو دودھ

پلائے تو وہ اس کی نسب کی طرح اماں اور اس کا شوہر نسب کی طرح اس کا باپ اور اس کے  
 عیائیں اور اس کی اولاد کا رشتہ بھی اس سے نسب کی طرح ہو جاتا ہے کیونکہ عودت کا درجہ  
 جیسے کہ شوہر کے جماع کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ویسے ہی (دودھ دہی) شوہر کے جماع  
 کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

اور امام شافعی رونے کتاب الام ۲۵۷ جلد ۲ میں فرمایا ہے کہ قالین الرجل والمرأة  
 عما یکون الولد للرجل والمرأة۔ جیسے کہ بچہ زوجین کے طاپ سے پیدا ہوتا  
 ہے اس کے بغیر نہیں ایسے ہی دودھ بھی دونوں کے طاپ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر  
 نہیں۔ اور قریب قریب سب آئمہ کرام کا بھی مسلک یہی ہے اور کتب حدیث اور شروح میں  
 بھی اسی طرح پر بیان کیا گیا ہے، لہذا حبیب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ ماجدہ  
 کا دودھ پیا ہے تو ان کا باپ اور اس کا شوہر ثابت ہوا۔

سوال : جامع البیان میں ہے کہ مریمؑ نے اپنی اماں کا دودھ نہیں پیا تھا اللہ پاک  
 جنت سے رزق پہنچاتا رہا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے بیٹے نے بھی اسی طرح پر اپنی  
 اماں کے دودھ کے بغیر ہی پرورش پائی ہوگی۔

جواب : یہ سب مجبور پسندی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں عیائیں کے نبوی  
 مناظرہ میں بیان کر آیا ہوں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اماں کا دودھ پیا ہے۔  
 مسند امام احمد میں خیمہ سے مر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ  
 اس کی گود میں پیا ہے۔

الجواب الفسیح لما افتقد عبد المسیح ۱۳۷ جلد ۲ میں حافظ ابن قلیم  
 کی احاطۃ اللہان سے جو اشعار منقول ہیں ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے  
 وشرق الفرج مولوداً صغیراً  
 حنیفاً فاتھا للشدی خافاً

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی والدہ کے رحم میں اسی طرح ٹھہرے رہے جس طرح  
 دیگر بچے ٹھہرتے ہیں۔ اور اس راہ سے پیدا ہوئے جس راہ سے دیگر بچے پیدا ہوتے  
 ہیں اور اسی طرح اپنی ماں کی گود میں دودھ پیا ہے جیسے کہ دیگر بچے اپنی اپنی ماں کی گود

میں دودھ پیا کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی خصوصیت نہیں۔

## اللہ پاک کا طرز بیان

قرآن مجید میں عموماً اور خصوصاً والدین کا ذکر صریحاً آیا ہے اور کسی جگہ صرف والد کا ذکر ہے اور کسی جگہ صرف والدہ کا ذکر ہے اور کسی جگہ ماں باپ دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر بھی نہیں، صرف ولد کے نام پر اکتفاء فرمایا ہے۔

اب میں ذیل میں ان آیات کریمات کو درج کرتا ہوں جن میں اللہ پاک نے یہ طرز اختیار فرمایا ہے۔

**والدین :** وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ رِعَابُكَوْتِ، لِقَانُ، اِحْقَافُ  
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (بقعہ)۔ نسلہ۔ انعام۔ بنی اسرائیل، اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ  
(بقعہ) وَالْوَالِدَيْنِ (نساء) اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ (بقعہ) وَرَبِّكَ  
(نساء) وَوَصَّيْنَاكَ اَبَوَاكَ (نساء) وَابْنُكَ (نساء) قَالُوا لَوَالِدَايَا  
(احقاف) وَلَوَالِدَايَا (ابراہیم)۔ نوح) وَهَلَىٰ وَالِدَتِي (نسل) اِحْقَافُ  
لَكُمْ اَبَوَيْكُمْ (يوسف) اَوَى الْمِيْنُ اَبُوَيْهِ (يوسف) بَرَّ اَبَوَالِدَيْنِي (مریم)  
وَالْوَالِدَيْنِ (لقمان) اُمِّهِ وَابْنِهِ رَعِيْتُ مَا كَانَ اَبُوْلِ امْرَاَتِي سَوْءًا  
وَمَا كَانَتْ اُمِّي بَغِيًّا (مریم) لَا يَجِدُنِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ  
هُوَ جَاوِزٌ عَنِ الْوَالِدِ شَيْءٌ (لقمان) وَالْوَالِدُ وَمَا وَلَدَ (بلد) جَاهِدَا لَكَ فَلَ  
تُطْعِمَا رِعَابُكَوْتِ لِقَمَتَانِ وَصَاحِبُهُمَا لِقَمَتَانِ كَلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا  
وَلَا تَهْزُمَا۔ وَقُلْ لَهُمَا۔ وَاطْفِئْ لَهُمَا رِبِّ اَرْحَمُهُمَا رَبِّي فِي  
(بنی اسرائیل) دَعَا اِلَهَهُ رَبَّهُمَا۔ فَلَمَّا اَنَاهَا۔ فِيهَا اَنَاهَا۔ جَعَلَهَا  
فَرْسَكًا۔ (الحجرات) وَبَنِيَّ وَنَحَارَاجًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (نساء) اِخْلَاهَا  
(بنی اسرائیل)

اس ضابطہ سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیہ وسلم نہیں جیسے کہ انجیل میں ہے کہ دوبارہ بریں

کے تھے اور اپنے والدین کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ قافلہ سے بچھڑ گئے اور ماں باپ نے واپس ہو کر انھیں تلاش کیا تو مل گئے جیسے کہ تو ثابت میں ہے کہ:

”اس کی ماں نے اس سے کہا بیٹا تو نے کیوں ایسا کیا دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تھے ڈھونڈتے تھے“

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ تو اپنا شوہر اور اس کا باپ بتا رہی ہیں اور باپ بیٹا بھی دونوں اسے تسلیم فرما رہے ہیں مگر صدیوں بعد لوگوں نے انھیں بے پردہ بتایا اور آپ کی والدہ کو بے شوہر بتایا۔ کیا خوب ہے!

والدہ: اَبُو نَاصِرٍ یٰمَیْمُنَ (قصص) اِنَّ اَبٰی یٰمَیْمُوْنَ (قصص) وَجْهَ اَبِیْکُمْ (یوسف) وَجْهَ اَبِیْ رِیْسَ (یوسف) یَا ذَنْ لِّیْ اَبِیْ رِیْسَ (یوسف) قَالَ اَبُو هُوَ (یوسف) اَمْرُهُمْ اَبُو هُوَ (یوسف) اِنَّ اَبَاکُمْ کَذَّابٌ (یوسف) اِنَّ اَبَاکَ لَفِیْ ضَلٰلٍ (یوسف) یَا اَبَا نَا مَا لَکَ (یوسف) یَا اَبَا نَا ذَهَبْنَا (یوسف) یَا اَبَا نَا مَا فَعَلِیْ (یوسف) یَا اَبَا نَا اِنَّ اَبْنٰکَ سَوٰی (یوسف) یَا اَبَا نَا اَسْتَغْفِرُ لَنَا (یوسف) اِسْرَءِیْلَ اِلٰی اَمِیْنٍ (یوسف) قَالَ یُوْسُفُ لِیٰسَیْدِ (یوسف) حٰدَا اَبَا هُوَ عِشَامٌ (یوسف) سَلُوْا وَدَعْنٰهُ اَبَا لُ (یوسف) اِلٰی اَبِیْهِمْ (یوسف) مَرَّتْ اَبِیْکُمْ (یوسف) اِلٰی اَبْنٰی (یوسف) کَانَ اَبُو هُمَا حٰمِلًا (کھف) قَالَ اِبْرٰهیمُ لِرَبِّهِ اَسْرَ (انعام) قَالَ لِیٰسَیْدِ (مریم) اَبْنِیَّاهُ - صافات) قَوْلَ رَبِّ اٰهَمِمْ لِیٰسَیْدِ (ممتحنہ) اَسْتَغْفِرُ اِبْرٰهیمَ لِیٰسَیْدِ (توبہ) یَا اَبَتَ لِمَ تَعْبُدُ (مریم) یَا اَبَتَ اِنِّیْ قَدْ جِئْتُ فِیْ (مریم) یَا اَبَتَ لِمَ تَعْبُدُ (مریم) یَا اَبَتَ اِنِّیْ اَخَافُ (مریم) یَا اَبَتَ اِنِّیْ رَاَیْتُ (یوسف) یَا اَبَتَ هٰذَا نَارُ وِسْیَلٍ (یوسف) یَا اَبَتَ اَسْتَأْذِنُ (قصص) یَا اَبَتَ اَفْعَلْ (صافات)

یوحنا باب ۱۱ میں یہودیوں کا بیان یوں ہے کہ :

”کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں؟“

اور یوحنا باب ۱۱ میں ہے کہ :

”وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے“

اور متی باب ۱۳ میں ہے کہ :

”کیا یہ بڑھتی کا بیٹا نہیں؟“

اس وقت تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے پردگی کا کسی کو بھی کوئی خیال نہیں یہ خیال تو صدیوں بعد پیدا ہوا ہے، جو کہ موصوف کی شان ارفع و اعلیٰ کے خلاف ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی مناظرہ میں مریمؑ کے حمل کو جائز عمل ٹھہرایا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے باپ کے مشابہ بتایا ہے جو کہ آپ کی شان کے لائق ہے۔

وَاللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ أَيْدِيهِمْ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (قصص ۲۵-۲۸)  
فَرَدَّدْنَا مَا إِلَىٰ آيَاتِهِ (قصص ۲۹) إِنَّا رَأَوْنَا إِلَيْكَ (قصص ۳۰) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَآمَتَهُ آيَةً (مومنون ۵۱) وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ (انبیاء ۹۱)  
قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ (صف ۷۱) قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لَهَاوَرِيِّينَ (صف ۷۲) قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا (مائدا ۱۷۰) إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (نساء ۱۵۷) يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبِّيْكَ (مائدا ۱۷۱) إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائدا ۱۷۲) يَمْلِكُ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائدا ۱۷۳) مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ (مائدا ۱۷۴) وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوحَنَا (مائدا ۱۷۵) إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (نساء ۱۵۸) وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (نساء ۱۵۹) وَجَعَلْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ (مائدة ۱۷۶) لِّسَانُ دَاوُدَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (مائدا ۱۷۷) إِنَّا تَلَوْنَا الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ نَسَاءً يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَذْكُرُ يَحْيَى (مائدا ۱۷۸) اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (مائدا ۱۷۹) وَكَلَّمَ صَرْبُ ابْنُ مَرْيَمَ زَعْرَفُ (مائدا ۱۸۰) وَبَدَأَ الْإِنْسَانُ (مائدا ۱۸۱) وَاسْمُ (مائدا ۱۸۲) وَالِدَتِكَ (مائدا ۱۸۳) وَآمَتُهُ حَبِلَاتُكَ (مائدا ۱۸۴) وَآمَتُهُ (مائدا ۱۸۵) يَا عِيسَى ابْنُ

مَرْيَمَ أَنْتَ مُلَّتْ لِلنَّاسِ (مائتہ) ذَلِكَ هُنَّ ابْنُ مَرْيَمَ (مَرْيَمَ عَلَمٌ)  
 اُمُّهُ (لَقَمَانِ) احْقَافٌ (۱۱۵) فَلَمَّا مَدَّ السُّدُسُ (نِسَاءً)  
 اخْدَاهَا (بَنَى اسْرَائِيلَ) (۱۱۸)

وَلَدَهُ قَالَ لَقَمَانُ لِابْنِهِ (لَقَمَانِ) يَا بَنِيَّ أَتَجْعَلُكَ لَقَمَانًا يَا  
 بَنِيَّ ائْتِمَا (لَقَمَانِ) يَبْنِي لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ (يُوسُفَ) يَبْنِي تَوَدَّ خُلُوًّا  
 (يُوسُفَ) يَبْنِي اذْهَبُوا (يُوسُفَ) إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ (يُوسُفَ) أَحَدَى  
 ابْنَتِي هَاتَيْنِ (قَصَصَ) هُوَ لَا يَبْقَى (حَجَرِي هُوَ) مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ  
 مِنْ حَقٍّ (هُودَ) قَالَ لِابْنِهِ (بَقْرَةَ) إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِ رُحُودٍ وَنَادَى  
 نُوحُ ابْنَهُ (هُودَ) يَبْنِي إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ رِصَافَاتٍ يَبْنِي لَا تُشْرِكْ  
 بِاللَّهِ (لَقَمَانِ) وَاجْعَلِي وَبَنِي (إِبْرَاهِيمَ) بَنِيهِ (بَقْرَةَ) دُرِّيَّتَ  
 مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ (بَنَى اسْرَائِيلَ) فِي دُرِّيَّتِهِ (عَنْكَبُوتَ) فِي دُرِّيَّتِنَا  
 (حَمَلِيدَ) مِنْ دُرِّيَّتِي (بَقْرَةَ) يَا بَنِيَّ (بَقْرَةَ) فِي دُرِّيَّتِي (احْقَافَ)  
 دُرِّيَّتَهُ (رِصَافَاتٍ) وَمِنْ دُرِّيَّتِنَا (رِصَافَاتٍ) وَمِنْ دُرِّيَّتِنَا (بَقْرَةَ)  
 دُرِّيَّةَ طَيْبَةَ (رِصَافَاتٍ) دُرِّيَّتِنَا (رِصَافَاتٍ) وَمِنْ دُرِّيَّتِهِ  
 (الْعَامِ) وَاتَّبَعْتُهُمْ دُرِّيَّتَهُ (هُودَ) أَلْقَيْنَا بِهِمْ دُرِّيَّتَهُ (طُورَ)  
 دُرِّيَّتَا نَعْمُ (الْعَامِ) فِي دُرِّيَّتِهِ (عَنْكَبُوتَ) اسْكُنْتَ مِنْ دُرِّيَّتِي (إِبْرَاهِيمَ)

۱ سے ۲۵ تک ماں باپ کا ذکر ہے اور ۲۵ سے ۸۰ تک صرف باپ کا ذکر ہے

اور ۸۱ سے ۱۱۵ تک صرف ماں کا ذکر ہے اور ۱۱۶ سے ۱۵۳ تک صرف اولاد کا ذکر ہے اور ۱۵۴

مشترک ہے اور بے شمار آیتوں کو میں نے طوالت کی وجہ سے چھوڑ بھی دیا ہے۔

جہاں ماں باپ کا ذکر ہے وہاں پر دونوں کے ذکر کی ضرورت ہے اور جہاں  
 احد الطرفين کا ذکر فرما کر دوسری طرف کو حذف فرمایا ہے تو وہاں پر مذکور سے کام ہے،  
 دوسری جانب کا ذکر مطلوب نہیں یا وہ فوت شدہ ہے اور جہاں ماں حذف ہے وہاں  
 پر یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صرف باپ سے پیدا شدہ ہے۔ مال کوئی نہیں اور جہاں باپ حذف ہے

وہاں پر یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صرف ماں سے پیدا شدہ ہے۔ باپ کوئی نہیں۔

اشباک نے فرمایا کہ: **يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (نامر)** اور کہ **وَاِذْ اُمْتَحِنْتُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ (خیم)** اور کہ **اِنَّ اُمَّهَاتِكُمْ هِيَ** **اِلٰهَ الْاَلٰی وَذٰلِكَ نَهْجُ الْمُجَادِلِ** (تم لوگ اپنی اپنی ماؤں کے پیٹوں سے پیدا ہوئے ہو، کیا باپ اس میں شامل نہیں، ضرور ہے مگر ذکر نہیں کہ اس جگہ اس کی ضرورت نہیں۔

ہود، صالح، نوح، ادریس، ایوب، شعیب، داؤد، ایاس، الیسع، ذکیا علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے بزرگوں کے ماں باپوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا تو کیا یہ اثباتی سلسلہ توالد و تناسل میں ماں باپ کے بغیر ہی پیدا ہوئے تھے ہرگز نہیں سب کے ماں باپ تھے مگر ان کا ذکر نہیں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں۔

## میاں بیوی یا کہ نہ مادہ دونوں جوڑا ہے

متی باب ۱۵ میں ہے کہ: اس نے ابتداء ہی سے انھیں مرد اور عورت بنا کر کہا: "اور مرقس باب ۱۶ میں ہے کہ" خلقت کے شروع سے اس نے انھیں مرد اور

عورت بنایا۔"

اور پیدائش باب ۱۷ میں ہے کہ:

۱۔ "اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے عمل میں تیرے دود کو بہت ہی بڑھاؤں

گا اور دود سے توڑ کے جسے لگی اور خیم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔" اور پیدائش باب ۱۸ میں ہے کہ:

۲۔ "سب پاک جانداروں میں سے سات سات تراور ان کی مادہ اور ان میں

سے جو پاک نہیں، دو دو تراور ان کے مادہ اپنے پاس لے اور آسمان کے پرندوں میں سے

بھی جو پاک ہیں، سات سات تراور مادہ تاکہ تمام زمین پر ان کی نسل باقی رہے۔"

۳۔ میں اظہار فطرت ہے کسی جرم کی سزا نہیں جیسے کہ تو آ اور مریم کو عورت

پیش آئی ویسے ہی سب عورتوں کا حال ہے۔



ملا کو قرآن مجید نے جامع لفظوں میں فرمایا ہے کہ قُلْنَا اَحْمَلْنَا فِيْهَا مِنْ  
 كَلِّ ذَوَّجَيْنِ اَشْنَيْنِ (ہود) فَاَسْلَكْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ ذَوْجَيْنِ اَشْنَيْنِ ،  
 (مؤمنون) اپنے یہاں کی ضرورت کے مطابق جوڑا جوڑا سوار کر لے تاکہ بعد میں دیگر  
 مقامات سے ان کے حصول میں تکلیف نہ اٹھانی پڑے ۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دنیا  
 بھر کے جانور پکڑتے پھرد ، پھر انہیں محفوظ کر داور ان کی خوراک کا انتظام کر دے کہ یہ کسی  
 انسان کے بس کی بات نہیں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقراء) اور کہ  
 انسان کا علم بھی تمام جانوروں پر جاری نہیں وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ  
 (مدثر) سیلاب آتے ہیں اور در در علاقوں تک مڑ بھی ہوتے ہیں ۔ پھر سیلاب  
 کے ختم ہونے ، زمین خشک ہونے پر چوہنیاں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں ، اللہ پاک کے نظام  
 میں انسانی امداد کی کوئی ضرورت نہیں ۔

**زَوْجَيْنِ :** خَلَقْنَا نَحَارًا وَجَعَلْنَا رِجَالًا مِّنْهُمَا ذَوْجًا ذَوْجًا (زمزم)  
 اَسْلَكْنَا اُنْتَا وَمَا وَجَلْتَ (بقراء) اِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ (طہ)  
 لَنَبِيَّتِنَا وَاَهْلُهَا (نمل) اِمْرًا لَا تُؤْمِرُ وَاِمْرًا لَا تُؤْمِرُ (تحریم)  
 اِمْرًا كَذٰلِكَ قَائِمَةٌ (ہود) فَاقْبَلْتِ اِمْرَاَتَهُ (طاریات) هٰذَا اَبْلَىٰ شَيْخًا  
 (ہود) اِلَّا اَمْرًا كَذٰلِكَ (حجرات) عَلَيَّكَ (نمل) اِلَّا اَمْرًا كَذٰلِكَ (عنكبوت)  
 هُوَ (لَا مَرَاَتَهُ اَكْبَرُ مِنْ مَّرَاةِ دَاوُدَ) (يوسف) قَالَتْ اِمْرَاةُ الْعَزِيزِ  
 الَّذِيْنَ رَیْسُ (یوسف) اِمْرَاةُ الْعَزِيزِ تُوَادُّوْنَ فَتَاَهَا (یوسف) مَنْ اَسْرَادَ  
 بِاَهْلِكَ سُوءٌ (یوسف) اَلْقِيَا سَيِّدَا هٰذَا لَدٰى الْبَابِ (یوسف) اِمْرَاةٌ  
 فَرَعَوْنُ رَقِصٌ ۔ فَرَعَوْنُ سَامَا بِاَهْلِهِ رَقِصٌ قَالِ لِرَاحِلِهِ اُمْلِكُوْا  
 رَطَّةً (نمل) رَقِصٌ ، وَاِمْرَاَتِيْ عَاقِرًا (مریم) اَحْمَلْنَا لَكَ اَرْجُلًا  
 (انبیاء) وَاِمْرَاَتُكَ حَمَالَةٌ (نمل) فَجَادِلْكَ فِيْ مَا وَجَعَا (مجادلة)  
 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ مِنْ بَنِي اِسْرٰءٰلِ لَا تَتَّبِعُوا اَحْزَابًا (احزاب) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ  
 مِنْ بَنِي اِسْرٰءٰلِ لَا تَتَّبِعُوا اَحْزَابًا (احزاب) وَاَسْرَادَ اَحْبَدَ اُمَمًا تَهْتَدُ (احزاب) ۔



اور درمثور ص ۲۳۸ جلد ۲ میں بحوالہ دہل سیہتی عبداللہ بن مسعود سے یوں مروی ہے کہ لہریمسہا بشر جیسے کہ قرآن مجید میں ہے ۔

عذراء اور بکرہ کی بابت تو میں پہلے عرض کر آیا ہوں اور کہ اللہ پاک نے ثنابات ذَا الْبُكَرَات (مختصر یہ) فرما کر بکر کے عوض بکر اور ثیب کے بدلہ ثیب کا وعدہ فرمایا ہے ، اب کیا وہ بکر اب تک بکر ہے جس کے عوض دوسری بکر آرہی ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کی پہلی شادی ہوئی ہے اسے بکر ہی کہا جاتا ہے ۔ جس کی دوسری ہے وہ ثیبہ ہے ۔

اب رہا لفظ بتول تو اس کی بابت درمثور ص ۲۳۸ جلد ۲ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ ابن جریر فاطمہ الزہراءؑ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : انت سیدۃ نساء اهل الجنة الا مریحہ البستول مریحہؑ (جیسی) بتول ہے اور جنت کی عورتوں پر سردار ہے اور اس کے بعد تیرا درجہ ہے اور مولانا وحید الزمان صاحب نے لغات الحدیث للعلبرۃ "باب الباء مع التاء" میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ : اناسمعتك يا رسول الله تقول ان مریحہ بتول وان فاطمہ بتول ما البستول فقال البستول السقی لہ تر حسمۃ قطعہ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مریحہ بتول ہے اور فاطمہ بتول ہے ، بتول کے کیا معنی ہیں فرمایا وہ حدیث جس نے حیض کی سرخی کبھی نہیں دیکھی ؟

مولوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق ان دونوں کو کبھی حیض نہیں آیا مگر یہ ترجمہ غلط ہے اور حدیث نبوی کے خلاف ہے کہ : فان ذلك شئ كتبه الله على بنات ادم رواة البخاری حیض تمام عورتوں کے لیے مقدر ہے بلکہ صحیح بخاری میں معلقاً او مسند عبد الرزاق میں موصلاً عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ امیرائیلی عورتوں کو کبھی حیض

نہ لے یہ ترجمہ سید علی حائری شیعہ نے اپنی تفسیر راجع التنزیل میں کیا ہے انھیں معلوم نہیں کہ حیض عزیت کے لیے مہارک ہے چنانچہ اس پر ایک مسودہ میں نے بنام "فیض الباری فی کھیں الجبار نیار کیل ہے جسے شاید میں شائع کروں۔ (اثری) (مذکورہ جگہ چھپ چکا ہے) نثرانی

کہا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ مریمؑ کو بھی حیف اُٹا تھا کہ وہ بھی اسرائیلی ہے۔

صحیح ترجمہ حصہ ۱ کا وہ ہے جو اس کتاب کے ۱۲۵ باب الحاد مع المہیم پر درج ہے کہ وہ نادان نہیں کہ بلاوجہ اور بے حد غضبناک ہو جیسے کہ نبوی ارشاد ہے کہ  
 اَمَّا زَانِيَتُمْ اِلَى حِمَاةِ عَيْنِيهِ وَامْتِنَاحِ اَدُوِّهِ اَجَلُ الْحَدِيثِ عِزَالَةُ الْمُنْذَرِ  
 اِلَى السُّرْمَةِ۔ یا پھر انھوں نے زعفران بطور خوشبو اور سونا بطور زیور استعمال نہیں  
 کیا جیسے کہ اسی کتاب کے ۱۲۵ باب مذکور میں درج ہے۔

نہایہ ابن الاثیر اور مجمع البحار اور ترمذی اور لسان میں ہے کہ سمیت فاطمة  
 البتول لا تقطاعها عن نساء زمانها فضلا و دینا و حسباً و قیل  
 لا تقطاعها عن الدنيا الى الله تعالى اور اساس البلاغہ میں ہے۔ قیل  
 لفاطمة تشبیهاً بها فی المنزلۃ عند الله البتول۔ عورتوں میں ممتاز  
 تھی اور ان سے علیحدہ ہو کر اللہ پاک کی طرف منوجہ رہی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نے شادی  
 نہیں کی۔ اہل لغت نے جیسے کہ ترمذی وغیرہ میں ہے، اس لفظ پر مریمؑ اور فاطمہؑ  
 دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور تفریق بھی کر دی ہے مگر وہ تفریق راسخ خیال کی بناء  
 پر ہے قرآن و حدیث اور لغت کی بنا پر نہیں۔ قرآن مجید میں وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبَتُّلًا  
 (مزل) وارد ہوا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ شادی سے احتراز کرنا حالانکہ  
 شادی کیا بلکہ اولاد بھی ہو چکی ہوئی ہے ٹھیک مطلب وہی ہے جو صرف لغت کی رو  
 سے مفردات راغب اور نہایہ ابن الاثیر اور اساس البلاغہ و مختصری اور صحاح جوہری اور  
 ترمذی و غیر ذلک آبادی میں ہے۔

نیز فائق زعمشری اور نہایہ ابن الاثیر اور مجمع البحار میں حدیث سے مروی ہے  
 کہ اقيمت الصلوة فتدافعوها فابوا الا تعديمه فلما سلوا قال  
 لتبتلن لهما اما ما اولتصلن وحدانا معا لتتصين لهما اما  
 ولتقطعن الالهما ما متد جماعت کے وقت کبھی کسی کو اور کبھی مجھے کھڑا کر دیا  
 جاتا، ایک مرتبہ میں نے نماز پڑھ کر کہہ دیا کہ مہائی روزانہ اسی طرح پر ٹھیک نہیں اپنے

قطعی فیصلہ سے کسی ایک کو امام مقرر کر دو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لفظ ترکِ نکاح سے مخصوص نہیں بلکہ اس کے خلاف اس سے نکاح کی بابت قطعی فیصلہ مراد ہے کہ میں قیدِ نکاح میں ہو کر اس قومی غلط رسم کو انشاء اللہ ضرور توڑ کر مٹا دوں گی۔

**مولانا اشرف الحق صاحب :** نے عون المعبود ص ۱۹۲ شرح ابوداؤد جلد ۲ میں فرمایا ہے کہ مجھ سے سوال ہوا کہ : هل جاء التھیمة فی الحدیث بان عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تولد من غیر اب قلت نعم اخرج عبد بن حمید الکشمی فی مسنده انا عبید اللہ بن موسیٰ قال انا اسرائیل عن ابی السخی عن ابی بردة ابن ابی موسیٰ عن ابیہ قال افوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ننطلق مع جعفر بن ابی طالب الی ارض النجاشی فذکر

الحدیث وفیه قال النجاشی لجعفر ما یقول صاحبک فی ابن مریم قال یقول لیه قول اللہ عزوجل هو روح اللہ وکلمتہ اخرجہ من العذراء البتول لم یقر بها بشر قال فتننا ول النجاشی عوداً من الارض وقال یا معشر القسیسین والرهبان ما یزید ہولاً وعلی ما تقولون فی ابن مریم مرحباً بکم وبن جثمت من عندنا فانا اشہد ان رسول اللہ وانہ الذی بشر بہ عیسیٰ ابن مریم ولولما انا فیه من الملک لا یتبہ حتی احمل نعلیہ امکنوا فی

اس حدیثی ما شئتم الحدیث قلت هذا حدیث اسنادہ صحیحہ ۔ کیا حدیث میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے پردہ پیدائش کی تصریح ہے ، تو میں نے جواب دیا کہ ہاں ! صحیح حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ چنانچہ نجاشی کے دریافت کرنے پر جعفر نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتلایا کہ عیسیٰ کا بیٹا تسلیم فرمایا ہے ۔

**نظر و نقد :** اس روایت کا راوی مہاشعہ ہے جیسے کہ تقریب میں ہے تو صحیح کیسے ہوئی اور جو کچھ اس میں بیان ہے اس میں بے پردہ کی کوئی تصریح نہیں کہ ظاہر ہے

کی بابت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتول اور غزراء کی تصریح فرمادی ہے جیسے کہ میں عرض کر آیا ہوں تو کیا حسینؑ بے پردہ پیدا ہوئے تھے، ہرگز نہیں ایسے ہی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بے پردہ نہیں۔

**سوال :** سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال مفصل طور پر بیان فرمایا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے پردہ پیدا ہوئے ہیں ان کے باپ کا تو کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔

**جواب :** اتنی تفصیل کے باوجود یہ تو پھر بھی کہیں نہیں فرمایا کہ وہ بے پردہ پیدا ہوا ہے خط کشیدہ لفظ جب باتوں میں بولا جاتا ہے تو عربی میں اس کا ترجمہ ولد من غیر والد اور ولد من غیر اب اولیس لہ والد اور لیس لہ اب اور لیکن لہ والد یا کہ ولد تہ امہ من غیر من وجہ اور ولد تہ من غیر بعل اور ولد تہ من غیر فعل یا کہ ولد تہ امہ من غیر ان تشکم من وجہ اور بعلہ اور فعلہ ہوتا ہے اللہ پاک نے ایک طویل بیان دیا ہے اور ایک لفظ اختیار نہیں فرمایا جو ہماری بات چیت میں عام ہے پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی لفظ ارشاد نہیں فرمایا اور نہ صحابہ کرامؓ نے کبھی یہ لفظ بولا پھر خواہ مخواہ ایسے لفظوں کے استعمال کی کیا ضرورت ہے، جو قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ طول کلامی بے پردہ پر نہیں بلکہ ایک وقتی رسم و رواج پر ہے جیسے کہ میرے بیان سے ظاہر ہے۔

**سوال :** مستدرک حاکم جلد ۲ میں و نیز در منثور جلد ۳ میں بحوالہ دلائل مہتمی، سلمان فارسی کا بیان ہے کہ : و ذکر مولد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام و ولادت دامہ ولد بغیر ذکر الس و ایۃ بطولہا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت

لہ ابن جریر میں عبد اللہ بن عباسؓ سے ایک روایت موقوفہ مروی ہے جس میں بغیر فعلی اور بعل کا لفظ آیا ہے مگر وہ سند صحیح نہیں پھر وہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ (ناظر آ)

میں باپ کا کوئی تعلق نہیں۔

**جواب :** امام ذہبیؒ نے اس روایت کی بابت فرمایا ہے کہ : مجمع علی ضعفہ ، اس کے ضعف پر سب کا اجماع ہے لہذا قابل احتجاج نہیں۔

**جواب :** ذکر سلمانؓ کا مقولہ ہے : اگرچہ اسلام سے پہلے وہ خود بھی عیسائی رہا ہے مگر اس کا فاعل کوئی دوسرا عیسائی ہے جس کی طرف سے وہ یہ بیان کر رہا ہے ، خود فاعل نہیں۔ بخاشی کے پاس جعفر طیارؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہنچے اور سورہ مریمؑ پڑھ کر اسے سنائی جسے سن کر وہ خوش ہوا مگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پدر نہیں بتایا۔

**سوال :** سید علی حائری شیعہ نے اپنی تفسیر لوامح التزیل میں ابوالعباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے دریافت کیا کہ اللہ پاک اپنی سنت کے مطابق سب کو مال باپ سے پیدا فرما رہا ہے عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بے پدر کیوں پیدا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے اپنی قدرت کا اظہار مقصود تھا۔

**جواب :** یہ موصوف پر اتمام ہے۔ زوجین سے پیدائش میں اللہ پاک کی بہت بڑی شاندار قدرت کا اظہار ہے بے پدر پیدائش میں عورت اور بچہ کے لیے بہت بڑی خفت ہے۔

مسئلہ ۲ : کامل مہر و جد ۲ میں خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے عبد اللہ بن عبد الاعلیٰ کو ایک غسی کے ہمراہ الیون کی طرف روانہ فرمایا اور غسی کو خفیہ ہدایت فرمائی کہ اس سے ذرا ہوشیار رہے اس کا بیان ہے کہ جب ہم شام میں انطاکیہ کے قریب شہر مرعش میں پہنچے اور الیون سے کہا کہ ہیں امیر المؤمنین نے آپ کی طرف دعوت اسلام کے لیے روانہ فرمایا ہے لہذا آپ اسے قبول فرمائیں تو آپ کے لیے دونوں جہاں میں بہتری ہوگی۔ اس نے دریافت کیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔ عبد اللہؒ نے کہا کہ ہم اسے روح اور کلمہ ملتے ہیں اس نے دریافت کیا کہ ایکون ولد من غیر فحل کبھی کوئی بے پدر بھی پیدا ہوا ہے تو عبد اللہؒ نے کہا کہ یہ بات قابل غور ہے۔ اس نے کہا قابل طور کیا صاف کہیے کہ ہاں یا کہ نہیں !

عبداللہ نے کہا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو صرف مٹی سے ہی پیدا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کی بابت سوال نہیں جو عورت کے رحم میں پیدا ہوا ہے اس کی بابت سوال ہے، عبداللہ نے کہا کہ اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ یہ بات قابل غور ہے۔

روح اور کلمہ تو قرآن مجید میں صاف صریح ہے جس کا اعتراف کیا گیا ہے اگر بے پردہی پیدائش بھی قرآن مجید میں واضح تھی تو اسے کیوں نہیں ظاہر کیا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بے پردہی کا خیال مسلمانوں میں صدیوں بعد

پھیلا ہے۔

مسکالمہ ۱۸ : درمنثور ۲۵ جلد ۱۲ میں نیز اکیلیل فی استنباط التنزیل میں بحوالہ ابن الجراح ابو حنیبلہ سے اور بحوالہ ابوالشیخ مستدرک حاکم ۱۹ جلد ۱۲ اور بیہقی عبد الملک بن عمر سے اور حزیۃ الجیران ۱۹ جلد ۱۲ میں بحوالہ الرضی الزاہری سے مروی ہے کہ حجاج کو یحییٰ بن یعمر کی بابت معلوم ہوا کہ وہ خراسان میں حسنؑ اور حسینؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ٹھہراتا ہے تو اس نے دہان کے قاضی قتبہ بن مسلم کو خط لکھا کہ اسے یہاں روانہ کر دو جب وہ آیا تو حجاج نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے دہان پر یہ معنفون شرف کر رکھا ہے کہا کہ ہاں ضرور کہا کہ مباہلہ کی آیت کریمہ میں تو اس کا کوئی ثبوت نہیں اور کوئی آیت ہے تو اسے پیش کر دیجی نے سورہ النعام کی آیت کریمہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ پڑھ کر استدلال کیا کہ اس میں جس طرح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والدہ ماجدہ کی طرف سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح حسنؑ و حسینؑ اپنی والدہ ماجدہ فاطمہؑ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں شامل ہیں۔

دارک جلالین جامع البیان میں بھی یہ استدلال بیان ہوا ہے چونکہ یہ ایک استدلال ہے اس لیے امام سیوطیؒ نے اسے اکیلیل میں بھی بیان فرمایا ہے جو کہ اس فن کی کتاب ہے اور جیسے کہ مسکالمہ میں تصریح ہے، حجاج نے بھی اس استدلال کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

مسکالمہ ۱۸ : نواب صدیقی محسن خاں صاحب مرحوم نے تشریف البشر بذکر الائمة الاثنی عشرہ میں موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :



ایک دن رشید نے ان سے کہا کہ تم اپنے آپ کو ذریت رسول خدا کیوں کہتے ہو؟ تم تو بنی علی ہو، اور آدمی کا نسب دادا سے ہوتا ہے نہ نانا سے۔ کاقلم نے کہا، اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ وَ اَيُّوبَ وَ يُوسُفَ وَ مُوسٰى وَ هَارُونَ وَ كَذٰلِكَ عَجَزَى الْمُحْسِنِينَ وَ ذِكْرًا وَ يُحْسِنِ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ وَعِشَىٰ۔ ان کو ملحق بذریت انبیاء طرف سے ان کی ماں کے کیا اسی طرح ہم بھی ملحق بذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم طرف سے ماں کے ہیں یعنی فاطمہ علیہا السلام۔ اور ایک اور زیادت ہے اے امیر المؤمنین اللہ پاک نے فرمایا کہ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَ آبَاءَكُمْ وَ نِسَاءَنَا وَ نِسَاءَكُمْ وَ أَنْفُسَنَا وَ أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ خَبْتُهُمْ۔ اور حضرت نے وقت مباہلہ نصاریٰ کے بجز علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے کسی اور نہیں بلایا وَ هَهُوَ الْآبَاءُ۔

مکالمہ میں ابوحبیب کی روایت میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت جو یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ اَلَيْسَ عِيسَىٰ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ اِبْرَاهِيْمَ وَ لَيْسَ لَهَا اَبٌ۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ باپ کی طرف سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں سے نہیں ثابت ہو سکتے کہ آپ کا باپ کوئی غیر اسرائیلی ہے اور اللہ پاک نے آپ کو ان کی طرف منسوب فرمایا ہے لہذا وہ ماں کی طرف سے نسبت ہے جو کہ یقینی ہے اور امام عبد الملک کی روایت میں جو یہ ہے کہ ان عیسیٰ من ذریۃ ابراہیم یا مہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ماں کی طرف سے اسرائیلی ہیں باپ کی طرف سے کوئی اور نسب ہو گا یہ نہیں۔ جیسے کہ مستدرک میں تصریح ہے کہ حسینؑ ماں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور امام شعبیؒ کی روایت میں جو یہ ہے کہ فَمَنْ كَانَ اَبَا عِيسَىٰ وَقَدْ احْقَقَهُ اللّٰهُ بِذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَ مَا بَيْنَ عِيسَىٰ وَ اِبْرَاهِيْمَ اَكْثَرُ مِمَّا بَيْنَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَامِهِ۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی نسلیں سے ہے مگر قرآن مجید میں اسے ان کی طرف منسوب فرمایا ہے اور یہ نسبت مال کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے جو کہ یقیناً ثابت ہے۔

اس مکالمہ کا موضوع عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی بے پردہی نہیں تھا کہ ان ہر سہ کا اپنا اپنا باپ ہے کوئی بھی بے پردہ پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے حسین رضی اللہ عنہما کا باپ ہے ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ہے بل ان ہر سہ کی نسبت مال کی طرف صرف بلندی شان کے لیے ہے۔

مکالمہ صرف اس بات پر ہوا تھا کہ والدہ کی طرف سے نسبت درست ہے یا کہ نہیں۔

مکالمہ کی دونوں طرف عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ کی نسبت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نصاً و صراحۃً ثابت نہیں اس لیے کہ انھوں نے مال کی طرف سے ثابت شدہ نسب پر اتفاق اور فیصلہ فرمایا لیکن جسے اس کے باپ کا نسب نامہ ٹھیک

لے مولانا محمدی صاحب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوسروں کی طرح بے پردہ ہی مانتے ہیں اس لیے ان کے خیال میں باپ کی طرف سے تو موصوف کا کوئی نسب نہیں اب دے مال کی طرف سے سلسلہ نسب تو اس کی بابت مولانا نے تفسیر القرآن جلد ۲۴ میں فرمایا ہے کہ تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضرت مریم کے والد کون تھے اور ان کی والدہ کس قبیلہ کی تھی۔

گویا اللہ پاک کا بیان مَرْفُوعًا بِنْتِ عِمْرَانَ (مختصہ) کافی بیان نہیں ہے مگر سید مرحوم نے بھی مال کی بابت ایسا ہی بیان کیا ہے مگر انھوں نے باپ مان کر سلسلہ نسب چلایا ہے اور آپ (مردودی صاحب) کو باپ تسلیم نہیں اور مال کا پتہ نہیں تو پھر سلسلہ نسب ابراہیمی ثابت نہ ہوا اور نبوت عیسوی نسب کے اعتبار سے اندھیرے میں رہی کیونکہ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِكَ الْنَبُوَّةَ وَابْنَكَ ابْنًا رَافِعًا (جیسے ارشادات الہی اُنڈہ آدھے ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہر آنے والے نبی کے لیے لازم ہے کہ وہ آپ کی نسل سے ہو تو نبی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، کہ جابر جرد کو مقدم کیا گیا ہے جو عصر کا فائدہ دیتا ہے اور مولوی صاحب کے نزدیک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

طور پر معلوم ہے اور اے اس پر اعتماد ہے تو وہ قرآن مجید کے ظاہر الفاظ کی بنا پر اسے باپ کی طرف سے ہی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرے گا جیسے کہ وہ مال کی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) والسلام اپنی مال کی طرف سے بھی ابراہیم نہیں تو گویا وہ معاذ اللہ نبی نہ ٹھہرے۔  
اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصطفاء کا ذکر فرمایا اور نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عمران رحمہم السلام کو اس پر معطوف فرمایا اور پھر ذرّۃً بَعَثْنَا مِنْهُنَّ اٰمِنًا بَعْضُنَا فَرٰیَا کَیہ تمام سلسلہ ایک دوسرے کی ذریت ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا ہے۔

اب خواہ تو عمران رضی اللہ عنہ، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد ہوں اور یہ عورت ان کے خاندان میں شمار ہے اور خواہ یہ کوئی دوسرا عمران ہے جو کہ آل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں شمار ہے۔ دونوں صورتوں میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیمی ٹھہرتے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے سورہ انعام میں لوط، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، الیسع، الیاس، یونس، الیوب، داؤد، سلیمان، ذکریا، یحییٰ، عیسیٰ کو نام بنام ذکر فرما کر ابراہیم کی ذریت میں شمار فرمایا ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور سورہ مریم میں آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور یونس، موسیٰ، ہارون، ذکریا، یحییٰ، عیسیٰ کا نام بنام ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ سب آدم کی پھر نوح اور پھر ابراہیم پھر اسرائیل کی ذریت میں شمار ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) جیسے کہ آئندہ ان آیات کی تفسیر میں تفصیل آ رہی ہے، ہولانا موزدودی صاحب کو اگر معلوم نہیں تھا تو بحسب ارشاد الہی فَاَسْتَلْوْا اَهْلَ

الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (نحل) اور بحسب ارشاد نبوی اِنَّمَا السُّبُلُ اِلَى السُّوَالِ الْحَدِیْثِ رَوَا اَبُو دَاوُدَ اِنْ مَا جَآءَ کَیْسِ زَیْ عِلْمٍ سَعَّ دَرِیْفَتَ فَرَا سَکْتِ سَحَقَ یَزِیْدُ یَعْقُبُ ہے کہ آپ نے تفسیر ص ۱۵۴ جلد ۱ میں ابراہیم، اسحاق، یعقوب، یوسف چاروں کی بنی اسرائیل میں شمار فرمایا ہے مگر اسرائیلی ہے اور عیسیٰ خود اسرائیلی ہے اور عیسیٰ اس کا باپ ہے اور مال اس کا دادا ہے انہیں سب کو اسرائیلی بنا دیا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسرائیلی نہیں ہونے دیا کیا خوب ہے! (اثری)

طرف سے منسوب کرتا ہے چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب دہلوی اپنی تفسیر حقیقی میں تواریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ ”یوسفؑ مریمؑ کا چچا زاد بھائی تھا اور باب را اور لوقا باب ۱۱ میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ کی طرف سے نسب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا ہے۔ چونکہ ان دونوں کے بیان میں کچھ اختلاف بھی ہے جو نسب بعید کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس لیے اس مسئلہ میں ناقابل اعتماد ٹھہرا کر ماں کا نسب قابل وثوق ٹھہرایا گیا ہے کہ بحسب ارشاد الہی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَاٰلَ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلٰی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّتَکَ کَبَعْنُہُمَا مِنْ بَعْنِیْ وَآلَہُمَا سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ الْاٰیٰتِ (آل عمران)

اور کہ صبیح بخاری وغیرہ میں نبوی ارشاد ہے کہ ابن اخت القوم منہم عورت کی طرف سے بھی نسب جاری ہو سکتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ابن اخت القوم کا باپ کوئی نہیں ہوتا، باپ ضرور ہے مگر معلوم نہیں یا کہ عورت کی مزید شرافت کا خیال ہے تو دوسرے بھی نسب ٹھیک ہے۔

**ضابطہ نبوت:** اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بنا کر نبوت ان کی نسل میں رکھ دی اور دوسروں کا نبوت میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔ یا بَنٰی اٰدَمَ اِمَّا یٰۤاٰیٰتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ اَلٰہِیْمَ (اعراف) اِمَّا یٰۤاٰیٰتِکُمْ قِیٰمَیْ ہٰذِی فَمَنْ تَبِعَ ہٰذِی فَاُولَٰئِکُمْ عَلٰہِیْمٌ وَاُولَٰہُمْ یَحْزَنُوْنَ (بقصہ) اِمَّا یٰۤاٰیٰتِکُمْ قِیٰمَیْ ہٰذِی فَمَنْ تَبِعَ ہٰذِی (طلحہ) یہ ضابطہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاری رہا پھر اسے نبی بنا کر نبوت اس کی نسل میں رکھ دی اور دوسروں سے اسے روک لیا اور یہ ضابطہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاری و ساری رہا پھر اسے نبی بنا کر نبوت اس کی نسل سے مخصوص کر دی دوسروں سے اسے روک لیا جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰمَرْنَا نُوْحًا وَاِبْرٰهٖمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْکِتٰبَ (حدید) وَ وَہَبْنَا لِمٰحِقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّةَ وَ الْکِتٰبَ (عنکبوت) ان دونوں آیتوں میں جا را اور مجرور کو مقدم فرمایا ہے، جو کہ

حصہ کا فائدہ دیتا ہے اور میں بطریق علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاری رہا۔ پھر اس نے بنا کر اسرائیلیوں کی نبوت کا خاتمہ کر دیا۔ مشکوٰۃ میں بحوالہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، صہبوان بن عسالؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو یہودیوں نے بیان کیا کہ اِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهُ اَلَا يِزَالُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ - داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی کہ اس کی نسل میں سے نبی ہوا کرے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو اس سے میری تائید ہوتی ہے کہ نبوت ابراہیمی خاندان سے مخصوص ہے، داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام انھوں نے تعصب سے لیا ہے یا اس لیے کہ کثرت سے اسرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوئے تو انھوں نے ایسا سمجھا ورنہ اصل ابراہیمی خاندان ہے جیسے کہ میری پیش کردہ آیات و کلمات میں تصریح ہے۔

میرے علم میں وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) مال باپ و دونوں کی طرف سے اور دوسروں کے خیال میں وہ صرف مال کی طرف سے اسرائیلی ہیں پھر اس کے بالمقابل دوسرے (اسماعیلی) سلسلہ میں ایک بہت بڑا شاندار نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوا کہ سلسلہ نبوت کو بالکل ختم کر دیا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (احزاب)

فیصح بخاری صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر قریبی عیسائی قیصر روم نے (اسلم میں) ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ ”کیف نسبہ فیکہ“ وہ نسب کے لحاظ سے کیسا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواباً کہا ”ہوینا ذو نسب“ وہ بہت بڑا شریف النسب ہے؟ تو ہر قریبی نے کہا کہ: وَ كَذَلِكَ الرُّسُلُ تَبْعُ فِي نَسَبٍ قَوْمِهَا“ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دعویٰ نبوت میں

۱۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کے مناظر و ملی میں جو میرے ادو مولوی محمد صاحب جو ناگڑھی ڈیڑھ اجاز محمدی کے درمیان صبح آٹھ بجے سے رات کے سات بجے تک ہوتا رہا انہیں سبقت لسانی سے میں نے اُدھا اسرائیلی کا لفظ لہذا اس کی میں نے اسی وقت اصلاح کر دی تھی اسی طرح فاطمہؓ کی بابت بھی جو سبقت لسانی ہوئی اس کی بھی اصلاح کر دی تھی جیسے کہ روئید لو میں شائع ہے۔ (اثری آ)

سچا ہے کیونکہ جو انساب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاتے ہیں ان میں بہت اچھے نسب میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوتے رہے ہیں۔

فتح الباری ص ۱۴۱ پارہ ۱۸ میں ہے کہ: نسب کبیر و حسب رفیع اور کہ انبب الوجه الذی یحصل له الاولاد من جهة الارباء نسب بالوں کی طرف سے چلا کرتا ہے جس طرح سلسلہ نبوت کے ذکر پر مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند قرار دیتے ہیں اسی طرح پریمیائی ہونے کی حیثیت سے وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بلند قرار دیتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آپ کے پدر کو مانتا ہے اور نسب اس کی طرف سے چلاتا ہے۔

سیرت ابن ہشام ص ۸۱ جلد ۱ میں اور دلائل النبوة ص ۸۲ البرہان میں ہے کہ: بعث اللہ الینار رسولاً منعرف نسبہ وصدقہ وامانتہ و عفافہ اور خصائص الکبریٰ ص ۲۹ جلد ۱ میں بحوالہ بیہقی اور بایہ و نہایہ میں بحوالہ ابن اسحاق یوں مروی ہے کہ: قد عرقنا وجهہ و نسبہ قد بعثہ اللہ الینا کما بعث الرسل الی من قبلنا۔ شاہ حبش کے رد بر و صحابہ کرامؓ نے بیان دیا کہ اللہ پاک نے ہماری طرف ایک ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا جس کی حسب و نسب سے ہم خوب واقف ہیں، جیسے کہ سابق زمانہ میں اللہ پاک کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوتے رہے ہیں، اور تو میں ان کے حسب و نسب سے خوب واقف ہوا کرتی تھیں۔

مقی باب ۱۲، مرقس باب ۱۵ میں ہے کہ: کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں کا

نام مریم

یوحنا باب ۱۵ میں ہے کہ: تب یہودی اس پر بڑ بڑاتے اس لیے کہ اس نے کہا وہ روٹی جو آسمان سے اتری میں ہوں اور انھوں نے کہا کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں جس کے ماں باپ کو ہم جانتے ہیں پھر وہ کیوں کہتا ہے کہ میں آسمان سے اتر ہوں؟

اور قرآن مجید میں بھی جن انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پھر وہاں سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک

پہنچایا ہے ان کو باپوں کی طرف سے پہنچایا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شمار فرمایا ہے۔

مسی نے باب ۱۷ میں آپ کے والد بزرگوار کا نام یوسف بتا کر اس کا نسب داؤد کے واسطے سے ابراہیم تک پہنچایا ہے۔

اور لوقا نے باب ۳ میں آپ کے والد کا نام یوسف بتا کر اس کا نسب داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پھر داؤد سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پھر داؤد سے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور پھر داؤد سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا ہے۔

لوقا باب ۳ میں یوسفؑ کے تاجر کی بابت بیان ہے کہ ”وہ داؤدؑ کے گھرانے اور اولاد سے تھا“

اور یوحنا باب ۱ میں ہے کہ ”وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے“  
اور مرقس باب ۶ میں ہے کہ ”یہ سن کر کہ یسوع ناصری ہے چلا چلا کر کہنے لگا اے ابن داؤد اے یسوع مجھ پر رحم کر۔“

حافظ ابن قیم رحمہ نے علام الموقیع ص ۱۶۶ جلد ۱ میں فرمایا ہے کہ : قد اتفق المسلمون علی ان النسب للاب۔ سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ نسب باپ سے چلتا ہے، مال سے نہیں۔

۱۔ یوسف تاجر تھے تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تاجری کا کام کرتے ہوں گے اور ذکر کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت صیغہ مسلم وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ وہ تاجر تھے تو یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تاجری کا کام کرتے ہوں گے کہ یہ کسب اکل حلال کے لیے کسب ہے اور خاندان سب کا ایک ہے جو کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔ (اثری)

۲۔ لَعْنَةُ الدِّينِ كُفْرًا مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ ۲، ۳ کے توسط سے اہل نسل میں ہے پھر ہر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں شمار ہیں۔ (اثری)

مہر فرمایا کہ فان الاب هو المولود له والامر دعاء وان تكون فيها والله سبحانه جعل الولد خليفته ابیہ وشجنتہ والقائم مقامہ و وصم الانساب بین عبادہ فیقال فلان ابن فلان ولا تتم مصداحہم وتعارفہم ومعاملاتہم الابذالک كما قال اللہ تعالیٰ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاِیِیْلَ لِتَعَارَفُوْا فلولہ ثبوت الانساب من قبل الالباء لما جعل التعارف ولفسد نظام العباد فان النساء محتجبات مستورات عن العیون فلا یمکن فی الغالب ان یعرف عن الامر فنشہد علی نسب الولد منها فلو جعلت الانساب للامہات لصاعت وفدت وكان ذلك مناقضاً للحکمة والرحمة والمصلحة ولهذا انما یدعی الناس یوم القیامت باباءہم ولا یامہاتہم قال البخاری فی صحیحہ باب یدعی الناس باباہم یوم القیامة ثم ذکر حدیث مالک غادر لواء یوم القیامة عند استہ بقدر عند رتہ یقال ہذا غدرہ فلان ابن فلان -

اللہ پاک نے باپ کو مؤکودتہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے کہ بحج اس کا قائم مقام اور خلیفہ اور تحت جگر ہے اور ماں تو صرف ایک برتن کی طرح جس میں کوئی چیز رکھ کر اٹھالی جاتی ہے۔

اور شعوب و قبائل بھی اللہ پاک نے محض تعارف کے لیے ہی بنائے ہیں جو کہ باپوں کی طرف سے ہوتا ہے اہمات کی طرف سے نہیں کہ وہ مستور اور محجوب ہوتی ہیں اور ان سے قیام نسب ممکن نہیں۔

قیامت کے دن بھی لوگ اپنے اپنے باپوں کے نام سے بلائے جائیں گے اہمات کے ناموں سے نہیں جیسے کہ امام بخاریؒ نے ترویج فرما کر بروی حدیث بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن فلاں بن فلاں کہہ کر کھایا جائے گا۔

مولانا ابوالحسنات عبدالحی صاحب مکتبہ نعیمی نے اپنے فتاویٰ جلد ۳ ص ۲۷ میں اس سوال



کا جواب دیتے ہوئے کہ نسب مال کی طرف سے چلتا ہے یا کہ باپ کی طرف سے چلتا ہے؟  
فرمایا ہے کہ "باپ نسب میں اصل ہے کہ انتساب باپ کی طرف سے ہوتا ہے نہ مال  
کی طرف سے۔

پھر کتب فقہ حنفیہ کے حوالوں سے اسے خوب اچھی طرح پر بیان فرمایا ہے۔  
طبرانی میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اور مستدرک حاکم میں جابر رضی اللہ عنہ سے  
مرفوعاً مروی ہے کہ: عورت زنا سے اپنے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔  
مگر ہاں: فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میری طرف منسوب ہے جس کی اصل وجہ مزید شرف و جلال ہے  
سوال: جب یہ بات ہے تو پھر ابن مریم کی بجائے ابن یوسف کیوں کیفیت  
نہیں ہوئی؟

جواب: مکرر عرض ہے کہ مریمؑ کی نگاہ اگر لڑکا پیدا ہوتا جیسے کہ اس کی والدہ کا  
خیال تھا تو دینی صورت اس کا نسب وہی ہوتا جو مریمؑ کا ہے مگر قرآن مجید نے  
وَلَمَّا نَسَبَ الْكُفْرُ كَلَامًا نَشْتِیٰ فَرَاكَرًا سَے مریمؑ سے کمتر ہی رکھا تو پھر دوسرا کوئی  
اس سے کیسے بالا ہو سکتا ہے۔

علیؑ کیا کم ہے مگر فاطمہؑ اس سے بہر حال بالاتر ہے اس لیے اس کی املا بذی فاطمہؑ  
کہلائی لہذا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مزید شرف و اعزاز کی وجہ سے ابن مریمؑ  
مشہور ہوئے۔

درمنثور میں بحوالہ مؤطا امام مالکؒ مسند احمدؒ تاریخ بخاری ابو داؤد ترمذی نسائی  
صیح ابن حبان مستدرک حاکم ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ ہیثمی عمر فاروقؑ  
سے آیت کریمہ وَاِذَا خَذَّ زَيْتًا (الاحیاء اعداف) کی تفسیر میں مرفوعاً مروی ہے  
کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت سے اللہ پاک نے تمام نیکیوں، بدول کو پیدا فرمایا  
مگر اس میں عورت کا کوئی ذکر تک نہیں تو کیا سچ مح عورت کے بغیر ہی پیدا ہوئے۔  
ہرگز نہیں۔ صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرف و اعزاز پیش نظر ہے۔

سوال: تفسیری بیان ہے کہ جس طرح خف کی جمع خفاف ہے اسی طرح

امر کی جمع امام ہے اور عالم التزلی میں آیت کریمہ نَزِمُوا لَنَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا سُبْحَانَكَ اِنَّا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا سُبْحَانَكَ (یعنی اسوئیل) کی بنا پر بیان کیا ہے کہ ہر کسی کو اس کی ماں کے نام پر بلایا جائے گا تاکہ حرام زادے روانہ ہوں۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پردہ پڑا ہے اور حسین رضی اللہ عنہما کا شرف ظاہر ہو جائے۔

جواب ۱: آیت کریمہ کا یہ مطلب اس کے سیاق کے خلاف ہے کیونکہ اس کے سیاق میں قَتَنٌ اَوْ دَرِّیْ كِتَابُكَ یَسْمِعُكَ فَاُولَٰئِكَ یَقْرَءُ وَاَنْ كِتَابُكَ یَهْدُ وَاُولَٰئِكَ یَهْدُ (جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے اعمالنا مراد ہے۔

جواب ۲: پھر یہ مطلب تفسیر نبوی کے بھی خلاف ہے کیونکہ درمختار میں بحوالہ ابن مردودہ علی بن ابی حمزہ سے مروی ہے ”یَدْعُوْهُ جَلُّ قَوْمٍ بِاَمَامَةٍ مَّا تَهْتَدُوْهُ“ کتاب ربہم وسنتہ نبیہم“ ہر ایک جماعت کو اس کے اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ اور اپنے رب کی نازل کردہ کتاب کے ساتھ اور اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی سنت کے ساتھ بلایا جائے گا۔

جواب ۳: اگر والدہ کے نام پر امر ہے تو پھر جامع البیان میں یوں ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہر سہ کا جلال و شرف ہے۔

اور ظاہر ہے کہ ان ہر سہ میں سے کوئی بھی بے پدر پیدا شدہ نہیں۔  
جواب ۴: قیامت کے دن نداء الہی یوں ہوگی کہ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلْحُدُّ یَا جِبْرَئِلُ سَاسِلٌ مِّنْكُمْ اَلَا یَدْعُوْهُ (الغمام) اے جنوں! اور اے انسانوں! میں نے تمہارے پاس اپنے رسول بھیجے تھے جو تمہیں آج کے دن کا پتہ دیتے رہے اور سب اقرار کریں گے کہ ٹھیک ہے مگر ہم خود غلط کار تھے۔

اور صحیح بخاری وغیرہ میں بطور عموم یوں بھی آیا ہے کہ: یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ اور کہ یَا اَهْلَ النَّارِ اور قرآن مجید میں بطور خصوص یوں بھی آیا ہے کہ یَا عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ (ما مائدہ) اور کہ یَا عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ (ما مائدہ) اور صحیح بخاری میں مرفوعاً آیا ہے کہ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَا اَدَمُ اَمْسِكْ

اور صحیح بخاری میں مرفوعاً آیا ہے کہ یا ابراہیم وما تحت رجلیک (الحديث)  
 اور صحیح مسلم میں مرفوعاً آیا ہے کہ یا محمد اس رفع و اسٹ ( ر )  
 اور تفسیر مواہب الرحمن میں ہے کہ :

”توجہ اس کی یہ کہ امام جمع ام کی ہے، ابن عادل نے کہا کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ام کی  
 جمع امام نہیں آتی پس ایسے شخص کا یہ قول ہوگا جو صاحت و زبان عرب نہیں جانتا ہے  
 زعفرانی نے کشاف میں کہا کہ بدیع التفسیر میں سے یہاں یہ تفسیر ہے کہ امام جمع  
 ام کی ہے اور لوگ قیامت میں اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جاویں گے نہ باپوں  
 کے نام سے اور حکمت اس میں رعایت حق عیسیٰ علیہ السلام و اظہار شرف حسن و حسین  
 رضی اللہ عنہما ہے اور یہ کہ اولاد زمانہ کی فہیمت نہ ہو پھر لکھا کہ تفسیر بدعت اور یہ حکمت  
 بدعت اور یہی سوچ میں کہ دونوں میں سے کون بڑھ کر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ تفسیر صحیح نہیں  
 ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جاویں گے یہ بھی صحیح  
 نہیں اس واسطے کہ صحیحین میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے روز جمع فرمائے گا تو ہر ایک  
 غدر کرنے والے کے چوڑے پاس ایک بھنڈا بٹنڈا کیا جائے گا کہ یہ غدرہ فلاں بن  
 فلاں کا ہے اس حدیث میں باپ کا نام مذکور ہے فلاں اس کی ماں کی طرف اصناف نہیں“  
 اور فتح الباری ص ۶۱۲ پارہ ۲۵ میں بحوالہ البداؤد اور صحیح ابن حبان میں مرفوعاً مروی ہے  
 کہ انکم تدعون یوم القيامة باسماءکم واسماء اباءکم فاحسنوا اسماءکم۔  
 اپنے نام اچھے رکھا کرو کیونکہ تمہیں قیامت کے دن فلاں بن فلاں کہہ کر پکارا جائے گا۔ نیز  
 فتح الباری ص ۶۱۲ پارہ ۲۵ میں ابن بطلال سے منقول ہے کہ : فی هذا الحدیث  
 مراد لقول من زعم انهم لا يدعون یوم القيامة الا باسمائهم وستر  
 علی اباءهم۔ بخاری مسلم کی اس حدیث میں ہذا غدرہ فلاں بن فلاں  
 ان لوگوں کی تردید ہے جو ماں کے نام سے پکارا جانا بتاتے ہیں تاکہ ان کے باپوں پر  
 پردہ پڑا رہے۔

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ

وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ

سُ لُ لقب ہے جیسے کہ ذوالنون اور صاحب العوت لقب ہے اور سُ لُ نام ہے اور سُ کنیت ہے جو کہ کبھی ابن قُلان اور ابن فَلَانة اور بنت فَلَان ابونت فَلَانة ہوتی ہے اور کہ ابو فَلَان اور ابو فَلَانة اور ام فَلَان اور ام فَلَانة ہوتی ہے۔

سُ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی حکمرانوں کی طرف جو خطوط اور تہذیب روانہ فرمائے تو عیسائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت صرف اسی قدر بیان کیا اور دہرایا تھا جیسے کہ کتب حدیث و تاریخ و سیرت میں تحریر ہے اور صبح بخاری ص ۲۳۳ پارہ ۳۱۱ اور صبح مسلم ص ۲۱۱ جلد ۱ میں عباد بن صامتؓ سے اس کی مرفوعاً تصریح ہے آپ نے اس کی بے پردی پر پیش کش کا کبھی بھی اعتراف اور اقرار نہیں فرمایا بلکہ باکرتہ اور عدلتاً بتولیٰ ہر سر صفات عالیہ سے اسے معذور و معذور فرمایا ہے جن کی بابت میں بفضل طہرہ عرض کر لیا ہوں سُ کی بابت مزید عرض ہے کہ بالغ بالغہ کا نکاح کے بعد کچھ عورت تک میل طلب نہیں بُرا تو عہدہ اس عورت تک بتولیٰ ہے کہ غلطہ نکاح کے زمانہ بعد رخصت ہوتی تھی جیسے کہ یامنی میں ہے اور اگر شوہر ہمارا ہے یا کہ سفر میں ہے یا کہ مجھ سے ہے یا کہ مفقود الخبر لاپتہ ہے یا کہ باہم ناجاتی ہے تو مفید اس عورت تک بتولیٰ ہے کتب فن و غلطہ ہوں۔ (اثری)

سُ جامی ص ۲۱۱ شرح کافیہ میں ہے العلم اسمکان اولقباء و کنية لانه ان صدر راجب اولالهم اولابن اولابنت کنية والافان قصده به مدح او فخر فهو اللقب والافان هو الالهم اور منجد میں ہے "الکنية العلم المصدر لفظ الاب اولالمن والهم اولابنت" اور تحفہ اموی ص ۲۱۱ جلد ۱ میں ہے "باب اولام او ابن یابی بکروام کلثوم وابن عباس وهو الکنية" اور لغت کشری میں ہے "کنیت بر وزن مہبت وہام ہے جس کے اول لفظ اب یا ام یا ابن یا بنت ہو جیسے ابو الحسن الی بکر ابابہرہ ام الکتاب ابن حاجب بنت العنب"

حوالہ امیر کے اعلان کے خلاف نہیں کہ نحو ہے اور میں اس سے واقف نہیں اس کی طرف تو مجھے (بقیہ آگے)



نہیں تھا۔

**جواب :** جیسے کہ بڑے بیٹے کے نام پر کفیت ہوا کرتی ہے چھوٹے کے نام پر نہیں۔ اسی طرح پر احمد لطفین میں جو اشرف ہوتا ہے اس کے نام پر کفیت ہوتی ہے دوسرے کے نام پر نہیں۔

کُنْتُ الدَّائِمَةُ كَالْمُنْتَمِيَةِ مَرَّتُمْ كِي بَاب وَاوَدُّ مَا هِيَ جِب كَرَّاس كِي مَال كِي  
میاں لڑکا پیدا ہو کر بھی اس کے برابر نہیں تو یہ صفت اس کے برابر کیسا ہو سکتا ہے۔  
مریم بہر حال اس سے اشرف ہے اس لیے اس نے نام پر کفیت تجویز پائی۔  
اب ذیل میں ایک جدول دے کر ان پاکبازوں کا ذکر کرتا ہوں جو کہ مال کے نام پر کفیت سے مشہور ہوئے مگر وہ بے پردہ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

## جدول

قبر شاہ	مال کے نام پر کفیت	نام	باپ	کتاب	صفحہ	جلد	کیفیت
۱	ابن ام محترم	عمرو	زائہ	توفی	۹۱	۴	
۲	ابن العرقہ	جہان	الہدیس	نوی	۹۵	۲	
۳	ابن العنقلیۃ	سہل		الوداد	۳۱۷	۶	
۴	ابن المتکار			بخاری	۲۱۷	۱۹	
۵	ابن الکواء			فتح الباری	۲۵۰	۶	

(صفحہ گذشتہ) ۴۔ اور جو خلاف واقعہ غریب کی طرف منسوب ہے تو وہ دعویٰ اور ذخیعہ ہے۔

اب ہمارے دوستوں کو اختیار ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جو فی صورت چاہیں

پسند کریں میرے نزدیک صورت واری پسندیدہ ہے (اثری)

(صفحہ ۱۷) آخر سوشل اسی طرح پیدا ہوا تھا جیسے کہ آئندہ کہنا ہے تو کیا وہ اس کے برابر ہوا۔ (اثری)

نمبر شمار	ماں کے نام پر کنیت	نام	باب	کتاب	صفحہ	جلد	کیفیت
۶	ابن حسنہ	شیرجیل	عبداللہ	الہود لود	۱۹۹	۲	
۷	ابن بیضاء	سہیل	وعد	مسلم	۳۱۳	۱	
۸	ابن مرعانہ	سعید	عبداللہ	بخاری	۵۰۳	۸	
۹	ابن الخصاصیہ	بشیر	معبد	ترمذی	۶۱	۲	
۱۰	ابن الحو تکمہ	یزید					
۱۱	ابن الحنفیہ	محمد	علی				
۱۲	ابن عفرآء	معاذ					
۱۳	ابن اللتبیۃ	عبداللہ		فتح الباری	۶۰۵	۲۹	
۱۴	ابن ام عبد	مسعود					
۱۵	ابن سمیہ	عمار	یاسر				
۱۶	ابن ذات النطاقین	ابن	عبداللہ	فتح الباری	۳۹۴	۱۴	
۱۷	ابن ام الین	منصور	عبدالرحمن	بخاری	۶۰۷	۲	
۱۸	ابن صفیہ	امامہ	ابو الحسن				
۱۹	بنت زینب	عبداللہ	مالک	فتح الباری	۴۵۱	۴	
۲۰	ابن بکینہ	اسمعیل	ابو یسیم	البرق فطی	۳۰۱	۱	
۲۱	ابن علیہ	محمد	یزید	مقدمہ تحفۃ	۶۷		
۲۲	ابن ماجہ			الاسموزی			
۲۳	عبدالرحمن			الہود لود	۲۴	۴	

۱۱ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۱۸۵ پارہ ۷ میں فرمایا ہے کہ الحنفیۃ

کانت زوج علی بن ابی طالب تزوجا بعد فاطمة رضی اللہ عنہا فولدت لہ محمد  
 فاستثمس بالنسبة الیہا۔ یہی لکلا ہے مگر اپنی ماں کے نام پر ہی مشہور ہوا ہے  
 اور ۱۸ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۳۹۲ پارہ ۱۲ میں فرمایا ہے کہ  
 ونسب الی امہ لشرفہا علی ابیہ وشہرتہا عند اہل البیت النبوی  
 امین اپنی ماں کی طرف اس لیے منسوب ہو کر مشہور ہوا کہ وہ اس کے باپ کی نسبت زیادہ  
 بزرگ تھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ بے پدر پیدا شدہ ہے۔

امام ابن سنی نے عمل الیوم واللیلہ میں تین باپ تجویز فرمائے ہیں باب النسبة  
 الرجل بما قد شہر بہ من اباءہ اور باب انتساب الرجل الی جیدۃ اور  
 باب نسبة الرجل الی من اٹھس من اُمہاتہ جہاں باپ کی طرف منسوب  
 ہو کر مشہور ہوا ہے اسے اسی طرح، اور جو دادا کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوا ہے  
 اسے اسی طرح، اور جواں کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوا ہے اسے اسی طرح پر بلایا  
 جاتا ہے۔

اور ۱۸ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۲۱۱ پارہ ۲ میں فرمایا کہ،  
 منصور ابن صفیۃ منسوب الی امہ لشہرتہا۔ اور ۲۱ پارہ ۳ میں  
 یول فرمایا کہ نسب الیہا لشہرتہا منصور اپنی والدہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ  
 مشہور تھی اس لیے نہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوا تھا۔

اور ۱۹ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۲۹۲ پارہ ۲ میں فرمایا ہے کہ  
 فنسبت الی امہا تشبیہا علی ان الولد ینسب الی اشرف ابویہ دنیا و  
 نسبا۔ امام اپنی والدہ کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ وہ دین اور نسب دونوں  
 میں اشرف ہے اس لیے نہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوئی تھی۔

یہ فہرست متداول کتب حدیث و تفسیر سے لبرسری نظر دستیاب ہوئی ہے  
 کتب اسماء الرجال سے اس کے نظائر مزید دستیاب ہو سکتے ہیں۔  
 یہودنا مسعود نے ابن مریمؑ کے باپ میں تفریط سے کام لیا ہے اور عیسائیوں



نے افراط کی راہ اختیار کی اسلام نے اعتدال کو پسند فرمایا ہے کہ وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نادرست نہیں اور خدا نہیں اور اس کا بیٹا نہیں جیسے کہ سنا کہ حجاج نے بُرے معنوں میں محمول کیا اور اس کی والدہ نے اسے اچھے معنوں پر محمول فرما کر اسے جواب دیا۔

۲۱، ۲۲، ۲۳ میں اختلاف ہے کہ یہ باپ کا نام ہے یا کہ ماں کا، کوئی خاص فیصلہ نہیں۔

اور ۲۴ کی بابت عون المعبود ۲۳۳ جلد ۱ میں ہے کہ قال الدارقطنی عبد الرحمن بن آدم انھا نسب الی ادم ابی البشری ولہ یکن لہ اب یعوف اس کے ماں باپ دونوں کا پتہ نہیں اس لیے ابن آدم کہلایا گیا وہ سچ محج آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بے پدر و بے مادر ہے۔ ہرگز نہیں جب پتہ نہ چل سکا، تو یوں منسوب کر دیا۔

سوال : انجیل میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو بار بار ابن آدم ٹھہرایا ہے۔

جواب : صحیح بخاری وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ کذب بنی ابن آدم صلور کہ یوذینی ابن آدم اور کہ صحیح مسلم میں مرفوعاً مروی ہے کہ یا ابن آدم هل رأیت خیراً قط اور کہ یا ابن آدم هل سمأیت یؤماً قط درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر مقبری سے مروی ہے کہ ان عیسیٰ ابن مریم صان یقول یا ابن آدم (الاشتر) عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں فرمایا کرتے تھے کہ اے ابن آدم جب تو کوئی نیک کام کرے تو اسے مجھ کو جانیا کہ وہ اللہ پاک کے پاس محفوظ ہے جو کہ اسے ضائع نہیں کرتا اور جب تجھ سے بدی ہو جائے تو اسے یاد رکھ تاکہ اس کا تدارک کر سکے۔ اس لیے اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو ابن آدم کہنے سے بے پدری ثابت نہیں ہوتی۔

# یونس بن مثنیٰ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

یہ دونوں الشراپک کے نبی ہیں اور اپنی اپنی والدہ کی طرف منسوب ہیں مؤرخ الذکر کا تو میں بیان کر ہی رہا ہوں۔ اول الذکر کی بابت مواہب الرحمن ص ۹۴ پارہ ۱۱ میں ہے کہ :

”اختلاف ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام ہے یا کہ ماں کا نام ہے ابن الاثیر حمزوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ماں کا نام ہے اور حدیث کے بعض راویوں نے بھی یہی تفسیر کی ہے اور محدث فیروز آبادی صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام ہے اور شہاب نے لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے“

اور فتح البیان میں ہے کہ ”ہو یونس بن مثنیٰ علی وزن مثنیٰ اسم لوالدہ علی ما ذکر صاحب القاموس او اسم لوالدہ علی قالہ ابن الاثیر وغیرہ“ وقال الشہاب ومتی اسم ابیہ علی الصحیح“

اور ترجمان القرآن پارہ ۱۱ میں یوں ہے کہ ”ان کے والد ماجد کا اسم شریف مثنیٰ بر وزن مثنیٰ ہے قاموس میں بھی ذکر آیا ہے کہ مثنیٰ ان کے والد کا نام ہے۔ ابن الاثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ مثنیٰ ان کی والدہ شریفہ کا نام ہے سوائے حضرت یونس اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نبیوں میں سے اور کوئی ماں کی طرف منسوب نہیں۔ شہاب خفاجی نے کہا کہ قول صحیح کی بنا پر مثنیٰ ان کے والد کا نام ہے“ اور فتح الباری ص ۲۶۲ پارہ ۱۳ میں فرمایا ہے کہ ”دھو حکی عن وہب

بن منبہ فی المبتداع و ذکر الطبری و تبعہ ابن الاثیر فی الکامل۔ وہب اور طبری اور ابن الاثیر ہر سر کے نزدیک متی یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا نام ہے جس کی طرف وہ منسوب ہیں اور عینی شرح بخاری میں بحوالہ عبد الرزاق بیان کیا ہے کہ ان متی اسم لوالدہ کا نام ہے۔ امام سیوطی نے اتفاق ص ۳۷۱ جلد ۱ (اردو) میں فرمایا ہے کہ :

”یونس یہ متی کے بیٹے ہیں اور عبدالرزاق کی تفسیر میں آیا ہے کہ متی ان کی والدہ کا نام تھا اور ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ قول اس حدیث کی شہادت سے مرود ہے جو کہ ابن عباسؓ سے صحیح میں مروی ہے اور انھوں نے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی ہے پس یہی بات صحیح تر ہے“

میرے خیال میں حافظ صاحب نے اسے اس بنا پر پسند نہیں فرمایا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ و نسبہ الی ابیہ اسے اپنے باپ کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ صحیح طور پر فیصلہ نہیں فرمایا کہ نسبہ کس کا مقولہ ہے اور کہ اس کا فاعل کون ہے اور باپ کا نام کیا ہے۔ ان ہر امر کے بیان کی ضرورت ہے۔

اگرچہ حافظ صاحب نے اشارۃً فرمادیا ہے کہ یہ مقولہ کسی راوی کا ہے اور اس کا اس کا فاعل ہے۔ جب وہ باپ کا نام بھول گیا جو مشہور نہیں تھا تو اس کی والدہ کا نام ظاہر کر دیا جو کہ مشہور تھا۔

یعنی شرح صحیح بخاری میں ہے کہ ولد لیشتہ بنی بامہ الیونس و المسیم علیہما الصلوٰۃ والسلام یونس اور عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی نبی اپنی والدہ کی طرف منسوب ہو کہ مشہور نہیں ہوا۔ نیز عینی میں ہے کہ :

وكان رجلا صالحا من اهل بيت النبوة ولم يكن له ولد ذكر فقام الى العين السبي اغتسل فيها ايوب عليه الصلوٰۃ والسلام فاغتسل هو ومن وجته منها وصليا ودعوا الله تعالى ان يرزقهما ولدا مباركا فيبعثه الله في بني اسرائيل فاستجاب الله دعاهما ورازقهما يونس،، يونس عليه الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے ہاں کوئی لڑکا نہیں ہوا تھا تو انھوں نے یوحنا حشمتہ میں نہادھو کر نماز ادا کی اور اللہ پاک سے وعدہ کی تو اس نے انھیں یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمایا۔ یہی صورت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی بیوی کو پیش آئی اور یہی

صورت ذکر یا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی بیوی کو پیش آئی جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں اور یہی صورت زیر بحث واقعہ پیش آئی جیسے کہ آئندہ اوراق میں آ رہا ہے۔  
**مناظرہ :** فتح البیان میں تفسیر ابو السعود سے منقول ہے کہ : ان طیبیا حاذقاً فصیاً نیا جاء للرشید فناظر علی بن الحسین الواقدی ذات یوم فقال لہ ان فی کتابکم ما یدل علی ان عیسی جزء من اللہ وھذا (الایۃ ای قوله وکلمتہ القاھا الی عمریر و سادھ منہ فقرا لہ الواقدی و سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض من جمیعاً منہ فقال اذن یلزم ان یکون جمیع تلك الاشیاء جزء منہ سبحانہ فانقطع واسلموا فوجہ الرشید فرحاشد یداد اعطی للواقدی ھملۃ فآخرقہ۔“  
ایک عیسائی ڈاکٹر ہارون الرشید کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو علی واقدی سے مناظرہ کیا کہ قرآن مجید میں عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو کلمہ اللہ اور روح منہ کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی جزء ہے۔ واقدی نے جواب دیا کہ اگر اس سے وہ جزء ٹھہرتا ہے تو پھر جمیعاً منہ سے سب اشیاء اس کی جزء ہوں گی تو وہ ڈاکٹر لا جواب ہو کر مسلمان ہو گیا اور ہارون الرشید نے نہایت خوش ہو کر واقدی کو اس کامیابی پر بہت بڑا انعام عطا فرمایا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے پہلے مسلمان بھی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی خصوصیات کو جو عیسائیوں کی خود تراشیدہ تھیں اڑا کر عام مضابطہ الہی کے مطابق بیان کرتے رہے ہیں۔

اور صحیح بخاری وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ابن عبد المطلب کہہ کر پکارا اور ابولہلی میں ادھر سے یوں مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ کو یوں کہہ کر پکارا یا ابن عبد المطلب نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا کہ انا ابنی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ تو یہ باپ کی نسبت جدا مجد کی مزید تشہیر اور اعزاز کی وجہ سے ہے

مرد باپ کے بغیر دانا کیسے اور شوہر کے بغیر بچہ کیسے ؟  
عیسوی فیصلہ : جو کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا ہے ۔ متی باب ۱۸ میں  
موجود ہے کہ :

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینے والے  
سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوگا۔“

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ کبھی علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف عورت سے پیدا ہوئے  
باپ کوئی نہیں اور صرف یہ بلکہ کئی ایک اور بھی ایسے بے پدر ثابت ہوئے، اگر نہیں  
اور یقیناً نہیں تو پھر ایسے لفظوں سے بے پدری کا خیال غلط ہے ۔

محمد کی فیصلہ : سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ خانی لست بملک انما انا ابن امواتہ تا کل القدید ۔  
میں عورت زادہ ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ میں بے پدر پیدا ہوا ہوں ۔ ہرگز نہیں ،  
باپ مر رہے مگر ذکر نہیں فرمایا کہ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں ۔

دیگر نفاذ کر : صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنا  
بچہ اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس کا حج بھی ہے ؟ آپ نے فرمایا  
ہاں مگر اس کا اجر تجھے ملے گا ۔

خصائص کبریٰ جلد ۲ بحوالہ البیہقی اسامہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت  
نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یہ میرا بچہ ہے ، جب  
میں نے جنا ہے اسے ہڈی نہیں آئی اور ۳ میں بحوالہ دامی ابن مردویہ ابن ابی طلحہ  
بیہقی حوالہ سے مروی ہے کہ کسی جنگی سفر میں ایک عورت اپنی گود میں بچہ اٹھائے ہوئے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بحوالہ ابن سعد حاکم بیہقی ۔ یعنی اس سے  
مروی ہے کہ کسی سفر میں ایک عورت بچہ اٹھائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں حاضر ہوئی ۔

کیا ان سب عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں کے بغیر ہی بچے جن لیے تھے کسی کا کوئی

باپ نہیں تھا کہ اس کا ذکر نہیں یا کہ سب کے باپ تھے کوئی بھی بے پدر نہیں۔

اب میں ان الفاظ کو جو مریم رضی اللہ عنہا کی بابت قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں علیحدہ علیحدہ تفصیل سے بیان کرتا ہوں تاکہ مسئلہ کی پوری تصویر سامنے آجائے۔

**فقہہ:** کی بابت درمنثور ۱۴۲ جلد ۲ میں بحوالہ ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردیہ ابن عساکر ابن منذر جہد بن حمید ابوالشیخ زوائد مسند صفات سیہقی۔ ایک طویل روایت ابی بن کعب سے موقوفہ مروی ہے جس کے آخر پر یوں ہے کہ: وکان مروح عیسیٰ من ثلث الاسواح التي اخذ عهدا وميثاقها في زمن احمه فارسله الله الى مريده في صورة بشرا فتمثل بشرا سويا قال ابی فدخل من فیما۔ ابی بن کعب کی یہ روایت مشکوٰۃ ۲۴ میں بحوالہ مسند احمد درج ہے اور اس کے آخر پر یوں ہے کہ ”عیسیٰ ابن مریم کان فی ثلث الادواح فارسله الی مریج علیہا السلام“

فحدث عن ابی انه دخل من فیما۔

**نقد و نظر:** ۱۔ یہ روایت بظاہر موقوف ہے۔ ۲۔ ابی بن کعب تواریخ کتب سابقہ سے بھی نقل فرمایا کرتے ہیں۔ ۳۔ ضروری نہیں کہ یہ آخری الفاظ ابن پر بحث ہے محولہ بالاسب کتابوں میں ہوں، کسی میں ہوں گے کسی میں نہیں۔ ۴۔ فحدث کا فاعل معلوم نہیں اور نہ یہ کہ وہ مقلد کس کا ہے۔ ۵۔ مناکحت کے بغیر کسی جوان مرد کا کسی جوان عورت کے منہ میں خاص ارادہ سے چھونک مارنا اور اس کا اسے خاص ارادہ سے وصول کر لینا شریعت اسلام میں جیسا کچھ بھی ٹھیک یا کہ غلط ہے سب ظاہر ہے۔ ۶۔ منہ میں ماری ہوئی چھونک اگر اندر داخل ہوئی تو وہ معدہ میں جائے گی جو کہ حمل غذا ہے اور منہ اس کا اوپر کی طرف ہوتا ہے، محل ولادت نہیں اور محل ولادت رحم ہے جس کا منہ نیچے کی طرف ہوتا ہے، پھر یوں بیان مناسب ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مریم رضی اللہ عنہا کے منہ کی طرف سے پیدا ہوئے تھے کہ نغمہ پیٹ میں پہنچا ہے۔ ۷۔ یہ بیان قرآن مجید کے خلاف ہے چنانچہ اللہ پاک نے سورہ انبیاء میں فَتَخْنَخُنَا فَيُتَمِّمُنَا مِنْ سَدِّ ذُنُوبِنَا فرما کر عورت میں نغمہ کا ذکر فرمایا ہے جیسے کہ صفات سیہقی ۲۴ میں ہے کہ قوله فیہا یرید نفس مریج

جو کہ ٹھیک ہے اور مطابق واقعہ ہے اور سورہ تحریم میں فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا  
فرا کہ فرج میں نفخہ کا ذکر فرمایا ہے جو کہ ٹھیک ہے اور مطابق واقعہ ہے کہ محل دخول  
و خروج ہے اور یہ کام جو شخص بھی جائز طور پر کرتا ہے اس کا نام شہر ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ بھی اگرچہ دوسروں کی طرح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پردہ ہی  
لمنتے ہیں مگر ان سے اتفاقاً یہ بیان ہو گیا کہ ”وَكَاثُ النَّفْخَةِ السَّيِّئَةِ نَفْخَهَا  
فِي جَيْبٍ دَرَعُهَا فَتَنَزَلَتْ حَتَّىٰ وَلَّجَتْ فَرْجَهَا بِمَنْزِلَةِ لِقَاحِ الْإِبِلِ  
الْأَمْرِ“ :

اور امام بیہقیؒ نے بھی موصوف کو بے پردہ مان کر صفات ۲۶۲ میں فرمایا کہ ”فَنَفَخَ  
فِي جَيْبٍ دَرَعُهَا وَكَانَ مَشْقُوقًا مِنْ قَدَامِهَا فَدَخَلَتْ النَّفْخَةُ صَدْرَهَا  
فَحَمَلَتْ۔ نفخہ اس کی پھٹی ہوئی جیب کی طرف سے ہوتا ہوا اس کے فرج میں اس طرح  
دخل ہوا جیسے کہ باپ، ماں (شہر، بوی) سمیت کرتے ہیں تو اس طرح پر سے حمل ٹھہر  
گیا تھا۔

ہمارے مفسر بزرگوں کے خیال میں یہ سب کچھ ہوا اور اسے مانا بھی گیا، مگر جائز طور  
پر شادی سے انکار ہے کیا خوب صدیقہ و عقیقہ کا احترام و اعزاز ہے۔ الامان۔  
سوال : نفخہ اور پیدائش منہ کی طرف سے تو ٹھیک نہیں کہ قرآن مجید میں معامن،  
درود نہ آیا ہے جو کہ فرج میں ہوا کرتا ہے۔

جواب : ہمارے زعماء کے خیال مطابق تو معامن پتھروں کو بھی ہوتا ہے جس  
کی وجہ سے ناقہ پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت بیان کیا  
جاتا ہے۔

جب اشپاک کے نظام سے اس کی قدرت کو الگ کر لیا گیا تو پھر کسی ضابطہ کی  
کی ضرورت ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے تو درختوں کے پتوں کے ساتھ بھی پھلوں کی طرح عیسیٰ  
پیدا کر دیئے ہیں جیسے کہ مواہب الرحمن ص ۸۷ میں ہے کہ نو من با نمدان یشاء یخلق

من ذوق الاثجل کشتل عیسی۔

**احصان :** حصن جس کی مع حصن آتی ہے قلعہ کو کہا جاتا ہے کہ اس جگہ فرج محفوظ ہوتی ہے۔ وَظَلُّوا اَنْهُمْ مَا نَعَتْهُمْ حُصُونُهُمْ (رحش) اور کہ حُصُونُ (یوسف) وہ قلعہ ہے جسے آئندہ کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔ اور کہ محصنات ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو شادی شدہ ہوں یا کہ اپنی ضرورت کو شادی کے ذریعہ پورا کرنا چاہتی ہوں۔ اور وَالْحَصْنَاتِ مِنَ النِّسَاءِ میں سے کا ذکر ہے اور وَالْحَصْنَاتِ مِنَ النِّسَاءِ اَوْ قَوْلُ الْكِتَابِ (ص ۴) میں سے کا بیان ہے۔ جیسے کہ مفردات راغب میں فرمایا ہے کہ المحصنات المستزوجات تقورا ان زوجھا هو الذی احصنھا محصنات شادی شدہ عورتوں کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی وجہ سے محفوظ ہو جاتی ہیں۔

نیز فرمایا کہ ارشاد الہی فَاِذَا اُحْصِنَ کَا تَرْجَمَ تَزَوُّجُنَّ ہے کہ وہ شادی سے محفوظ ہو جائیں۔

اچھا تو جب قرآن مجید میں یہ لفظ شادی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے تو پھر سورہ تحریم میں جو وَمَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ النَّبِيِّ اُحْصِنْتُ فَرْجَهَا اور سورہ انبیاء میں جو وَالنَّبِيِّ اُحْصِنْتُ فَرْجَهَا اور وہاں ہے اس کا بھی تو یہی مطلب ہوا کہ مریمؑ نے شادی کی تھی۔ اور ایسے ہی فاطمہؑ کی بابت بھی اُحْصِنْتُ فَرْجَهَا وارد ہوا ہے کہ اس نے شادی کی تھی جیسے کہ میں بحوالہ طبرانی، ہزار اور ابوالعلی شروع میں بیان کر آیا ہوں۔

مشکوٰۃ ص ۲۶۵ میں بحوالہ صحیح بخاری صحیح مسلم عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یا معشر الشباب من استطاع منکوا لمباۃ فلیتزوج فانہ اغض للبعی و احسن للخرج (الحديث) جسے ضرورت ہے وہ شادی کرے کہ شادی کا نام ہی احصان ہے۔

اور اِنْ اَمَرْتُکَ تَحْصِنًا (نمود) تزوجا و نانا و معنی جیسے کہ میں نے اسے بیان کر دیا ہے۔



**طہارت :** موصوفہ کی بابت ارشاد الہی طہرات بھی وارد ہوا ہے جس کا ترجمہ بحسب ارشاد نبوی شادی ہے چنانچہ مشکوٰۃ ص ۲۶۹ میں بحوالہ ابن ماجہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مراد عا مروی ہے کہ من اس ادا ان یلقی اللہ طاهرًا مطہرًا ۰۰۰ فلیتزوج الحور الثور طاهر مطہر وہ ہے جو کہ شادی کرے ۔

**اصطفاء :** موصوفہ کی بابت جو اصطفاء کی بھی وارد ہوا ہے کہ صاف ستھری ہے اور ہر اس اونٹنی پر جو بچہ کہ دودھ پلا رہی ہے اور ہر اس کھجور پر جو پھل سے بھری ہوئی ہے اور ہر اس مرغی پر جو انڈے دے چکی ہے ، یہ لفظ لاجائز ہے جیسے کہ اساس البلاغہ اور قاموس اور مفردات میں ہے اور مرثم نے بھی اپنے کچھ کہ دودھ پلایا ہے جو کہ اس کا مبارک پھل ہے ۔

**ساروح :** روح کا لفظ جو سار مسمی ، انبیاء و تحریم میں وارد ہوا ہے اس کی بابت صفات ص ۱۲۲ پہنچی میں ہے کہ : قال یعنی المفسرین وقد تكون الروح بمعنى الرحمة قال الله عز وجل وَآيَاتُهُمْ يَوْمَ رَوْفِهِمْ إِنَّهُمُ اقْوَاهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ فَتَفَحَّخْنَا فِيهِ مِنْ رَوْحِنَا اى من رحمتنا وقال لعيسى ساروح الله اى رحمة الله على من امن به وقيل قد يكون الروح بمعنى الروحى قال الله عز وجل يُلْقِي الرُّوحُ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وقال وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا وقال لينزل الملائكة بالروح من امره يعنى الروحى وانما سمي الروحى روحاً لانه حياة عن الجهل فلذلك سمي المسيح عيسى ابن مريم روحاً لان الله تعالى يهدى به من اتبعه فيحييه من الكفر والظلمات ۔

۱۔ مفردات رافض میں ہے کہ وسمى القرآن روحاً فى قوله وكذلك اوحينا اليك روحاً من امرنا وكذلك تكون القران سبباً للحياة الاخروية الموصوفة فى قوله وان الدار الآخرة للهى الحيوان راشي

بعض مفسروں نے یوں بیان کیا ہے کہ روح بمعنی رحمت ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ پاک مسلمانوں کو اپنی روح یعنی رحمت سے امداد فرمایا کرتا ہے۔

بایں معنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح اللہ یعنی رحمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ وہ ایمانداروں کے لیے اللہ پاک کی رحمت ہے اور روح بمعنی وحی بھی آتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں یُلَقِّی الْوَحْیَ اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ مَا وُحِّیَا وَاِذْ ہُوَ اے کہ اللہ پاک وحی نازل فرماتا ہے کہ اِس کے ذریعہ لوگ زندہ ہوں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی تاکہ وہ اِس سے لوگوں کی گمراہی دور فرما کر انہیں ایمان و اسلام سے زندہ کریں۔

اول ترجمہ اس لیے مناسب ہے کہ یاس کے موقع پر نازل ہوا ہے، جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے موقع پر فرمایا کہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید حمید (ہود) اور آپ نے بھی فلا تکن من القائلین کے جواب میں فرمایا کہ وَمَنْ یَقْضُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّہِ اِلَّا الصَّالِحُونَ (حجر) اور ذکر کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت فرمایا کہ لَکُمْ مِمَّا حَقَّتْ رَبُّکَ عَبْدًا لَکَ زَکَرِیَّا (ماریہ) اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت بھی وارد ہوا کہ رَحْمَةً مِّمَّا مَرِیو چونکہ یہ ہر سہ مواقع جیسے کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں ایک طرح کے ہیں اس لیے یہ لفظ ایسے مواقع پر نہایت ہی موزوں و مناسب ہے۔

اور مؤخر الذکر معنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجماعے موتی سے متعلق ہے جیسے کہ مفروضات میں ہے اور میں بھی اس کی تفصیل آیات السائلین اور نیز ”البيان المختار فیما ورد فی الرسل الاختیار“ میں شائع کر چکا ہوا ہوں۔

سوال: سید رشید رضا صاحب مصری نے اپنی تفسیر المنار میں ایسے لوگوں کو کفر تک پہنچایا ہے جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے پردہی پر ایش کے منکر ہوں۔

جواب: اگر یہ کفر کسی آیت قرآنی اور حدیث نبوی کا ہے تو اس کا بیان ضروری تھا جو نہیں کیا اور اگر ان کے و نیز دیگر علماء کے مسلک کا انکار اور کفر ہے تو لغوی کفر ہے۔

شرعی نہیں۔

**جواب ۲ :** سید صاحب موصوف نے اس مقام پر حیات عیسوی کا انکار فرمایا ہے جسے سب مسلمان قرآن مجید کی رو سے تسلیم کرتے ہیں تو اس کی دوسری شق سے دوسروں کی تکفیر کیسے؟

**جواب ۳ :** صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، دغیر دیگر کتب احادیث کی اس باب میں واردہ روایات کو صحیحہ مرفوعہ صحیحہ مان کر بھی اس بنا پر انکار کر دیا کہ یہ اخبار احادیث متواترہ نہیں اور جس بات کا قرآن و حدیث میں صریحاً کوئی ذکر نہیں اس کا انکار کفر کیا خوب ہے !

**جواب ۴ :** عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تو یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں ہر سہ نے تسلیم کیا ہے موصوف کے باپ کا تو کوئی بھی منکر نہیں۔

جیسے کہ ہمارے دوستوں کا خیال ہے کہ یہودیوں نے ان کا باپ ناجائز بتایا ہے اور عیسائیوں نے ان کا باپ اللہ پاک کو ٹھہرایا ہے اور قاضی بیضاوی وغیرہ نے روح القدس کو ان کا باپ ٹھہرایا ہے۔ اتنا حاجد بریل متمثلہ بصورۃ شاب امرد سوی الخلق لتستأنس بکلامہ ولعلہ لیجیر شہوتہا فتحدرنطفتہا الی رحمہا اور مدارک میں ہے کہ تمثیل لہا جبریل فی صورۃ آدمی شاب امرد و ضمی الوجہ جعد الشعر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک خوبصورت انسان (مرد) کی شکل بن کر اس کے پاس پہنچا اور بالکل گنجلے تھے اور دونوں کی ایک دوسرے کو دیکھ کر شہوت بھڑک اٹھی جس سے مریمؑ کو حمل ٹھہر گیا اور سید صاحب موصوف نے بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ متمثل لہا بشراً ونفخ فیہا فاحدث نفثہ التلقیح فی رحمہا فحملت بعیسی الشیاک نے ایک روح کو انسان کی شکل میں بھیج کر مریمؑ کے رحم میں تلقین فرمادی جس سے اس کو عیسیٰ

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا عمل ٹھہر گیا۔ سب کچھ ہوا مگر نکاح نہیں ہونے دیا کہ یہ کفر ہے، کیا خوب ہے۔

سوال : مشرقی صاحب نے حکم ۱۱ جلد ۱ اور حکم ۵ جلد ۲ میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے پدر پیدا ہوئے تھے اور مولیٰ محمدؐ صاحب چکر ٹالوی نے بھی انہیں بے پدر پیدا شدہ بتایا ہے۔

جواب : اول الذکر نے حوالہ ۱ پر یوں حاشیہ دیا ہے کہ :

”اس نے اگرچہ باپ اولاد پیدا کر کے انسان کو اپنے لائحہ عمل کے متعلق اشارہ کرنے کی طرف سے کسی نئے قانون قدرت کے رائج کرنے کا فیصلہ کر لیا (امرا کا ترجمہ) تو اس قانون کو کہتا ہے کہ ناموافق حالات میں بھی ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے“

اور حوالہ ۱ ص ۳۸۵ پر یوں فرمایا کہ :

”میرے چھوٹے سے دماغ میں تو کم از کم نہیں آسکتا کہ خدا کیونکر ایسے انسان سے عاقبت کو گوارا کرے گا، جس کو اس نے خود ناپاک نطفہ منی سے پیدا کیا۔ جس کی پیدائش کی جگہ حسرت کی پیشاب کی جگہ کو قرار دیا“

اور حوالہ ۱ ص ۳۹۸ پر یوں فرمایا کہ :

”انسان گندے پانی سے اپنی تخلیق کو بہتر طریق تخلیق کی طرف لوٹا دینے پر ضرور قادر ہے۔ اِنَّهُ عَلٰی رَجْعِهِ لَقَادِرٌ (سورہ طہ ۲۰)“

اور حدیث القرآن ص ۳۷ میں اس کی مزید تفصیل فرمائی ہے جس کے چند اقتباسات

۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳

میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

”دنیا کے ایک بڑے عظیم الشان نبی کی عظیم المرتبت والدہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کی شرمگاہ کا خاص طور پر ذکر کر کے ان کے متعلق دوبارہ خاص الخاص طعن پر یہ کہنا کہ حضرت مریمؑ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور کسی مرد کو باپس پھٹکنے نہیں دیا خالی از علت نہیں ہو سکتا“

”جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی پھر ہم نے اس عورت میں اپنی رُوح پھونک کر اس کو بغیر مرد کے نطفہ کے رحم میں داخل ہونے کے اس قابل بنا دیا کہ اس کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا حمل ٹھہر جائے اور جب وہ حمل ٹھہر گیا اور حضرت عیسیٰ پیدا ہو گئے تو پھر ہم نے مریم اور اس کے بیٹے دونوں کو تمام دنیا کے لیے اعجاز و درکار نشانی بنا دیا۔ مریم اور ان کے بیٹے کو تمام کائنات کے لیے ایک یادگار نشان بنا دینا صرف اسی عجیب و غریب واقع سے ہو سکتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے نطفہ کے حمل ٹھہر گیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے“

”جس طرح اہل رُوح رُبی کو حضرت مریمؑ کے جسم میں پھونک دینے سے وہ مرد کی ہمبستی سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اسی طرح انسان بھی اپنے ارتقاء کے آخری مرحلوں میں جب خدا کا ماحل بنتا جائے گا کسی ایسے اعضائی انقلاب کا حامل ہو کر رہے گا۔ جس اعضائی انقلاب کے باعث اس کو حاجت ہی نہ رہے گی کہ وہ اپنی پیدائش مرد و عورت کی مجامعت سے کرے اور یہ مرحلہ وہ ہو گا کہ نطفہ منی کے سوا ان کے طریق پیدائش سے لکل کر کسی ایسے باعزت طریق پیدائش کی طرف آئے گا جو مریم علیہا السلام کو خدا کے حضور سے اور ذال ہوا تھا، کیا خوب ہے !

حضرت عیسیٰؑ کو بن باپ کے جزا کر انسان کو اشارہ اہل امر کا دینا تھا کہ انسان کے آئندہ ارتقاؤں کے مرحلوں میں جو دفعہ فیہ من مروجی سے متعلق ہوں گے ایک مرحلہ ضرور ایسا آنے والا ہے کہ وہ نطفہ منی کی پلیہ پیدائش سے آزاد ہو کر رہے گا“

کیا خوب ہے !

موجودہ طریق پیدائش کو اللہ پاک نے أَحْسَن تَقْوِیْم (تین) سے تعبیر فرمایا ہے۔ دوسرے تو کیا خود انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ پیدائش بھی یہی رہا ہے۔ نبوت شروع ہو کر ختم ہو گئی۔ اب اس کے بعد دوسروں کے لیے اس سے کسی بہتر طریق پیدائش کا کوئی امکان ہی نہیں اور اللہ پاک کی سنت جاریہ میں کوئی مدد و بدل نہیں۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا عَرَفْتَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ إِنَّ آيَاتِ صُورِهِ لَ مَا شَاءَ مَا كُنَّ بِكَ تُكْذِبُونَ بِالذِّنِّ - (الانفطار) فرما کر اللہ پاک نے موجودہ طریق تخلیق اور تسویر اور تعدیل اور تصویر کو یوم الدین تک ممتد ٹھہرا دیا ہے۔

اسی طرح سورہ قیامہ کے آخر پر اسے حشر و نشر ادا کیا گئے موتی تک ممتد ٹھہرا دیا ہوا ہے اور سورہ نجم کے آخر پر نشاء الاخری تک اسے ممتد ٹھہرا دیا ہوا ہے۔ اور اللہ پاک نے تصریح فرمادی ہے کہ قیامت کے قریب ایک ایسا زلزلہ ہوگا جس کی دہشت سے ہر جان اپنے محل کو گرا دے گی اور دودھ پلانے والی اپنے بچے کو دودھ پلانا بھول جائے گی (رج)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حل اور وضع کا یہ سلسلہ قانون الہی میں قیامت تک ممتد ہے۔

اب مشرقی صاحب کے تجویز کردہ پردگرم کے لیے کوئی وقت اور کوئی جگہ خالی نہیں۔

اب رہے دوسرے صاحب تراخول نے اپنا تمام علم و عقل اور وقت کتب احادیث نبویہ کی تردید پر صرف کر دیا ہے۔ قرآن فہمی پر کوئی وقت نہیں لگایا۔ جو کہ نہایت ضروری تھا۔

۴۱۔ ایل : امام بیہقیؒ نے اور حافظ ابن کثیر نے جب صاف طور پر تحریر فرمایا ہے کہ

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے پدر پیدا ہوئے ہیں تو پھر کیوں تسلیم نہ کر لیا جائے، بلکہ امام  
امام سیوطیؒ نے الکفر المدفون فی الفلک المشعشعون فرمایا ہے کہ فان عیسیٰ علیہ  
السلام لابلہ، واعتقادہذا واجب فاذا تکرر ذکرہ منسوبًا  
الی الامر استشعرت القلوب ما یجب علیہا اعتقادہ من نفی الابل  
عندہ وتنزیہ الامر الطاہرۃ عن مقالة الیہود لعنہم اللہ۔ عیسیٰ  
علیہ الصلوٰۃ والسلام بے پدر پیدا ہوئے اور ایسے ماننا بھی مزدوری ہے کیونکہ اس کا ذکر  
بار بار مال کی طرف منسوب ہو کر آیا ہے۔ اور اس کی مال تمام یہودی الزاموں سے پاک ہے  
اس لیے اقرار کرنا پڑا کہ اس کا باپ کوئی نہیں۔

**جواب :** جن دلیل و ثبوت کی بنا پر بے پدر ماننا مزدوری بتایا گیا ہے اس کی مزدوری  
میں جدول دے کر پہلے بیان کر آیا ہوں، غیر نبیوں کا بیان خواہ وہ کثرت سے ہوں کسی  
بات کو واجب نہیں ٹھہرا سکتا۔ قرآن و حدیث سے ثبوت کی ضرورت ہے علاوہ انہی کثرت  
سے مال کا ذکر تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی ہوا ہے بلکہ اس کے بھائی ہارون  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قَالَ ابْنُ اُمِّ رَا عَدَاۤءِ یَا ابْنَ اُمِّ رَا طَلَا کہہ کر اسے  
بلا یا ہے۔ باپ کا کوئی ذکر کیا بلکہ اشارہ تک بھی نہیں کیا تو کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ  
وہ بے پدر پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ یہ بے پدر نہیں ویسے ہی وہ بھی بے پدر نہیں۔

**سوال :** حافظ ابن کثیر نے سورہ مریم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اللہ پاک نے انسانوں  
کو چار طرح پیدا فرمایا ہے۔ ۱۔ نذوحین سے جیسے کہ ہورہا ہے اور ۲۔ دونوں کے بغیر  
جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا اور ۳۔ صرف نر سے جیسے کہ حوا کو آدم علیہ  
الصلوٰۃ والسلام سے پیدا فرمایا ہے اور ۴۔ صرف مادہ سے جیسے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و  
السلام کو صرف مریمؑ سے پیدا فرمایا ہے۔

**جواب :** ۱۔ تو عام طور پر وقوع میں آتا ہے اور ۲۔ انسانوں کی ابتدائی پیدائش  
ہے جس کے سوا اور کوئی دوسری صورت ممکن ہی نہیں اللہ پاک نے دونوں کی بابت  
فرمایا ہے کہ وَبَدَاۤءَ خَلْقِ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَکَ مِنْ سُلَالَةٍ

مِنْ مَّا يَدْعُونَ (الحج سجدہ ۷) جنس انسان کی ابتدائی تخلیق کچھ گارے جیسی مٹی سے ہوئی ہے پھر اس کے بعد تولد و تناسل کا سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے بلکہ انسانوں کے علاوہ جملہ حیوانات چرند، پرند، درند و دیگر حشرات میں اللہ پاک کا یہی اصول کار فرما ہے جیسے کہ فرمایا مِمَّنْ دَعَا إِلَى الْضَالَّةِ وَمِنْهُمْ لَوْ طَارَ فِیْ سَحَابٍ مِّمَّنْ جَاءَ إِلَّا أُمَّةٌ أُمَّةً لَّكُم مَّا قَدَّ طُنَّا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (انعام) اور سزا میرے نزدیک سزا میں داخل ہے مگر جن بزرگوں کے نزدیک وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہوئی ہے کیا وہ اس سے اس کی ولیدہ شمار کرتے ہیں اور پھر وہ اس سے اس کا نکاح بھی کرتے ہیں، کیا خوب ہے! اور اگر احد الطرفین سے پیدا شدہ ان کے نزدیک دلالت نہیں تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مریمؑ کے ولد نہیں مگر قرآن مجید میں اس کی ولادت کی صاف طور پر تصریح موجود ہے لہذا وہ ذو الطرفین ٹھہرے۔

**سوال:** اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پدر نہیں بتایا مگر بیان ایسا کیا ہے جس سے وہ بے پدر سمجھا جاتا ہے ایسے ہی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پدر نہیں بتایا مگر بیان ایسا کیا ہے جس سے وہ بے پدر سمجھا جاتا ہے۔

**جواب:** اچھا ایسے ہی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے پدر نہیں بتایا مگر بیان ایسا کیا ہے کہ وہ بے پدر سمجھا جاتا ہے تو کیا وہ بے پدر ہے ہرگز نہیں۔ تو ایسے ہی وہ بھی نہیں۔

۱۔ اخروی تخلیق بھی ابتدائی تخلیق کی طرح ہوگی جیسے کہ ارشاد ہے کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نَّعِيدُہَا (انبیاء) کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نَّعِيدُہَا (اعراف) ان دونوں معاملوں پر یاد رہے پیدائش نہیں (اثری) ۲۔ حیوۃ الحرام ۱۸۵ ج ۱ میں عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حاملہ گائے کو تکلیف میں دیکھ کر دعا کی کہ خدایا اس کی مشکل کو حل فرما تو اس کا حمل وضع ہوا تو کیا یہ گلے بیل کے بغیر حاملہ تھی اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ خود بھی اس منابطہ سے خارج نہیں (اثری) ۳۔ ظاہر ہے کہ ماں کی طرف منسوب ہو کر موسیٰؑ بے پدر نہیں تسلیم ہوتے بلکہ والدہ کے شرف کی وجہ سے (اثری)



اصل بات یہ ہے کہ ان مواقع پر بے پردی زیر بحث نہیں اور نہ ہی یہ بیان مقصود ہے، بلکہ اس وقت کے حالات اور کیف تحقیق مقصود ہے جسے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

**جواب ۱ :** آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلا پیدا شدہ انسان کے لیے اتنا بلکہ کچھ بھی بیان نہ ہوتا تو بھی وہ بے پردہ و مادر پیدا شدہ تسلیم ہوتا نہ صرف وہ بلکہ تمام انسان جو ابتداء میں پیدا ہوئے بلکہ تمام حیوانات چرند پرند و درندہ و سب حشرات ابتدا میں بے مال پدر پیدا ہوئے ہیں اس کی تسلیم محمل یا کہ مفصل بیان پر موقوف نہیں کہ سلسلہ کی ابتداء اس کے سوا ممکن ہی نہیں۔

اگر ابتدائی حیوانوں کے مال باپ ہوں تو وہ ابتدائی نہیں اور یہ قدامت کے قائل ہیں ہمارے مال حدوث ہے جس کے لیے یہ صورت بہر حال لازم و ضروری ہے۔

**جواب ۲ :** عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمثیل بے پردی کا ثبوت نہیں۔ ابو داؤد و ترمذی جلد ۲ میں ہے کہ **إِنْ مَثَلَ عِثْمَانَ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ** تو کیا عثمانؓ بے پردہ پیدا ہوئے تھے ہرگز نہیں۔

اور مشکوٰۃ ۵۶۵ میں بجلالہ مسند احمد علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ : **فِيهِ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى** تو کیا علیؓ بے پردہ پیدا ہوئے تھے ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ تمثیل اور بات میں ہے پیدائش میں نہیں جیسے کہ میں نے تفسیر آیات السائین طبع جدید میں اس کی تفصیل کر دی ہے۔

**سوال :** بعض روایات میں آیا ہے کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم کا نزد بخانی عیسائیوں سے مناظرہ کے وقت ہوا ہے اور کہ آپؐ نے مناظرہ میں اسے تلاوت بھی فرمایا ہے جس سے بے پردی کا اعتراف معلوم ہوتا ہے۔

**جواب ۱ :** یوں تو ساری سورت ہی اسی موقع پر نازل ہوئی ہے اس آیت کی کوئی تخصیص نہیں اور مناظرہ میں اس کی تلاوت ثابت نہیں اور نہ اس کا کوئی ثبوت کہ آپؐ نے بے پردی کا اعتراف فرمایا تھا۔

اگر نبوی خیال میں یہ ایت کریمہ بے پدری کا ثبوت ہوتا تو آپ اسے ولادت  
میں علیہ السلام کی آیات کرمیات میں درج فرماتے مگر آپ نے اسے صلیب کی آیات  
میں درج فرما کر وہ مطلب ظاہر فرمایا ہے کہ جسے میں آیات السائلین طبع جدید  
میں بتفصیل بیان کر آیا ہوں۔

اور ایتوں کے اپنی اپنی جگہ اندراجات حدیث و سنت کی رو سے ہوئے  
ہیں جیسے کہ میں نے "مصول تفسیر البیان علی اصول تفسیر القرآن" میں بتفصیل شائع  
کر دیا ہوا ہے۔ لہذا سیاق و سباق سے جو کچھ ثابت ہو گا وہ نبوی ترجمہ اور تفسیر ہو گی۔  
جواب س: اگر آیات ولادت میں بھی اس کا اندراج ہو جاتا تو بھی بے پدری پر  
نص نہ ہوتا بلکہ یہ ظاہر ہوتا کہ وہ تبارکی، خاکی مخلوق ہے۔ ناری، نورانی نہیں۔ س  
کثیف ہے اور س لطیف اور س بہت ہی لطیف ہے اور اللہ پاک اس سے بھی  
کہیں زیادہ لطیف و بلا کیف ہے، جب س بھی اس کی مثل نہیں تو س اس کی مثل  
کیسے ہوا؟

جواب س: جن ذی علموں نے بے پدری ماثلت پر اسے محمول فرمایا ہے ان کا  
بھی اس پر اتفاق ہے کہ یہ ماثلت ناقصہ ہے تامہ نہیں، جب تامہ نہیں تو پھر مذلت  
میں بھی ماثلت ہو سکتی ہے بے پدری لازم نہیں۔

سوال: کن فیکون کا ایسے مواقع پر استعمال ہوا ہے، جہاں کوئی بات عام ضابطہ  
الہی کے خلاف ہے جیسے کہ یَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ (الانعام) اِنَّمَا قَوْلُنَا  
يَشَاءُ اِذَا اَمَرْنَا مَا لَمْ اَنْ تَقُولْ لَمْ اَكُنْ فَيَكُونُ (دخان) اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا  
اَمَرَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یس) وَ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَانْشَأْ  
يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (ہقرا) ان چاروں مواقع پر قیامت کا ذکر ہے، جسے  
ناممکن بنا دیا گیا ہے، اسی طرح پر خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ  
(ال عمران) میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش پر استعمال ہوا ہے اور اسی طرح اِذَا  
قَضٰى اَمْرًا فَانْشَأْ يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (ال عمران) میں عیسیٰ علیہ

الصلوة والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی بابت استعمال ہوا ہے لیکن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ نادیدہ واقعہ ہے ناممکن نہیں اس لیے اس پر اس کا استعمال نہیں ہوا۔

**جواب ۱ :** آل عمران میں زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کَذٰلِكَ اَللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وارد ہوا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت بھی کَذٰلِكَ اَللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وارد ہوا ہے اور دونوں کا مطلب ایک ہے پھر اس کے بعد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کُنْ فَيَكُونُ وارد ہوا ہے جو کہ اس کے ساتھ ہی ملحق ہے کوئی جہاں نہیں، اور سورہ مریم میں زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مریم رضی اللہ عنہا دونوں کی بابت کَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰی هٰتَيْنِ وارد ہوا ہے پھر اس کے بعد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کُنْ فَيَكُونُ وارد ہوا ہے جو پہلے کے ساتھ بھی ملحق ہے کوئی علیحدہ نہیں۔

**جواب ۲ :** اصل لفظ اس میں کن ہے جو اللہ پاک کی طرف سے کام کے لیے ہوتا ہے اس کے بغیر کوئی کام بھی انجام پذیر نہیں جیسے امر اور نہی اور ایشاء سے ظاہر ہے۔

نیز فرمایا کہ کُنْ مِّنَ السَّٰكِرِيْنَ (نمرا، اعراف) نیز فرمایا کہ وَكُنْ مِّنَ السَّٰجِدِيْنَ (حجر) نیز فرمایا کہ كُونُوا مَعَ الصَّٰدِقِيْنَ (توبہ) نیز فرمایا کہ كُونُوا اِحْبَابًا لِّاُولٰٓئِكَ (بنی اسرائیل) نیز فرمایا کہ كُونُوا قِسَادَةً (بقرة، اعراف) نیز فرمایا کہ كُونُوا قَوَّٰمِيْنَ (نساء، مائدہ) نیز فرمایا كُونُوا نَصَارًا (انجیل) نیز فرمایا کہ كُونُوا مَبْرُودًا (انبیاء) جیسے مقامات ملاحظہ ہوں کہ کُنْ الہی کا استعمال کیے ہوئے ہے۔

**جواب ۳ :** کبھی اللہ پاک نے ایسے موقع پر یوں فرمایا کہ اِنَّ ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ یَسْبِرُ (حج، عنکبوت) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ یَسْبِرُ (تغابن) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ یَسْبِرُ (احزاب، حدید) اور کبھی یوں فرمایا

کہ ذلک مَحْشَرًا عَلَیْہَا یَسِیرُ (اور کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ فَدَٰسًا مَّقْذُورًا (احزاب) کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضٰیًا (مرید) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ ذٰلِكَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُورًا (احزاب) کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (نساء - بنی اسرائیل، احزاب) اور کبھی یوں فرمایا کہ لَیْقَعْنِیَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (انفال) اور کبھی یوں فرمایا کہ كَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا (منزل) اور کبھی یوں فرمایا کہ كَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا (بنی اسرائیل) اور کبھی یوں فرمایا کہ إِنَّهُ كَانَ وَعْدًا مَآ تِیًّا (مرید) اور یہ سب ایک ہی طرز بیان ہے اور ٹھیک ہے۔

جواب ۳: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یَخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّ لَكُمْ ثُمَّ لَکُمْ نُوْءٌ شَیْئُوْهُنَّ وَ مِنْكُمْ مَنْ یَتَوَفٰی مِنْ قَبْلِ وَلِیَتَبْلُغُوا أَجَلَہُمْ مُّسَمًّی وَلَکُمْ تَعْقِلُوْنَ هُوَ الَّذِیْ یُعِیْ وَ یَمِیْتُ فَاِذَا نَفَخَیْ اَمْرًا فَذٰلَکَ یَقُوْلُ لَکُمْ اَنْتُمْ فِیْکُوْنُ (رمون) تو اس میں اللہ پاک نے عام انسانی خلقت کو جو کہ ہمیشہ مرد و عورت دونوں کے نطفہ سے ہوتی رہتی ہے کُنْ فِیْکُوْنُ سے تعبیر فرمایا ہے اس لیے اس لفظ سے بے پردہ پیدا ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

احصان فروج: کی بابت میں تفصیل سے بیان کر آیا ہوں مزید ارشادات الہی ملاحظہ ہوں۔ وَالْحَافِظِیْنَ مُرُوْجَہُمْ وَالْمَحَافِظَاتِ (احزاب) ... حَفِظْتُ لِلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (نساء) یَحْفَظُوْا شَرُّوْجَہُمْ رُؤُوسًا یَحْفَظُنْ شَرُّوْجَہُمْ رُؤُوسًا وَالَّذِیْنَ هُمْ لِقَہُ وَجْہُہُمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِہُمْ اِذَا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ فَاَعْقَبُوْہُمْ غَیْرَ مُلْمَیْنِ (رمون)

ان سب کا مطلب یہی ہے کہ بدکاری سے اجتناب لازم ہے شادی سے روک مقام ہرگز مرا نہیں بلکہ ترغیب ہے جیسے کہ ۵ کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ آزاد عورتوں سے شادی کیا کرو اگر وہ دستیاب نہ ہوں تو پھر لونڈیوں سے بھی

شادی کر لیا کرو اور یہ شرط ہے کہ مخضنین ہوں مسالحین اور مقتدی  
 اخدان نہ ہوں اور مخضنات ہوں اور مسالحات اور مقتذات اخدان  
 نہ ہوں جیسے کہ نساء مائہ میں تصریح ہے۔ اِنْ اَمْرًا دُنْ مَخْضَنًا رَاوَر) میں بھی  
 تحصن بمعنی تزوج ہے اور مریمؑ کی بابت جو اَحْصَنْتَ فَاُجِبْهَا (انبیاء  
 غدیر) وارد ہوا ہے اس کا معنی بھی یہی ہے کہ اس نے ضرورت پر شادی کی تھی۔  
**بتول اور قبیل:** کی بابت بھی میں عرض کر آیا ہوں یہاں پر اس کی وہ صورت  
 بیان کرتا ہوں جو کہ شرفاً منزع ہے ترمذی ۱۳۹ جلد ۱ ابن ماجہ ۱۲۴ جلد ۱ میں  
 بروایت قتادہ سمرو بن جندب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیل  
 (ترک نکاح) سے منع فرمایا ہے پھر قتادہ نے اس پر آیت کریمہ وَلَقَدْ اَمْرًا سَلْنَا  
 رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَمْوَالًا وَّاجَارًا وَذُرِّيَّةً (رعد) پڑھ کر  
 فرمایا کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے شادی کی ہے اعدان کے یہاں اولاد  
 بھی ہوئی ہے۔

امام سیوطیؒ نے درختور میں اس روایت پر ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، طبرانی  
 ابوالشیخ کا حوالہ بھی دیا ہے نیز درختور میں بحوالہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ و نیز سنن نسائی  
 ج ۱۰ میں سعد بن بشام سے مروی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی  
 خدمت میں میں نے عرض کی کہ میں شادی نہیں کروں گا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ کی خلاف ورزی  
 کہ وَلَقَدْ اَمْرًا سَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَمْوَالًا وَّاجَارًا وَذُرِّيَّةً  
 (رعد) ہم نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نکاح کرائے تھے اور پھر ان سے  
 اولاد بھی پیدا ہوئی تھی اس لیے ترک نکاح خلاف سنت ہے۔

درختور میں بحوالہ ابن ابی شیبہ اور سند امام احمد و نیز ترمذی ۱۳۹ جلد ۱ میں ابوالویث  
 انصاریؒ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نکاح انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول رہا  
 ہے اور مریم رضی اللہ عنہا کی بابت بھی ارشاد الہی یوں وارد ہوا ہے کہ وَحَدَّثَا قَتَّ بِكَلِمَاتٍ  
 رَبَّهَآ وَكَتَبَہُ وَكَانَتْ مِنَ الْمُقَاتِلِينَ (ہود) وہ اللہ پاک کی تمام کتابوں اور

صحیفوں کی تصدیق کیا کرتی تھی دریں حالات وہ باوجود ضرورت کے نکاح سے کیسے علیحدہ رہ سکتی تھی۔

## اخوة علات و اخوة اخفاء

علاتی بھائیوں کی باہم مواخات باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور اخفائی بھائیوں کی باہم مواخات ماں کی طرف سے ہوتی ہے۔

صحیح بخاری ص ۲۶۹ پارہ ۱۳ ص ۱۳۵ صحیح مسلم ص ۲۹۵ جلد ۲ میں ونیز دیگر کتب حدیث میں ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انا اولی الناس بعیسی ابن مریم فی الدنیا والآخرۃ الانبیاء اخوة لعلات اصہاتھم شتی و دینہم واحد عیسیٰ ثلثوں کا خیال کہ وہ مودت و محبت اور افتاء و اتباع میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب ہیں غلط ہے بلکہ ان کی نسبت میں زیادہ موصوف سے قریب اور شرف سے آخر تک اس کے ساتھ ہوں۔ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام آدمؑ زادے ہو کر آپس میں ایک دوسرے کے علاتی بھائیوں کی طرح ہیں کہ ان کا دین (باپ) ایک ہے، اور مائیں (زمانے، زبانیں اور اجتہادی باتیں) ان کی الگ الگ ہیں۔

سلسلہ نسب میں داخل ہو کر اگر کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا باپ نہیں تو وہ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اخفائی بھائی کی طرح ہوا علاتی کی طرح نہ ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو علاتی ٹھہرایا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خصوصیت کے ساتھ سب سے پہلے فرمایا ہے تو دریں حالات اسے ان سے کیسے خارج کیا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا بار بار ذکر ہوا ہے اور چار مرتبہ تو اللہ پاک نے انھیں یا بنی اسرائیل کہہ کر پکارا ہے (بقیہ کا طہ) اور وہ تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی انھیں یا بنی اسرائیل (ماثداہ صف) کہہ کر پکارا ہے۔

اسرائیل یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا نام یا کہ لقب ہے اس کے بیٹے (اور

بیٹیاں، تو اسرائیل کی طرف منسوب ہو کر بنی اسرائیل (اور بنات اسرائیل) ہوئے مگر اس کی بیوی تو اسرائیلی نہیں کہ اس کی طرف منسوب ہو کر وہ اسرائیلی ہوں انھیں تو صرف باپ کی وجہ سے اسرائیلیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو بالاتفاق اسرائیلی ہیں لہذا علاتی ہونے کی وجہ سے ان کا باپ ثابت ہوتا ہے اگرچہ یہاں پر دوسری صورت بھی قائم ہے مگر اس حدیث میں علاتی ہے اخیا فی ذکر نہیں۔

## رسم و رواج اور روک تھام نکاح

بعض قوموں میں بعض زیر اثر اور زیر ولایت عورتوں کو نکاح سے روک دیا جاتا ہے ایسے مواقع پر اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ وَلَا تَكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبُعَاثِ إِنَّ أَسَدَنَ نَحْصُنًا فَيَتَبَنُّوهُا عَنْ حَنِّ الْحَيَاةِ السَّانِيَا (نور) اپنی زیر ولایت عورتوں کو نکاح سے مت روکا کرو بجا ایک وہ شہابیہ یا کہ ارادۃ یا کہ مقاتلہ اس پر آمادہ اور تیار ہوں اگر ایسا کیا گیا تو بیکاری کا خطرہ ہے جس کی تمام تر ذمہ داری ان پر عائد ہوگی جو ان کو روکتے ہوں گے۔

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بخاری مسلم دو دیگر کتب میں جو ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مریم رضی اللہ عنہا کے سوا اور کوئی ایسا بچہ نہیں جو کہ شیطان کے مَس سے بچا ہوا ہے اس کے مشہور مطلب پر چونکہ کوئی پاکیزہ محفوظ نہیں اس لیے البیان المختار فی ما ورد فی الرسل الاخبار میں اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے

لہ ترکیب نکاح کیساتھ ایک دوسرا رواج یہ بھی تھا کہ جو نکاح کا بھاری ہوتا وہ نکاح تو کرتا مگر بچی کو حلال نہیں دیتا تھا چنانچہ ان الاثیر در مشوہ مع البحار ہر کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ان الرجل من اهل الکتاب یتزوج المراثۃ وما یعلق علی یدیمہا الخیط وما یرغب واحد عن صاحبہ حتی یموتہا ما دعلق اہل کتاب مرتے دم تک اپنی عورتوں کو مہر ادا نہیں کیا کرتے تھے، درج فرما رہا ہے کہ اپنی امت کو اپنے پیار مشوہ فرما کر غیب دہی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کا پورا پورا مہر ادا کیا کریں اور (بقی اگلے)

کہ کوئی عورت جس نے بے شرم ہر بچہ جنا ہے وہ کسی شیطان رزائی سے محفوظ نہیں اور اس کا یہ بچہ چونکہ اس کی مس سے پیدا ہوا ہے اس لیے وہ حلال زادہ نہیں ہاں! عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی والدہ ماجدہ اس کلیے سے باہر ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسے بے پردہ تسلیم کیا گیا ہے اب انکار کیسے؟ اگر انکار ہے تو پھر حدیث کا مطلب کیا ہے؟ یا کہ اب حدیث کا انکار ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس خطرناک زدو سے بچانے کے لیے میں نے یہ ترجمہ کر دیا تھا اب معلوم ہوا کہ قدرت خدا کے سپاہیہ سارا نزالہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ پر کر دیا ہے اللہ پاک مجھے معاف فرمائے میں ان کی ہوتیوں کی خاک ہوں اور ان کی عزت میں جیتا ہوں۔

حدیث نبوی پر پورا پورا ایمان ہے اور اس کا ٹھیک ٹھیک مطلب یہ ہے کہ: یہودیوں نے منذر اور منذرہ کی بابت شریعت اسلام کا مفہوم غلط سمجھ کر جو انھیں شادی سے روکا ہوا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خفیہ طور پر زنا پھیلا اور اولاد بھی ہوئی ہوگی جو شاید ضائع کر دی جاتی ہوگی یا کہ کسی طرح یہ درنہش بھی پا جاتی ہوگی۔ اس زمانہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جو اس سے یعنی بدکاری سے بچا ہوگا مگر ہاں مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی تو اس نے منذرہ ہونے کے باوجود ان کی جاہلانہ رسومات کو عملی طور پر توڑتے ہوئے نکاح کر لیا پھر اللہ پاک نے اسے اس مبارک نکاح سے ایک ایسا بچہ بھی عطا فرمایا جس نے ایسی شیطانی رسوم کا خوب طوطی کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ یہودیوں کو خائب و خاسر ہو کر نام ہونا پڑا۔ جس کی پوری تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

سوال: درمنثور میں بحوالہ طبرانی ابن مردودہ بریدہ سے مروی ہے کہ وَعَدَ

(بقیۃ شتہ) ان سے حسن سلوک کیا کریں۔

دیتے تو مسلمان بھی نہیں مگر ہاں وہ مرتے وقت بخیر الیکرتے ہیں طابق النعل بالنعل (راوی)



اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا الزیة ان یرزوجه بالثیب  
اسیة امواتة فرعون وبالبکر مریعا بنتہ عمر ان اللہ پاک نے آیت  
کریمہ ثیبیات وَاَبْکَاسًا (مختصر) اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے وعدہ فرمایا ہے کہ اسے ثیب کے عومنی ثیب اسیہ فرعون کی بیوی سے اور  
بکر کے عومنی بکر مریم سے شادی کرادے گا۔

اس سے مناف عیاں ہے کہ مریم بکر مریم ساری عمر باکرہ ہی رہی ہے شادی نہیں  
کی جنت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوگی۔

## جوابات و انتقادات

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو اس طرح پر باسناد بیان فرمایا ہے کہ قال  
ابوالقاسم الطبرانی فی مجملہ الکبیر ثنا ابو بکر بن صدقة ثنا محمد  
بن محمد بن مروق ثنا عبد اللہ بن ابی امیة ثنا عبد القدوس عن  
صالح بن حیان عن ابن یزید عن ابیہ الحدیث

روایت : بریدہ پر موقوف ہے مرفوع نہیں۔ یہ ابن نامعلوم الاسم ہے سلیمان  
تولیقیناً نہیں جیسے کہ امام بزار اور حافظ ابن حجر نے اس کا فیصلہ فرمایا ہے، اگر وہ علیہ  
ہے تو خیر اور اگر کوئی تیسرا صاحب جزاء ہے تو قابل بحث ہے اور یہ صاحب لہام ہے۔  
روایت : اس کے خلاف ہے کہ آیت کریمہ میں یوں وارد ہوا ہے کہ اگر طلاق دے  
دے تو ثیب کے عومنی ثیب اور بکر کے عومنی بکر سے شادی کر لائی جاسکتی ہے۔ جیسے  
کہ عسّی سے ظاہر ہے چونکہ بدل کا وعدہ طلاق کے ساتھ معتق ہے اس لیے بدل  
واقع نہیں ہوا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ دوسری صورت دوسری سے معاوضہ کے طور  
پر نکاح کیسے ؟

اچھا تو اگر طلاق ہو جاتی تو اس کا معاوضہ دنیا میں ہوتا آخرت میں کیسے، صورت  
سائیں ان دونوں عورتوں سے تو بدل ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ صدیوں پیشتر کی فوت شدہ

ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ دیگر عورتوں سے معاوضہ ہوتا ان سے نہیں اور سب میں معاوضہ جنت میں ہوتا تو سب کو طلاق دے کر دینی زندگی آخری ایام تک بے نکاح پڑے رہتے کیا خوب ہے!

**اصل روایت :** درمنثور میں بحوالہ طبرانی سعد بن جناودہ سے یوں مروی ہے کہ ان الله زوجني في الجنة مريخ بنت عمران وامراة فزعون و اخت موسى الشياك جنت میں میری شادی مریم اور آسیہ اور کلثوم سے کر دے گا۔ یہ ہر شادی شدہ ہیں کوئی بھی غیر شادی شدہ نہیں۔

درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر ابو درداء سے اور ابن کثیر میں عبد اللہ بن عباس رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہؓ پر داخل ہوئے کہ وہ قریب الموت تھی تو فرمایا کہ خدیجہؓ تو اپنی سوکنوں سے طاقات کرے تو ان سے میرا سلام کہہ دینا عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے بھی آپ نے کسی عورت سے شادی کی ہے تو فرمایا کہ نہیں ہاں! جنت میں مریمؓ اور آسیہؓ اور کلثومؓ سے میری شادی ہوگی اس لحاظ سے میں کہہ رہا ہوں کہ ان سے میرا سلام کہنا تو اس نے عرض کی، حضور آپ کے لیے مبارک ہے۔

درمنثور میں بحوالہ طبرانی اور ابن عساکر اور ابن کثیر میں بحوالہ البیہقی اور ابوامامہ رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اعلمت ان الله زوجني في الجنة مريخ بنت عمران و كلثوم اخت موسى و اسية امراة فزعون۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمیشہ کلثومؓ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مریمؓ اور آسیہ بنت مزاحمؓ ہر سہ سے اللہ پاک میری شادی کر دے گا ظاہر ہے کہ ان ہر سہ میں سے کوئی بھی بے شادی فوت نہیں ہوئی درمنثور میں بحوالہ طبرانی ابن مردودہ نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمیشہ کا بھی ذکر ہے۔

**سوال :** فزعون کی بیوی سے تو اس لیے شادی ہوگی کہ وہ دوزخ میں ہوگا اور مریمؓ کا شوہر تو مسلمان ہے جنت میں ہوگا تو وہ اپنے شوہر کے پاس ہوگی مگر روایت میں ہے

کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگی جس سے ظاہر ہے کہ اس کا شوہر کوئی نہیں۔

**جواب :** تو کیا کثرت کا بھی شوہر کوئی نہیں کہ وہ آپ کے نکاح میں ہوگی اہل بات یہ ہے کہ عورت کی رضا بھی ضروری ہے اگر کسی عورت کے بچے بعد دیگرے کئی ایک شوہر فوت ہوئے ہوں اور سب مسلمان ہوں اور ان سے تعلقات بھی اچھے ہوں اور سب اس سے پیار کرتے ہوں تو کیا وہ جنت میں سب کے پاس ہوگی، ظاہر ہے کہ نہیں۔

ترغیب ترہیب ص ۳۳۵ جلد ۱ میں ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ المرأتی ما تزوج الزوجین والثلثۃ والاربعة فی الدنیا ثم توت فتدخل الجنة ویدخلون معها من یکون زوجها منهم قال امر سلمة انها تخیر فتختار احسنهم خلقا (الحديث) ما واک الطبرانی۔ دنیا میں مختلف و توتوں میں ایک عورت کئی ایک مردوں سے نکاح کرتی ہے اگر وہ سب جنت میں داخل ہوں تو یہ عورت کس کے نکاح میں ہوگی۔ فرمایا کہ جسے وہ پسند کرے گی اس کے پاس رہے گی۔

یہ برسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کریں گی تو آپ سے ان کی شادی ہوگی۔ یہ مطلب میں نے علی سبیل التسلیم عرض کیا ہے ورنہ ان روایات کو حافظ ابن کثیرؒ نے ضعیف ٹھہرایا ہے۔

**مرزا صاحب :** نے سرمہ چشم آریہ ۱۸۲ میں انھیں تمثیل کا رنگ دے کر یوں بیان کیا ہے کہ :

”بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گی یہ قول غالباً اسی مناسبت سے بیٹے اور باپ سے پیدا ہوا ہے کہ عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی والدہ بطور زوجہ

کے ہوئی ۱۰ محمدی بیگم: کی بابت موصوف نے جس زور و شور سے پیشگوئی کی ہوئی ہے وہ نسب کو معلوم ہے۔ یہاں پر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ موصوف نے مزید فرمایا ہے کہ یہ صرف میری پیشگوئی ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے، اگر پوری نہ ہوئی تو صرف میں ہی جعنا نہیں بلکہ میرے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جعنا ثابت ہوں گے۔ (نعوذ باللہ من ہفوات کا دیانی)

چنانچہ ضمیمہ انجام اتہم ۵۴ میں فرمایا کہ:

”اس پیشگوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج دیولہ یعنی وہ مسیح موعود ہوں گے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر تو ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد مراد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل مشرکوں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی“

یہ پیشگوئی موصوف نے قرآنی لفظوں میں شائع فرمائی مَّا وَجَعْنَا كَهَا (احزاب) جس کے متعلق قرآن میں کہا گیا ہے وہ تو پوری ہو گئی تھی مگر یہ قرآنی لفظوں میں ہو کہ بھی جب پوری نہ ہوئی تو مریدوں نے طرح طرح کی بیکار سی تاویلیں شروع کر دیں جو کہ دینیقی

۱۰ یہ نبوی پیشگوئی مشکوٰۃ میں بحوالہ کتاب العقائد درج ہے جو کہ اپنے وقت پر مروجی پوری ہو گئی۔ مرزا صاحب کی پیشگوئی سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ پوری نہیں ہوئی تو اس کا اثر موصوف پر ہی پڑا ہے، نبوی پیشگوئی پر قطعاً کوئی اثر نہیں کہ وہ صدیوں پیشتر باقید و شرط محفوظ ہے (لائی)

منہ کلاب متعدّدۃ کی مصداق ہیں۔

اس سلسلہ میں مولوی نوادر الدین صاحب نے یوں فرمایا ہے کہ دونوں کی نسل میں سے کسی لڑکے اور لڑکی کا جب کبھی بھی باہم نکاح ہوا تو یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ کیا خوب ہے!

بعض احمدی مناظروں نے یوں جواب دیا کہ اس کی شادی مریمؑ کی طرح ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے! اچھا برات تو بہر حال جائے گی اور احمدی فقط نگاہ سے وہ عورت تو دوزخ میں ہے اور جنت میں اس کا داخلہ ممکن نہیں۔ اگر قیام کے لیے اور کوئی جگہ نہیں تو داماد کو اپنے سسرال کے یہاں قیام کا دستور بھی ہے جیسے کہ حقیقہ الوحی ص ۳۵ میں فرمایا کہ دخلت النار حتی صوّت لنا من اٹھیک ہے کوئی مشکل نہیں شادی ضرور ہے یہاں نہیں تو وہاں ہی سی۔

## نذر الہی اور یہودی رواج

والدہ مریمؑ سے پیشتر ایک عورت کی نذر کا بائبل سے بھی ثبوت دستیاب ہے چنانچہ سموئیل ۱ باب ۱۷ میں ہے کہ:

”وہ نہایت دلگیر تھی سو اس نے خداوند سے دعاء مانگی اور زار زار روتی اور اس نے منت مانی اور کہا اے رب الافواج اگر تو اپنی لونڈی کی مصیبت پر نظر کرے اور مجھے یاد فرمائے اور اپنی لونڈی کو فراموش نہ کرے اور اپنی لونڈی کو فرزند نرینہ بخشے تو میں اسے خداوند کے لیے نذر گزاروں گی“ اور کہ:

”پھر اسے لے کے جاؤں گی تاکہ وہ خداوند کے سامنے حاضر ہو اور پھر ہمیشہ وہاں ہی رہے“ اور کہ:

”میں نے بھی اسے خداوند کو عاریتہ دیا تاکہ ساری عمر خداوند کا ہو اس لیے کہ یہ خداوند سے طلب کیا گیا تھا“ اور کہ:

”ایسا ہو کہ حنہ کے حاملہ ہونے کے بعد جب دن پورے ہوئے وہ بیٹا جنی اور

اس کا نام سموئیل رکھا اس لیے کہ اس نے کہا کہ میں نے اسے خداوند سے مانگ کے پایا ہے۔“

درمنثور میں بحوالہ ابو داؤد نسائی ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مندہ ابن جابر ابن مردودہ سیوطی عیاض مختارہ ناسخ مخاس۔ عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ساکنان مدینہ طیبہ کی سابق حالت یہ تھی کہ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا نہیں ہوتا یا کہ پیدا ہو کر مر جاتا تو وہ نذر مانا کرتی کہ اگر اللہ پاک مجھے بچہ دے اور کہ وہ جیتا رہے تو میں اسے یہودیوں کے سپرد کر دوں گی پھر جب اسلام نے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو ایسے بچوں میں نزاع پیدا ہوئی کہ ان کی بابت کیا کیا جائے تو اللہ پاک نے آیت کریمہ لَا اِکْرَاهًا فِی الدِّینِ (دبقہ ۱۰) نازل فرما کر فیصلہ فرمایا کہ ایسے بچے اگر یہودی ہوں تو ان کے ساتھ اور اگر مسلم ہوں تو ان کے ساتھ ہوں ہر کوئی اپنے اپنے دین پر قائم رہے دین میں کسی کا کسی پر کوئی جبر نہیں۔

اور بحوالہ سعید بن منصور عبد بن حمید ابن جریر ابن منذر سیوطی امام سعید بن جبیر سے اور بحوالہ عبد بن حمید ابن جریر ابن منذر امام شعبیؓ سے بھی اسی طرح پر مروی ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ مجاہدؒ اور حسن بصریؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

## نذر اور ولادتِ مریم علیہا السلام

ایم جمل میں موصوفہ کی والدہ ماجدہ کا خیال تھا کہ بچہ پیدا ہوگا اسی خیال سے اس نے اس حالت میں نذر دانی تھی کہ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُعْتَرِضًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (ال عمران) مگر خلافِ توقع بچی پیدا ہوئی تو اسے اطمینان دلایا گیا کہ تمہاری نذر قبول ہے فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ اور لڑکوں سے بھی بڑھ کر عزت پائے گی اور بہت بڑی عالمہ حبیدہ اور فاضلہ سیدہ ہوگی اور بہت بڑی مشہور و معروف ہوگی۔

آیت کریمہ اٰخِذْنَهَا نَبَاتًا حَسَنًا کی بنا پر ہمارے مفسرین کا خیال ہے کہ

وہ ایک دن میں اتنی بڑی تھتی جیسے کوئی دوسرا بچہ ایک سال کا ہوتا ہے جامع البیان میں ہے کہ اس نے اپنی مال کا دو دھتک بھی نہیں پیا جنت کے میوے کھا کر پرورش پاتی۔ اس حساب سے وہ زیادہ سے زیادہ چودہ پندرہ دن میں بالغ ہو گئی ہوگی۔ بعض کا خیال ہے کہ اسے جنس بالکل کبھی نہیں آیا جیسے کہ جواب فسیح میں ہے اور بعض کا خیال ہے کہ ادھر حمل ہوا، ادھر تیار ہوا، اور ادھر وضع ہوا ہر سہ کام ایک سماعت میں پورے ہوئے اور بعض کا خیال ہے کہ چھ ماہ حمل رہا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ سات ماہ اور بعض کا خیال ہے کہ آٹھ ماہ اور بعض کا خیال ہے کہ نو ماہ حمل رہا ہے۔ چھ اور آٹھ ماہ والوں نے مزید کہا ہے کہ اگرچہ اتنے عرصہ کا بچہ جیتا نہیں مگر یہاں پر معجزہ کی وجہ سے زندہ رہا ہے، بیضاوی، جدالین، جامع البیان مدارک و دیگر کتب تفاسیر میں اسی طرح پر بیان کیا گیا ہے۔

مگر یاد رکھیے کہ یہ سب کچھ غلط ہے، ایسی عجوبہ نمایاںوں کی اسلام میں کوئی ضرورت نہیں۔

موصوفہ کی والدہ ماجدہ نے بحسب وعدہ اسے ہیکل (معبد، دوسرے) کی نذر (دفع) کر دیا۔ کہ وہ تعلیم پاکہ اسلام کی خدمت کرے۔ مجھے دنیوی کاموں کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہودی شریعت (غلط رسم و رواج) کے مطابق یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی وجہ سے ایسے بچے شادی سے ہمیشہ علیحدہ رہا کرتے تھے۔

یہودی : کہ تھیں باب ۱۷ میں پولس کا خط ہے کہ :

”بے باہمی خداوند کے فکر میں رہتی ہے تاکہ اُن کا جسم اور روح دونوں پاک ہو ل مگر باہمی ہوئی عورت دنیا کے فکر میں رہتی ہے کہ کس طرح اپنے شوہر کو راضی کرے۔ پھر وہی بات شروع ہوئی جس سے لوگ کا گیا تھا۔ دُرُفُیَا بِنَتَا بِنَتَا عُوْہَا مَا کَتَبْنَا هَا عَلَیْہِمْ اِلَّا بَتَعَاوَدُ رَضُوْا نِ اللّٰہِ فَمَا رَعَوْہَا حَقَّ رِعَا یَتَحَا الْاِیَہ (حدید)

جامع البیان میں ہے کہ المحرمات لا یتزوجن ابداً اور درغور میں بحوالہ

ابن مساکر دفرہ جدامش بن عباسؓ سے مروی ہے کہ والمسلم لا یعمل للدنیا ولا میتزوج ویقتضی حمل الاخرۃ۔ یہودی دستور کے مطابق محرر (وقف شدہ) کو شادی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روک تھی۔

مرزا صاحبؒ نے مواہب الرحمنؒ میں اس یہودی رسم و رواج کی پُر زور تائید فرمائی ہے کہ ”ومن المعلوم ان مریم و جدت حاملہ قبل النکاح وما کان لہما ان تتزوج بعہد سبق من امہا بعد الاحجاب۔ اور کہ لا یجد سبیلاً الی حمل مریم من النکاح فان امہا کانت عاہدت اللہ انہما یتروکہما محرراتاً ساونۃ و کانت عہد ہا ہذا آیامہ اللہ“  
مریمؑ کی والدہ ماجدہ نے جو ایام حمل میں نذرانی تھی اس کی رُو سے مریمؑ کو نکاح سے ہمیشہ کے لیے احتراز لازم تھا اس لیے ہم مجبور ہیں کہ اسے تسلیم کریں کہ مریمؑ کو یہ عیسوی حمل بغیر نکاح کے ہوا تھا۔

ادرجہ مسیحی حکام میں یوں کہلے کہ یہ لوگ اپنے گریباں میں منہ ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہے، دیکھو کیس قدر اعتراض ہے کہ مریمؑ کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تاکہ وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوندزہ کرے۔  
اور اس پر کیا ہے کہ ”الفقہ حضرت مریمؑ کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا تھا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنے کے لیے نذر ہو چکی تھی اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی۔“ سید علی حائری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے جو آئندہ آ رہا ہے۔

خفیہ زنا ہوتا رہے تو کوئی حرج نہیں لیکن نکاح کی ہرگز اجازت نہیں کیا خوب ہے؛ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ تعلیم مخلوط ہوتی تھی یا کہ غیر مخلوط بہر حال اس کی والدہ نے یہ بھی دعا کی تھی کہ اِنِّیْ اُعِیْذُکَ ہَا بِکَ وَ ذِمَّتِیْ تَحْتَہَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ  
(اے عمران) خدایا میں اسے اور اس کی اولاد کو بدکاروں سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔  
جب وہ ادھر تعلیم سے فارغ ہوئی تو ادھر جوان بھی ہوئی تو اس کے مرتبی اور کنشیل حضرت ذکیا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہیکل کے ایک صاحب سے اس کا رشتہ بھی کر دیا۔



جس پر یہود نے شور مچایا کہ یہ خلافِ شریعت عہد شکنی ہے ۔

اور مریمؑ سے بھی کہا کہ مَا كَانَ أَبُوكَ امْرَءًا سَوْءٌ وَ مَا كَانَتْ اُمُّكَ بَغِيًّا (موسیٰ) تیرا باپ تو عہد شکن نہیں تھا اور نہ تیری ماں ایسے کاموں کی طلبگار تھی۔ جیسے انھوں نے شریعتِ اسلام چھوڑ کر غلط رسم و رواج کی حمایت کی ہے ویسے ہی انھوں نے مریمؑ کو بھی نفرت سے دیکھنا شروع کر دیا کہ وہ اپنی والدہ سے ایک ایسی دعاء کی حکایت کرتی ہے جس کی رو سے وہ شریعہ ٹھہرتے ہیں کہ خدایا! اسے اور اس کی اولاد کو ایسے شر پسند لوگوں سے محفوظ رکھے جو اسے نکاح سے اور اولاد پیدا کرنے سے روکتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ اولاد کے ذکر پر مریمؑ کی والدہ کے پیشِ نظر ہرگز یہ نہیں تھا کہ بے نکاح اس کے اولاد ہوگی کہ یہ علم غیب کی بات ہے جو اگر ہو بھی تو اسے اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دیں حالات کوئی ناجائز صورت بنا کر شرعی نکاح سے انکار درست نہیں۔

حسن حبیبین ص ۱۱۹ میں بحوالہ صمیم ابن حبان اور کنز العمال ص ۱۱۳ جلد ۱۱ میں بحوالہ ابن جریر الشیخ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؑ کی شادی پر اس آیت کریمہ کو پڑھ کر سنایا اور اس کے ساتھ اسے دم جھاڑ بھی کیا پھر اسی طرح علیؑ کو بھی یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی اور اسی طرح پر دم جھاڑ بھی کیا اور اُحَیِّدُ ھَاکِی جگہ اُحَیِّدُ ۛ پڑھا تاکہ ضمیر مرجع کے مطابق رہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں ذریت سے مراد شادی کے ذریعہ اولاد پیدا کرنا ہے اس کے بغیر کوئی صورت بھی درست نہیں۔

لَمْ يَمْسَسْنِي بَشْرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا

کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے بعد میرے شوہر نے مجھ سے میل ملاپ نہیں کیا اور جس مطلب کے لیے نکاح کیا تھا وہ حاصل نہیں ہوا اور بدکاری کا خیال نہیں کہ یہ شریعت

کے سخت خلاف ہے۔

**سوال :** صورت ۱ تو ٹھیک ہے اور صورت ۲ میں اس نے بشر کی جگہ زوج کیوں نہیں کہہ دیا بشر میں کیا مجید ہے ؟

**جواب :** اچھا تو اس نے ۲ میں لہذا تہ زوج کیوں نہیں کہہ دیا کہ میں نے نکاح نہیں کیا ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر وہ زوج کی تصریح کرتی تو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ شادی کے بعد ناجاتی ہو گئی ہے اور شوہر راضی نہیں اور عدا علیحدہ ہے اور طلاق پر آمادہ ہے جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ : **اِذَا خَلَعَ الْمَوْمِنَاتُ ثَوْبَهُنَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَاةٍ (احزاب)** جب نکاح کے بعد میل ملاپ سے پہلے طلاق کی صورت پیدا ہو جائے تو دریں حالات کوئی عدت نہیں۔

نیز فرمایا کہ **وَ اِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فِتْرَتَهُنَّ (بقہار)** مساس سے پیشتر اگر طلاق کی ضرورت پڑی ہے تو جو مہر مقرر ہوا ہے اس کا نصف ادا کر دو **اَوْ مَلَسْتُمُ النِّسَاءَ (نساء۔ مانند)** میں بالاتفاق شادی شدہ مسلمانوں کا بیان ہے کہ مس حلال ہے اگر شادی ہی نہیں تو مس حرام ہے جس کا یہاں ذکر نہیں۔

**لَعَنَ يَمُوسَىٰ بَنِي إِسْرٰءِیْلَ فِي عَدَمِ مَسِّ كِيٍّ (یا کہ احتشام)** ہے، کوئی بگاڑ نہیں جیسے کہ **مَا هَذَا بَشَرًا اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَسِيًّا (یوسف)**

۱۔ ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح اور مساس ہے پھر جب کبھی بھی ذکر کا ذکر ہوگا تو اس سے پیشتر ہو چکا ہوگا چونکہ مریم کا ذکر کرتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ اسے فارغ کر دے (آری) ۲۔ یہ لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے مباشرت پر دل ہے جس کی شکایت ہے جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے **فَاِنْ يَأْشُرُوْهُنَّ (بقہار)** اور کہ **وَلَا تَبَايَسُوْهُنَّ (بقہار)** اور مساس میں اس کی مزید وضاحت ہے یہ شکایت نکاح کے بعد پیدا ہوتی ہے پہلے نہیں (اشیاء)

میں بیان ہوا ہے کہ یہ فرشتہ کی طرح بے ضرورت ہے، اسے بشری ضرورت نہیں۔  
اس سے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اشتعال دلانا مقصود تھا کہ وہ چونک پڑے  
اور شاید اس طرح پر ہمارا مطلب پورا کر دے مگر وہ پورے طور پر مضابطہ ہے ایسے امور  
کا وہاں پر کوئی اثر نہیں۔

مائیں اپنی اپنی بچھری کی بہترین پرورش کرتے ہوئے انھیں ہدایت کرتی ہیں کہ دیکھو!  
تم بھی اپنی اولاد کی بہترین پرورش کرنا۔

اگر وہ شادی شدہ نہیں تو وہ خاموش ہو کر سنتی اور خیال کرتی ہیں کہ وقت پر ایسا  
ہی ہو گا ان کی طرف سے یہ استحقاق کبھی پیش نہ ہو گا کہ ہمارے ہاں اولاد کیسے ہمیں تو  
میں بشر نہیں ہوا، کہ یہ شادی کے بعد ہوا کرتا ہے پہلے نہیں۔

اور اگر وہ شادی شدہ ہوں اور شادی کے بعد حالات یا س کن پیدا ہو گئے  
ہوں تو پھر یہ استحقاق کبھی پیش ہو گا کہ ہمارے مستقبل پر یا س کا پانی پھر چکا ہے اولاد کیسے؟  
جسے سن کر مناسب تدارک کر لیا جاتا ہے۔

ہدم مساس کی جائز شکایت سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح ہو چکا ہوا ہے۔  
بخاری مسلم و دیگر کتب حدیث میں عائشہ سے دس عورتوں کا جو بیان مروی ہے  
اس میں ایک عورت نے اپنے شوہر کی یہی شکایت بیان کی ہے جیسے کہ بعض شراح  
نے بیان کیا ہے اور بخاری وغیرہ میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی نے بھی عبداللہؓ  
کی یہی شکایت کی تھی جیسے کہ بعض شراح نے بیان کیا ہے اور پھر یہ شکایت رفع بھی  
ہو گئی۔

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ عبدالرحمن بن زبیرؓ زلفیغ الزاء و کسر الباء کی عورت نے  
بھی یہی شکایت کی تھی جو دور نہ ہو سکی تو طلاق کی ضرورت پڑی۔

## لطیفہ فقہیہ

زید مغرب میں ہے اور ہندہ مشرق میں ہے اور دونوں میں ایک سال کا فاصلہ ہے۔

جسے طے کیے بغیر دونوں کی ملاقات ممکن نہیں کسی طرح (خط و کتابت وغیرہ) سے دونوں کی شادی ہو گئی جس کے چھ ماہ بعد عورت کے بچہ پیدا ہوا تو فقہاء کے نزدیک جیسے کہ درمختار باب نسب میں ہے اور اشباہ و نفاثات باب ردہ میں ہے کہ یہ بچہ زید کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگرچہ نکاح ہو چکا ہو اسے محسوس نہیں تو اس کا بچہ کیسے ہوا؟ تراحمول نے اس کا یہ جواب نہیں دیا کہ صرف نکاح کافی ہے مساس کوئی ضروری نہیں بلکہ یہ جواب دیا ہے کہ اس کے جن تابع ہوں گے جو اس کو ایک آن میں بیوی کے پاس لائے ہوں یا بیوی اس کے پاس پہنچا دی ہو، بہر حال مساس ہو کہ بچہ پیدا ہوا ہے قطع نظر اس کے کہ ایسا ممکن ہے یا کہ نہیں اور شرعاً درست ہے یا کہ نہیں، مساس کو فقہاء نے لازم ٹھہرایا ہے کیونکہ اس کے بغیر ولد ممکن نہیں۔

**عمل اور وضع:** کی مدت مفسرین نے ایک گھنٹہ اور بعض نے چھ ماہ یا کہ اٹھ ماہ اور بعض نے سات ماہ یا کہ نو ماہ بتائی ہے۔ ایک کی صورت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس کا عمل کسی نے بھی نہیں دیکھا کہ ابھی بھلی حالت میں باہر گئی ہے اور گھنٹہ کے بعد واپس آگئی ہے اور اس کی خود میں بچہ ہے، اب دیکھ کر اس پر شبہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ لَعْنَةُ جَنَّتِ شَيْئًا فَرِيئًا اور کہ مَا كَانَ أَبْنُوکَ اِمْرًا سَوِيًّا وَمَا کَانَتْ اُمُّکَ بَخِيًّا۔ کیا خوب ہے!

اکثر شام کے وقت مسجدوں کے دروازوں پر بالغہ اور نابالغہ لڑکیاں اپنی اپنی گودوں میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو اٹھائے ہوئے دم جھاڑ کے لیے کھڑی ہوتی ہیں، سب نمازی دم جھاڑ کر تہہ ہوئے نکلتے ہیں کوئی کسی سے یوں نہیں کہتا کہ تیرے آن باپ تو نیک تھے تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی ہے۔

کسی کی اپنی لڑکی ابھی باہر گئی اور پھر فوراً وہ گھنٹہ اُدھ گھنٹہ میں واپس آئی اور اس کی گود میں ایک بچہ ہے تو اسے بھی اس طرح نہیں کہا جاتا، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ کس کا بچہ اٹھا لائی ہے؟ اگر پوچھا بھی جائے تو وہ یہی جواب دے گی کہ فلاں کا ہے۔

**امثال :** مساوات کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کا نکاح اپنے متبنیٰ آزاد کردہ غلام زیدؓ سے کر دیا پھر جب ان کی آپس میں بدسلوکی ہو کر طلاق ہو گئی تو آپ نے اس کی دلجوئی کے پیش نظر اس سے خود نکاح فرما کر اس بد رسم و رواج کو مٹایا کہ متبنیٰ کی مطلقہ سے شادی درست نہیں جلاتکو قانون الہی میں حلال نہ آیا کہ الذین من أصلہم (نسب) کی رو سے درست اور صحیح ہے۔

ان دونوں مواقع پر آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ بڑے گھرانے سے اصلاحی کاموں کی ابتداء بہتر ہوتی ہے تاکہ چھوٹے لوگوں کی راہ میں مشکلات پیش نہ ہوں۔

## وَجِیئًا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ

زانیہ اور ولد الحرام کبھی اپنا چہرہ دنیا کو نہیں دکھا سکتے مگر اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جبہہ فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنا چہرہ دکھاتا رہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان پر ایسا کوئی الزام نہیں آپ نے اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی بیان نہیں فرمایا کہ میں بے پدر پیدا شدہ ہوں اور نہ ہی آپ کی والدہ ماجدہ نے کبھی بیان فرمایا کہ میں نے اسے بے شوہر جنا ہوا ہے۔ اس قسم کا بیان کوئی رفیع یا کم وضع ہرگز نہیں کر سکتا کہ لوگ اسے سن کر کیا رائے قائم کریں گے۔ اولاد ہی ان دونوں بزرگوں (وال بیٹے) پر کبھی کسی نے کوئی شبہ کیا کہ تو نے اسے بے شوہر جنا ہے اور کہ تیرا کوئی باپ نہیں۔

ترغیب ترہیب ۹۵ جلد ۱ میں بحوالہ ترمذی نسائی ابن فضیل ابن حبان اور مستدرک حاکم حارث رحمہم فرمایا ہے کہ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام ایلیس کے ایک بھروسے میں توحید و شرک، نماز روزہ، زکوٰۃ و دیگر امور پر ایک بہت بڑا شاندار وعظ فرمایا جس میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کے ہمراہ تھے مگر کسی نے بھی ان کی ولادت پر کوئی اعتراض نہ کیا حالانکہ مخالف ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔

اس میں جو بیان آیا ہے وہ ضابطہ الہی کے خلاف ہے اور عام رائج تفسیر سے بھی غیر متعلق ہے۔ بایں ہمہ اس پر جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہ تفسیر غلط ہے ٹھیک نہیں۔

اب رہا ۱۰۰ دوا اگرچہ اس میں بہت مدت پائی جاتی ہے تاہم وہ غلامانہ کیا کام صدق نہیں کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتا، مگر مفسرین نے اسے اعجاز پر محمول فرما کر زندہ ٹھہرایا ہے۔

اور ۱۰۱ جس میں کہ ۱۰۰ بھی شامل ہے کافی نمانہ ظاہر کرتا ہے جس میں ایسوں بیگانوں سب کو پیٹ کا حال معلوم ہو جاتا ہے، حلال کی صورت میں خوش اور عوام کی صورت میں نہ صرف نفرت انگیز باتیں بلکہ ہر طرف سے لعن و طعن کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اور یہاں بے نکاح حمل کا علم ہے مگر اعتراض تک نہیں، ہاں! بچہ دیکھتے ہیں تو فوراً اعتراض شروع ہو جاتا ہے گویا ان کا خیال تھا کہ اس کے حمل سے جب بچہ پیدا ہو گا، تب زنا ثابت ہو گا صرف حمل سے زنا ثابت نہیں۔ کیا خوب ہے!

ان دونوں صورتوں کے نتیجے سے صاف ظاہر ہے کہ حمل نکاح سے ہوا ہے اور صحیح ہے کوئی اعتراض نہیں۔ اعتراض صرف اس بات پر ہے کہ بال بچوں میں گھبروز زندگی شروع کر کے عہد نذر توڑا گیا ہے اور خطرہ پڑ گیا ہے کہ اس کے برے اثر سے ہیکل کا کام بدیم بریم ہو جائے گا اور یہ خطرہ جسے انھوں نے محسوس کیا ہے دوسری طرف اصل مقصود کے طور پر تھا کہ اس بد رسم درواج کو اسٹاکر ضرورت مند مجردوں کو شادی کر لئی جائے اور یہ کام کسی بڑے گھرانے سے شروع کیا جائے جس کے لیے مریم صدیقہؑ نے اپنی جان کو پیش کیا جس کا ثمرہ بھی اللہ پاک نے اسے اچھا دیا۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ ذَا اَمَةٍ (مومنون) وَجَعَلْنَا هَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء)۔

درنشر ۳۵۶ جلد ۵ میں بحوالہ ابن مردودیه، عبداللہ بن مغفلؓ سے نبوی ارشاد مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجیل جلیل کی آیات کرمیات پڑھ پڑھ کر بہت بڑا شاندار وعظ فرمایا کہ (پنجوقتہ) فرض نماز ادا کیا کرو کہ اس کا (سب سے پہلے) محاسبہ ہوگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کیا کرو کہ اس پر دین (اسلام) قائم ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی کیا کرو اور اپنے مال باپ سے اچھا سلوک بھی کیا کرو اور رات کو سویا اور آرام بھی کیا کرو اور استغفار بھی کیا (تہجد پڑھا) کرو اور دن کو کسی نہ کسی کاروبار سے معیشت پیدا کیا کرو، اور (مسلم) جنازہ کے ہمراہ جایا امد (و دعا کیا) کرو اور قیامت کے دن اور عیسیٰ مقتدر کا خیال رکھا کرو۔

اور ضروری ہے کہ ان امور کی موصوف نے خود بھی پابندی فرمائی تھی اس میں مال باپ اور جہاد کا بھی ذکر ہے۔

۱۔ کا سلسلہ بیان قرآن کتاب میں چلا ہوا ہی ہے اور ۱ کا ذکر بھی قرآن مجید نے قرآن اور انجیل کے حوالہ سے کیا ہے۔ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَذَابٌ عَلَيْهِمْ حَقٌّ فِي النَّارِ اِنَّ الْاِنجِيلَ وَالْقُرْآنَ (توبہ) جو کہ استثناء باب ۱۲ اور متی باب ۱۲ اور لوقا باب ۱۲ میں دستیاب ہے۔

”جس کی بے پردہی پیدائش ہوتی ہے وہ اس طرح عام پبلک میں وعظ نہیں کر سکتا کہ شاید کوئی مخالف بول پڑے تو اسے کیا جواب دیا جائے گا۔“

استثناء باب ۲۲ میں ایسے خطرناک شکوک پر بکارت کی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے اگر اس جگہ کوئی ایسی بحث ہوتی تو کیا وہ اس کی تحقیق نہ ہوتی مگر اس کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہوا کہ اس کا کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں تھا۔

کنیت ابو عیسیٰ: بھی اس جگہ قابل بحث ہے کہ علماء میں اختلاف ہے کہ یہ درست نہیں کیونکہ اس میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابویت پر شبہ پیدا ہوتا ہے کنز العمال جلد ۳۱۳ میں بحوالہ ابن حسا کہ نیز ابوداؤد جلد ۴۷۷ جلد ۲ مستدرک جلد ۲۲ سنن کبریٰ جلد ۳۱ بیہقی جلد ۹ میں مروی ہے کہ عمر فاروقؓ دفن کرنے اپنے بیٹے کو مارا کہ اس نے

اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور فرمایا کہ ہَلْ لِعِیْسَى مِنْ اَبٍ (مستدرک ص ۲۵) تم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ثابت کرنا چاہتے ہو گے۔ یا کہ تم اس کا باپ ٹھہرانا چاہتے ہو گے۔

جواب ۱: ان سوالوں میں صاف تصریح ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت ابو عیسیٰ رکھی ہوئی ہے جس پر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت کر دی ہے کہ وہ اللہ پاک کے رسول ہیں ان کے لیے درست ہے ہمارے لیے نہیں۔ اس معذرت کی جیسی کچھ بھی حقیقت ہے صاف ظاہر ہے۔

جواب ۲: امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم ص ۳۶۷ جلد ۱ میں قاضی عیاضؒ سے منقول فرمایا ہے کہ فاروقؓ نے اہل کوفہ کو خط لکھا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام مت رکھا کرو اگر کسی نے رکھا ہے تو اسے بدل دے۔ جب کوئی اپنے بیٹے کا کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام پر نام تجویز کرے گا تو ان کی کنیت بونفاں ہوگی اگر عیسیٰ رکھا تو ابو عیسیٰ ٹھہرا اور اگر موسیٰ رکھا تو ابو موسیٰ ٹھہرا اور اگر آدم رکھا تو ابو آدم ٹھہرا اور اگر محمد رکھا تو ابو محمد ٹھہرا جو کہ مناسب نہیں، پھر جب بہت سے صحابہ کرامؓ نے ثبوت پیش کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ناموں پر نام کی اجازت فرمادی ہوئی ہے تو فاروقؓ نے ان سے اتفاق فرما کر اپنی روک کو واپس لیا اور کنیتوں کی عام اجازت ہوئی اور آئمہ دین میں سے بھی ابو عیسیٰ کنیت کے بہت سے بزرگ ہو گزرے ہیں، امام ترمذیؒ کی کنیت بھی ابو عیسیٰ ہے۔ ہاں: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر کسی کی بھی کنیت معلوم نہیں کہ ان کا صحیح مع کوئی باپ نہیں۔

سوال: وَ اَتَيْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَيْتَاتِ وَ اٰیَّدْنَا نَاۤءَ یُدْرِجُ الْقُدُّسُ (بقراءۃ) اور اٰیَّدْنَا ثَلَاثَ یُدْرِجُ الْقُدُّسُ (ماثدا) سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام روح مقدس سے مؤید ہے جس کی صورت یہ ہے کہ وہ بے پردہ پیدا ہوئے تھے۔



جواب ۱: روح القدس کی تائید ضرور ہوئی ہے مگر اس سے بے پدری ثابت نہیں ہوتی مشکوٰۃ ص ۹۹ میں بحوالہ مصحح بخاری اور مصحح مسلم راوی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابتؓ کے لیے دعا کی کہ اَللّٰهُمَّ اَيِّدَا بِرُوحِ الْقُدُسِ - خدایا اسے روح القدس سے امداد فرما۔

اور بحوالہ مصحح مسلم عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اسے یوں فرمایا کہ: اِنَّ سَامُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَنْزِلُ يُوْثِقُكَ مَا نَافَحْتَ عَنْ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ - تو اسلام کی خدمت کیا کہ روح القدس تیری تائید کرتا رہے گا۔ تو کیا حسانؓ بے پدیر پیدا ہوئے ہرگز نہیں۔ اس کا باپ ثابت نامی موجود ہے۔

نو قباب ص ۱۷ میں یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت بھی روح القدس کی تائید وارد ہے، تو کیا وہ بے پدیر پیدا ہوئے تھے۔

جواب ۲: اس سے مراد الہام الہی ہے جس سے انبیاء نے آپ کو نوازا اور نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ ارشاد ہے کہ: قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ الذِّیْهِ (نحل) نَزَّلَ بِالسَّوْحِ الرُّوْحِ الْمُبِیْنِ عَلٰی قَلْبِكَ الذِّیْهِ (شعراء) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِیْلَ فَاِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰی قَلْبِكَ الذِّیْهِ (یقیناً) اور مرفوعاً مروی ہے کہ اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفْثٌ فِی سَامُوْحِ۔ (الحدیث) قرآن مجید کو روح القدس نے اتارا ہے اور روح القدس نے مجھے لیل بتایا ہے۔ بلکہ قرآن مجید نے تو اَوَّیْتَهُ رُوحٌ مِّنْ رَّبِّهِ (مجادلہ) فزا کر تمام ملائکہ کو (علی حسب مدارج) اس کی تائید سے نوازا ہے تو کیا سب کے سب مسلمان بے پدیر پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

بَشَارَةٌ، قَسْرًا، طَهَارَةً، صَفَايَةً

یعنی طور پر اس خبر کا نام ہے خواہ اچھی ہے یا کہ بُری ہے جسے سن کر اس کے رونق چہرہ اور جسم پر اچھے یا کہ بُرے آثار نمودار ہوں۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ (توبہ) يَسْتَبَشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ  
 اللّٰهِ وَفَضْلٍ (آل عمران) وَابَشِّرُوا بِالْعَنَّةِ (حجر سجدہ) فَبَشِّرْهُمْ  
 بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (انشقاق) وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (توبہ)  
 وَإِذَا بَشِّرْ أَحَدَهُمْ بِأَلْسِنَتِي أَظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا (غل) وَإِذَا  
 بَشِّرْ أَحَدَهُمْ بِمَا ضَرَبَ الرَّحْمَنُ مَثَلًا فَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا (زخرف)  
 جیسے ارشادات الہی ملاحظہ ہوں۔ مگر یہاں پر لڑکے کی بشارت ہے جیسے کہ حضرت  
 ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بَشِّرْنَاكَ بِالْحَقِّ (حجر) وَبَشِّرْنَاكَ  
 بِاسْمِئِلاقِ (صافات) فَبَشِّرْنَا هَا بِالسَّخَقِ (هود) فَبَشِّرْنَا هَا بِمِغْلَادٍ  
 حَلِيوٍ (صافات) فَاکِ بشارت دی اور طرفین موجود ہیں کوئی طرف بھی معدوم  
 نہیں۔ ۛ

اس کے خلاف اگر صرف عورت کو اطلاع دی جائے کہ اس کے یہاں شادی کیے  
 بغیر بچہ پیدا ہو گا تو یہ رنج وہ اطلاع ہے جو مخبری نہیں۔

در مشور میں بحوالہ ابن عساکر وغیرہ ایک طویل (خطرناک اور غلط) روایت بطریق  
 تحریر مروی ہے کہ فلما نظروا اليها شق ابوہا بذرعتہ وجعل التراب علی  
 راسہ واخوتہا و آل ذکریا فقالوا یٰمسریر لقد جئت شیئاً کفراً  
 یعنی عظیمایا اخت ہمارا و ن ما کان ابوک امرأ سوء و ما  
 کانت امک بغیا یعنی زانیۃ ہذا الامر مع ہذا الاخ الصالح والاب  
 الصالح ولا امر الصالحۃ: مریمؑ کی گود میں بچہ دیکھ کر اس کے ماں باپ اور  
 بھائیوں نے بلکہ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام کے تمام خاندان نے اپنے اپنے  
 سروں پر خاک ڈالی اور کپڑے بھاڑے اور کہہ دیا کہ کیا اور کہا کہ ہمارے خاندان میں  
 آج تک اس طرح کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

نعوذ باللہ اگر یہ صورت ہے تو کیا اسے بشارت (جس سے چہروں پر رونق اور  
دلوں میں تازگی آئے) قرار دیا جاسکتا ہے اور کہ کیا قرآن مجید کا یہی مطلب ہے ،  
اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ابراہیم اور زکریا علیہما السلام کی طرح یہ بھی بشارت ہے  
جسے میں بتفصیل بیان کر آیا ہوں کہ یاس کے وقت زوجین سے پیدائش ہے (اگرچہ  
یاس کی کیفیت الگ الگ ہے) صرف عورت سے پیدائش نہیں اور نہ ایسا ممکن ہے۔  
اور اسی طرح ذَقَبَی عَيْنًا آنکھوں کی ٹھنڈک بھی وہ بچہ ہی ہوتا ہے جو کہ  
مال باپ دونوں سے (جائز طریقے سے) پیدا ہوا ہو۔ صرف مال سے نہ پیدا ہو سکتا ہے  
اور نہ آنکھوں کی ٹھنڈک کہلا سکتا ہے۔

اگر کسی کی غیر شادی شدہ لڑکی سے بچہ پیدا ہو جائے تو گواس کا بھی کوئی د کوئی  
نا جائز باپ معلوم یا کہ نامعلوم ضرور ہوتا ہے مگر وہ بچہ کسی کے لیے بھی آنکھوں  
کی ٹھنڈک نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں اللہ پاک نے دعا سکھائی ہے کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا اُنْثٰ وَاِجْنَادًا  
ذَرِیَّتِنَا قَسْرًا ۙ اَعْنِیْ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (فرقان) خدایا! ہمیں  
ہمارے ادواج (شوہروں کو ان کی بیویوں سے اور بیویوں کو ان کے شوہروں) سے اولاد  
اولاد (اور احفاد) سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں (اور ان سب کو) تمام  
پاکبازوں کے لیے بہترین جنم دے بنا۔ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ تَقْرَآ عَیْنِیْهِمْ (احزاب)  
ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

فرعون کی عورت نے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بابت یہ خیال ظاہر کیا کہ :  
قَسْرًا ۙ عَیْنِیْ ۚ وَ لَکَ یٰمِیْرٰی اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اگرچہ اس کے مال باپ دونوں کی بابت انھیں کچھ بھی معلوم نہیں پھر بھی ان میں سے  
کسی کو بھی یہ دہم نہیں گزرا کہ یہ بچہ مال باپ کے بغیر لوں ہی اللہ پاک کی قدرت کاملہ  
سے دریا میں پیدا ہو گیا ہے بلکہ اسی مناسبت کے پیش نظر اس کا نام بھی موسیٰ تجزیہ  
ہوا۔ پھر معلوم نہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کیونکر یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس

باپ کوئی نہیں حالانکہ ان کے مال باپ دونوں کا پتہ حسب نسب نامہ معلوم ہے۔

فَسَرَّجَنُكَ إِلَى أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا بِهٖ (فَرَدَّ ذُنَاہُ إِلَى أُمِّہِ  
کَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا) (قصص) اللہ پاک نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوبارہ اس کی  
والدہ کی گود میں لایا تاکہ لمبے دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس کے باپ کا قطعاً  
کوئی ذکر نہیں مگر باپ ضرور ہی ہے اور یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اس کا ثبوت ہے۔

اور دوسری صورت میں رنج و غم ہوتا ہے جس سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ  
والسلام کی ذوات گرامی پاک و صاف ہوتی ہیں بلکہ اوپر تک ان کا تمام سلسلہ محفوظ  
ہوتا ہے۔

در منثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابوالنعمان عبد اللہ بن عباس رضی  
تَقْلِبُكَ فِي السَّاجِدِينَ (شعراء) کی تفسیر یوں مروی ہے کہ ما زال النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدتہ امہ۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پشتوں سے منتقل ہوتے  
ہوئے اپنی مال کے پیٹ میں پہنچے تو اس نے آپ کو تجا۔

اب یہاں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مال کا ذکر ہے تو کیا باپ نہیں ضرور  
ہے چنانچہ علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ خوجت من نکاح ولما اخرج من  
سفاح من لدن امراتی ان ولدنی ابی و اخی (رجمع الفوائد ج ۲ جلد ۱)  
بحوالہ طباطبائی

در منثور میں بحوالہ ابن مردویہ عبد اللہ بن عباس رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ارشاد مروی ہے کہ میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت سے نکل کر نوح علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کی پشت میں پہنچا پھر وہاں سے نکل کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں  
پہنچا پھر وہاں سے نکل کر اپنے مال باپ کے یہاں پیدا ہوا۔ میرا القاب طیب پشتوں  
اور ظاہر رحموں میں ہوتا رہے ہے۔ میرے سلسلہ میں کوئی بھی زانی زانیہ نہیں، سب  
نکاح کے پابند رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی طرح پیدا ہوئے۔ اور دیگر

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اسی طرح پیدا ہوئے، جیسے کہ انعام وغیرہ میں تفصیل ہے۔ اور سنا، سنا طہارت، واصطفاء جیسے عنوانات کے تحت میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔

**فستریا :** قطع و تراش اور توڑ پھوڑ اور اختلاق اور اختراع اور انجور بے مثال کو کہا جاتا ہے جیسے کہ قاموس مصباح مختار اساس اور مفردات فائق نہایت مجمع میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرا یہ بیان کہ میری والدہ ماجدہ نے مجھے نذر میں دے کر یوں بھی کہا تھا کہ خدا یا! میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں، تیرا اپنا اختراع ہے اور اس (یعنی اپنی ماں) کا اپنا فترا د ہے۔ اس مرحومہ نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا۔ اور کہ تو نے یہ بیان دے کر جو نکاح کیا ہے کہ ماں کی دعاء کے مطابق اولاد پیدا کرے تو تو نے سابقہ شریعت کو توڑا پھوڑا ہے اور ایک نئی شریعت تراشی ہے۔

چونکہ ایسا نکاح دراصل زنا ہے تو کیا تیرے ماں باپ نے اسے جائز رکھا تھا نذر تو ایک معاہدہ ہے جس میں ترک نکاح لازم ہے تیرا باپ عہد شکن نہیں تھا اور تیری ماں زنا کار مجوزہ زنا نہیں تھی یہ سب تیرا اپنا فترا د ہے جو تو نے کیا ہے۔

**الیوم :** ایک دن کی خاموشی ایسے موقع پر کافی ہوتی ہے لیکن ذی علموں نے جو خاموشی کی وجہ بتائی ہے وہ کافی نہیں آج وہی کل بھی، نہیں تو پر سول بھی، نہیں تو از سول بھی۔ جب نذر لپڑی ہوئی تو بات شروع ہوئی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ وجہ جو مفسرین نے بیان کی ہے غلط ہے۔

**سوال :** مگانا قصیدہ کی مہمت نئے پرانے مفسرین کا بیان ہے کہ وہ شرم کے مارے دور چلی گئی کہ اگر قوم کو معلوم ہوا تو وہ الزام تراشی لگی۔

**جواب :** جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں بعض کا خیال ہے کہ تنہائی میں حل ہوا اور فوراً بچ تیار ہوا۔ اور فوراً اسی وقت پیدا ہوا جب اس کا عمل امد و منع کسی نے نہیں

دیکھا اور دایہ کی شہادت بھی نہیں تو پھر کون سے الزام کا خطرہ ہے، ایسے موقع پر اول تو تازہ تازہ حمل گرا دیا جاتا ہے خطرہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی شہادت نہیں۔

علاوہ اس کے اس صورت میں کسی لڑکی کی گود میں بچہ دیکھ کر کسی کو بھی خیال پیدا نہیں ہوتا کہ یہ بچہ اسی لڑکی نے جنا ہے۔

جیسے میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ مسجدوں کے دروازوں پر شام کے وقت عموماً چھوٹی بڑی لڑکیاں اپنی اپنی گود میں بچوں کو لیے کھڑی ہوتی ہیں، دم بھاڑ تو سب کو کیا جاتا ہے مگر کسی سے یہ ہرگز نہیں کہا جاتا کہ تیرے ماں باپ فزیک تھے تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی ہے۔

اسی طرح اگر کسی کی اپنی لڑکی اچھی حالت میں گھر سے باہر جا کر فوراً ایک آدھ گھنٹہ میں واپس آئے اور اس کی گود میں بچہ بھی ہو تو اسے ایسی بات کوئی نہیں کہتا بلکہ سب کو یہی خیال ہوتا ہے کہ محلہ میں سے کسی کا بچہ اٹھا لائی ہے۔

مریمؓ تو ادھر گئی اور ادھر واپس آ گئی (جیسے کہ عام خیال) ہے اور گود میں بچہ ہے جس کی بابت اس کا کوئی بیان نہیں کہ میں نے جنا ہے اور کسی نے اس کا حمل بھی (مروجہ) تفسیر کے لحاظ سے، نہیں دیکھا کہ اس سے دریافت کرے کہ وہ حمل کہاں سے لائی ہے۔ اس نے نذر تو کوئی مانی ہوئی نہیں تھی و کہ اس کا کوئی ذکر نہیں، اگر اسے جھوٹ بیان کرنا تھا (خواہ کسی کے اگسٹنے پر، کہ میں نے خاموشی کی نذر مانی ہوئی تھی جسے میں پورا کر رہی ہوں اس لیے میں خاموش ہوں تو اس کی بجائے اس جھوٹ کا بہتر موقع تھا کہ یہ بچہ باہر گرا پڑا تھا، کوئی چھوڑ گئی تھی، میں ازراہ ہمدردی اٹھا لائی ہوں، یا یوں کہہ دیجیے کہ یہ کسی شخص کی گود میں تھا اور وہ یوں کہہ رہا تھا کہ یہ میرا بچہ ہے، اس کی مال فوت ہو گئی ہے اور مجھے بہت مصیبت پڑی ہوئی ہے کوئی عورت اسے لے کر یہ ویش کرے اور اسے

اپنا بچہ بنا لے تو میں اسے لے آئی ہوں، اگر کسی کو ضرورت ہے اسے لے کر پرورش کئے اور اپنا بیٹا بنا لے۔ نہیں تو میں اسے خود پرورش کر لوں گی، تو اس تمام شور و غل کا کوئی بھی موقع نہیں تھا اور بچہ بھی لقیط ہو کر پرورش پا جاتا اور وہ بھی اس تمام بھنجٹ سے بچ جاتی جیسے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لقیط ہو کر پرورش پا گئے تھے۔ **ثُمَّ لَقِطَتْهُ اٰلُ فِرْعَوْنَ رَقِصًا** اور یہ کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لقیط ہو کر پرورش پا گئے تھے۔ **يَلْتَقِطُهَا بَعْضُ السَّيِّئَاتِ (یوسف)**

قرآن مجید کے بیان کے مطابق جب فرعون کی حورت کی گود میں بچہ دیکھا گیا کہ خروج باب ۱۷ آیت ۷۶ کے بیان مطابق اس کی لڑکی کی گود میں بچہ دیکھا گیا تو اسے کسی نے بھی یوں نہیں کہا کہ تو یہ بچہ کہاں سے لائی ہے سب کو مظلوم ہے کہ یہ کسی نامعلوم لاکھ کا بچہ ہے جسے اس طرح پر پایا گیا ہے۔

یہاں پر بھی ایسا کیا جاسکتا تھا خواہ عواہ ایک بلا خریدنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی مگر ایسا نہیں ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سب فرضی باتیں ہیں کسی خطرناک الزام کا خوف نہیں اور ایسا وقوع میں آیا صرف ایک مسئلہ زیر بحث تھا جو کہ اس موقع پر صاف ہو گیا اور پس!

اور اگر بعض کے خیال مطابق زناہ تک عمل رہا ہے تو وہ اس میں اس لیے خاموش رہے کہ بچہ پیدا ہونے پر زنا ثابت ہو گا تو اس وقت شور و غل کریں گے۔ کنواری کے صرف عمل سے زنا ثابت نہیں ہوتا اس لیے اس وقت خاموشی مناسب ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی غلط ہے اس لیے وہی صورت مناسب ہے جسے میں بیان کر رہا ہوں کہ مندرجہ مٹی کیوں نکاح کیا ہے کہ یہ عہد شکنی ہے۔ جو (موجودہ) شرع کے خلاف ہے۔

سوال : وہی صورت بھی نکاح کے وقت اعتراض مناسب تھا مگر انھوں نے تو ولادت پر آسمان سر پہ اٹھایا اور نکاح کے وقت خاموش رہے، کیا خوب ہے!۔ :-

**جواب :** اگر مخالفت کرنے والوں میں اس کا کوئی متولی ہوتا تو ضرور ضرور ہوتا بلکہ نکاح روک دیا جاتا، اصل متولی نے جب نکاح کر دیا تو وہ بے بس تھے پھر نکاح کے بعد جب انھیں معلوم ہوا کہ حالات اچھے نہیں تو انھیں ضرور خوشی ہوئی ہوگی کہ ضرور طلاق ہوگی اور نکاح مبارک ثابت ہوگا۔ تو ایسے وقت میں ہماری چیخ پکار اس وقت کی نسبت زیادہ مؤثر ثابت ہوگی لیکن جب نکاح و جَعَلَ بَنِي مُبَارَكًا آيَةً كُنْتُ كَالْأُورِاقِ عَلَى الْمَرْبِیِّ ہو کر مبارک ثابت ہوا تو انھیں چیخ و پکار کی ضرورت پڑی جو بے کار ثابت ہوئی اور غائب و خاسر ہو کر اپنا سامنہ لے کر وہ گئے اور یہ دونوں ماں بیٹا بحسب ارشاد الہی وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ رَاٰیْنَاهُمْ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَآلَهُ آيَةً وَاَوْفَيْنَاهُمَا اِلٰی مَا بَوَّعَا ذَاتَ قُوَّةٍ وَاَوْفَيْنَاهُمْ مَوَدَّةَ بَيْنِهِمْ وَتَزَوَّجْنَا بَيْنَهُمَا وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْعَالَمِينَ (مومنون) قتل کے خلاف احیائے سنت نکاح اور گھریلو زندگی بسر کرنے کا ایک بہترین نمونہ ٹھہرے۔

**سوال :** بعض ذمی علموں کا خیال ہے کہ جس ذکر یا نے مریمؑ کی کفالت کا ذمہ لیا تھا یہ وہ ذکر یا نہیں جسے زمرہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں شمار کیا گیا ہے یہ کوئی اور ذکر یا ہے جو نبی نہیں کیونکہ وہ قرعہ اندازی میں شامل ہے نبی سے قرعہ اندازی کیسے؟ اس کا فیصلہ تو ناظرین ہوتا ہے۔

**جواب ۱ :** انھوں نے ترویض علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرعہ میں شامل فرمایا ہے۔  
وَإِنْ يُوْنُسُ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ إِذْ أَبْعَثَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ فَسَاءَ مَا  
فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (صحافات) کیا وہ نبی نہیں تھے؟ ضرور تھے۔

**جواب ۲ :** اس کا فیصلہ امور دین میں ناظرین ہوتا ہے اور یہ ایک ذمہ داری کی بات ہے جس کی مثال تاثیر کچھ روں میں اور بربریت اور مغیث سے سفارش میں دستیاب ہے۔

**جواب ۳ :** یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ پاک کے نبی بھی تھے اور انھوں نے اپنے باپ سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ بھی تھے۔ باوجود اس کے جو کچھ انھوں نے اپنے باپ سے کہہ دیا وہ ظاہر ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سخت طبیعت کے مالک تھے اور



ادبِ نبوت سے ناراض تھے۔

**تکلم فی المہد :** کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو جو بچہ اپنی اپنی مال کی گود میں منذور ہے اسے جو ان ہو کر شرعاً نکاح کی اجازت ہے اس کے خلاف رواج کو سب سے پہلے میری والدہ ماجدہ نے عملاً توڑا ہے اور اب میں اسے اپنے بچوں کے ذریعہ توڑ رہا ہوں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ تالین، کرسی، منبر وغیرہ پر بیٹھ یا کھڑے ہو کر تقریر کیا کرے گا۔ مہد کا لفظ قرآن مجید میں دوزخیوں اور جنتیوں دونوں کے لیے آیا ہے۔

**سوال :** اللہ پاک نے سورۃ آل عمران اور مائدہ میں مہد ارکھل دونوں کو جوڑ کر ایک ساتھ بیان فرمایا ہے اور جو کچھ مہد میں کلام ہوا ہے اسے سورۃ مریم میں بیان فرمایا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور کہ میں نبی ہوں اور کہ صاحب کتاب (انجیل) ہوں اور کہ نماز و زکوٰۃ اور ماں کے حسن سلوک پر مامور ہو چکا ہوں اور یہ سب کچھ کہل کے متعلق ہے جو کہ مہد میں ہوا ہے لہذا وہ معجزانہ طور پر اسی وقت فوراً جو ان ہو گئے تھے، جیسے کہ ان کی والدہ ماجدہ کی بابت اَنْبَتْنَا نَبَاتًا حَسَنًا میں بیان ہوا ہے کہ وہ کرامۃً ایک دن میں اتنی بڑھ جاتی تھی جتنا کوئی دوسرا بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے یہ دونوں مال بیٹا اپنی اپنی مال کی گود میں بطور کرامت و معجزہ چند دنوں میں ہی جو ان ہو گئے تھے۔

**جواب :** ایسے فرضی معجزوں کو پیش نظر رکھ کر ہی آج تک قرآن مجید کی اس طرح کی تفسیر ہوتی رہی ہے۔ علمائے کرام کی خدمت میں ہی اسے پیش کیا جائے اگر وہ اسے قبول فرما کر معجزات میں شامل فرمائیں تو ان کے مسک کے مطابق ان کو مبارک ہو میرے نزدیک تو یہ پسندیدہ نہیں۔

**جواب :** مہد میں کہل ہو سکتا ہے تو اس کے عکس کہل میں مہد بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ میری تفسیر سے ظاہر ہے کہ یکلہ الناس کہلاً و یعظہم فی احکام المہد۔

سوال : سورۃ مریم میں ہے کہ جب یہود نے اعتراض کیا تو اس نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ فَاشَارَتْ إِلَيْهِمْ اِس کا یہ خود جواب دے گا تو انہوں نے کہا کہ كَيْفَ نَكْفُرُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم اس سے کیسے بات چیت کریں جو کہ گود میں بچہ تھا۔

جواب : مشار الیہ اس کے ذکر یا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ انہوں نے ہی نکاح کر لیا ہے ان سے ہی بات چیت کریں وہ اچھا جواب دیں گے۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے ہرگز مشار الیہ نہیں اور وہ ان سے کچھ دریافت کیا گیا ہے اور انہوں نے کچھ جواب دیا ہے اگر ایسا ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے کہ كَيْفَ يُكَلِّمُنَا وَهُوَ فِي الْمَهْدِ صَبِيٌّ کہ وہ گود میں بچہ ہے ہمارے اعتراض کا کیسے جواب دے سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُم مِّنْ بُطْحٰنٍ اُمَمًا نَّكُرًا لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا (نحل) پیدائش کے وقت تمام انسانوں کے بچے بے علم اور نادان پیدا ہوتے ہیں اور بمعنی باتوں کے لیے علم کی ضرورت ہے جو بچوں میں نہیں تو پھر ان سے بات کی توقع کیسے اور پھر وہ قانوناً ذمہ دار اور جوابدار بھی نہیں اچھا عام خیال کے مطابق بچہ نے جو بول کر بیان دیا ہے اس میں ماں کی صفائی کا کوئی بیان نہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں جرتیجی راہب کا واقعہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اس کے خلاف ہے کہ عام خیال کے مطابق دوسرے بچے گود میں بولا اور ماں اس کی پھر بھی مجرم ہی ثابت ہوئی اس لیے صفائی کی ضرورت ہے جو یہاں نہیں۔ اور صرف بچہ کا بولنا صفائی کا قائم مقام نہیں اور جو

۱۔ اس حدیث کا ٹیک مطلب تو یہ بیان کر لیا ہوں اور دیگر روایات کا مطلب جن میں ان بچوں کی تہذیب کے انہوں نے مہدی کلام کیا ہے کسی دوسری جگہ بیان ہو سکتا ہے کہ اس میں حوالہ کی ضرورت نہیں اور یہاں اس کی گنجائش بھی نہیں۔ (اثری)

بول بولا گیا ہے وہ زمانہ کہل کا بیان ہے جس میں مہر کی بابت بھی بیان ہے جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔

**کَيْفَ نَكَلَمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ حَبِيبًا** کا مطلب یہ ہے کہ تو نے دوسرے کے نام وقف ہو کر جو شادی کر لی ہے ایک تو یہ شریعت کے خلاف کیا ہے اور دوسرے تو نے قوم میں ایک بہت برا نمونہ قائم کر دیا ہے کیونکہ جو جو بچہ بھی اپنی ماں کی گود میں ہیکل کی نذر ہو چکا ہو اسے وہ بالغ ہو کر تیری طرح شادی کا تقاضا کرے گا اور تجھے بطور نظیر پیش کرے گا تو ہم اسے کیا جواب دیں گے ہمیں تو تیرے اس نکاح نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔

**نظیر و مثال :** بھی اس کی دستیاب ہے حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ : **اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا** سے خاص آدم علیہ السلام ہی مراد نہیں بلکہ اس جنس کے سب لوگ مراد ہیں کیونکہ الفاظ وار وہ اسی مطلب پر دال ہیں درندہ یوں ہوتا کہ **اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا**۔ اس میں موصولہ نے تفصیص اٹھا کر تعمیم پیدا کر دی ہے۔

**نظیر و مثال :** **اَفَنْتَ حَقَّ عَلَيَّ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تَنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ** (ذم) جیسے کہ ملائکہ وغیرہ میں ہے تنقذہ منہ دوسرے موقع پر من موصولہ کی جگہ ضمیر کافی تھی مگر اسے تعمیم کے لیے مکرر کر دیا ہے اور عذاب کے لیے بھی ضمیر کافی تھی مگر اس کی تعین مقصود تھی اس لیے نادر کا لفظ بول دیا ہے۔

**آیۃ للناس :** میں آیت سے مراد نمونہ اور ناس سے مراد وہ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو نذر ہو چکے ہوں تاکہ وہ اس نکاح کو نظیر ٹھہرا کر نکاح کر لیں اور اولاد پیدا کریں اور گھر لیں زندگی بسر کریں کہ وہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام سے مانع نہیں۔

**یا اخت ہارون :** درمثور میں بحوالہ احمد مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، ابن حبان، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن مردودہ، ابن ابی حاتم، بیہقی، بخاری، ابن شعبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بخران دین کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ تمہارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تاربخ سے واقف نہیں۔ کہاں

ارون موسیٰ اور کہاں عیسیٰ صدیوں کا فاصلہ ہے ماریون کی بہن کیسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر حجاب ویا کہ انھوں کا نوا یمون بالانبیاء والصالحین قبلہ۔ سابقہ نامول پر نام کا دستور چلا آیا ہے۔

خود ج باب ۱۵ میں ہے کہ "تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ماتھ میں لیا" اور گنتی باب ۲۶ میں ہے کہ "سوعمرام (عمران) سے ہارون اور میری اور ان کی بہن مریم کو جنی"

اگر عیسائیوں کے خیال میں یہ ہارون جو یا اخت ہماروں میں ہے وہی ہے جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھائی ہے تو مریم بھی وہی ہے اور باب عمران بھی وہی ہے اور اگر یہ عمران اور ہے اور مریم بھی اور ہے تو پھر ہارون بھی اور ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا ہے۔

علاوہ انہی پیدائش باب ۱۴ میں فرعون ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات چیت کر رہا ہے اور خروج باب ۲۳ میں فرعون موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات چیت کر رہا ہے، کیا ابراہیمی فرعون موسیٰ زمانہ تک زندہ تھا یا کہ یہ کوئی دوسرا فرعون ہے۔

اِنْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا

اہل سے مراد مریمؑ کا شوہر ہے کہ وہ اس کے یہاں سے کبیۃ خاطر ہو کر اپنے  
میکے چلی گئی کہ اپنے سسرال کے یہاں پھر کبھی واپس نہ ہوگی جیسے کہ: فَاتَّخَذَتْ  
مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا سے صاف طور پر عیاں ہے اور اس بگڑاؤ کی وجہ بھی ہے کہ  
عدم مس کی شکایت ہے اور خانہ آبادی سے مایوسی ہے اور جن مقاصد کے پیش نظر  
نکاح ہوا تھا ان میں مثل سابقہ ردک ہے قاتوس اور لسان میں ہے کہ اہل کا لفظ  
صہر پر بھی بولا جاتا ہے اور دیگر کتب لغت میں ہے کہ صہر جیسے مرد کے اقارب  
پر بولا جاتا ہے ویسے ہی عورت کے اقارب پر بھی بولا جاتا ہے جیسے کہ اللہ پاک کا  
ارشاد ہے کہ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا (رفوہ)

نسل انسانی میں نسب اور صہر دونوں کا اجلاد ہوا ہے۔

لسان میں ہے کہ التاہل التزوج خواہ مرد ہے یا کہ عورت دونوں کا تاہل تزوج ہوتا ہے۔

اور صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے فرمایا کہ: لیس لك علی اهلك هوان (الحديث) مساواة البوداؤد والنسائی وابن ماجہ وغیرہ۔ تیرے لیے مجھے کوئی مشکل نہیں کہ میں خواہ یوں کر دل یا کہ یوں کر دل۔

تامنی حیاض امام نووی، امام جزیری، حافظ ابن حجر علامہ عینی علامہ میر بی بی دہلا علی تاربی، علامہ شوکانی و دیگر ائمہ کرام نے بھی اس حدیث کا یہی مطلب بیان فرمایا کہ اہل سے مراد اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لسان العرب میں بھی اس حدیث کو ذکر فرما کر یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ لہذا آیت کریمہ میں اہل سے مراد مریم رضی اللہ عنہا کا شوہر ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر اپنے میکے گھر چلی گئی۔

**مکانا شرقیا:** میں مکان بمعنی حالت ہے جیسے کہ اَفْتَحُوا شَرْقًا مَكَانًا۔ (یوسف) مَنْ هُوَ شَرْقًا مَكَانًا (مریچہ) مَكَانًا عَلِيًّا (مریچہ) میں استعمال ہوا ہے اور شرق بمعنی قطع و شقاق ہے جیسے کہ کتب لغت میں شائع ذائع ہے اور کہ حیث طلعت وانت منكوحہ اور مطلب یہ ہے کہ وہ کبیدۂ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے میکے گھر چلی گئی۔

مرقاۃ ناموودی صاحب نے فرمایا ہے کہ شرقی جانب سے مراد بیت المقدس کا مغرب ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اس کے شرقی جانب تھا اس سے ناصرہ مراد نہیں کہ وہ یر دلم سے شمال میں واقع ہے مشرق میں نہیں اور مولانا آزاد صاحب مرحوم نے اس سے ناصرہ

۱۔ شرح تامنی، شرح نووی، فتح الباری مقدمہ فتح الباری عمدة القاری شرح بخاری، شرح بلوغ المرام مرآۃ مشکوٰۃ نیل الاوطار شرح مفتی الاحبار ملاحظہ ہوں۔ (اثری)

مراد لے کر فرمایا ہے کہ وہ یر دثلم کے شمال مشرق میں واقع ہے اور باشندگان یر دثلم کے لیے مشرق کا حکم رکھتا ہے۔

مگر میرے ترجمہ کی دوسے کسی سمت کے بیان کی ضرورت نہیں اور اس سے کچھ فائدہ بھی حاصل نہیں۔

عورتیں خوشی سے اپنے میکے گھر آیا جایا کرتی ہیں مگر یہاں یہ بات نہیں چونکہ یہ رشتہ زکریا علیہ السلام نے ایک بہت بڑے بلند مقصد کے ماتحت کیا تھا اور حالات اس کے خلاف پیدا ہو گئے اس لیے آپ کو بہت بڑا رنج ہوا ہو گا جس کے لیے انھوں نے بارگاہ الہی میں دعا بھی کی ہوگی اور دوا دے بھی کام لیا ہو گا اور ادھر اللہ پاک کا بھی ارادہ ہوا کہ اسے کامیاب بنایا جائے تو اس نے الہام فرمایا کہ مریم رضی اللہ عنہا کو اطلاع کر دو کہ اسے فرزند دیا جائے گا اور وہ ہو گا بھی لڑکا اور جیتا بھی رہے گا اور ایسا ہو گا اور ایسا ہو گا اور بہت بڑا بلند اقبال ہو گا۔ اور اس اطلاع کے لیے موصوف نے اس کے شوہر کو ہی تجویز فرمایا تو وہ اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ تیار ہو کر اپنے گھر چلو۔ چونکہ مریم کو علم نہیں تھا کہ حال بدل چکا ہے اس لیے اس نے کہا کہ اگر تیرا اسی طرح پر احتراز ہے تو میں تجھ سے پناہ (طلاق) چاہتی ہوں کہ دریں حالات خاد آبادی ممکن نہیں اس نے کہا کہ مجھے تیرے مرتبی (زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اللہ پاک کا یہ الہام دے کر بھیجا ہے اس میں وہ تجھے غلط فرما کر فرماتا ہے کہ میں تجھے پاکیزہ لڑکا عنایت کر دوں گا۔ مریم نے کہا کہ پہلے بھی توجہ کچھ بڑا ہے وہ انھوں نے ہی کیا ہے۔ اب یہ الہام تو ہے مگر واقعات اس کے موافق نہیں۔ ابھی میل و ملاپ تو ہوا نہیں اور اُمندہ بھی یہی حال ہے تو لڑکا کیسے اس نے کہا کہ حالات بدل چکے ہیں اور اب صحت اور عافیت ہے جیسے کہ فِتْمَنَّا لَهَا بُشْرًا سَيُوتًا سے ظاہر ہے اور بحسب ارشاد الہی قضاء و قدر میں بھی طے ہو چکا ہے اور رحمت الہی بھی جوش میں ہے اور بدخواہ سب رسوا ہوں گے اور ایک بہترین نظیر قائم ہوگی اور بہت سے تجرد کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے آزاد ہوں گے تب وہ اس کے ہمراہ واپسی پر تیار ہو کر روانہ ہوئی اور اپنے گھر میں خوش بشارت آباد ہوئے تو اللہ پاک کے فضل و کرم

سے مریم کو امید ہوئی۔  
**فتمثل لہا بشر اسوياً** : کی بہت عام طور پر یہی شائع ذرائع ہے کہ وہ  
 فرشتہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے جو کہ خوبصورت جوان مرد کی شکل بن کر آیا تھا،  
 مگر تفسیر کبیر اور تفسیر ابوالسعود میں ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اس  
 کا شوہر (یوسف بخارا) ہے جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔

**استعاذہ** : جب عورت اپنے شوہر سے پناہ طلب کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا  
 ہے کہ مجھے طلاق دے دے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ جو شخص نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے نکاح کیا تو اس میں طاپ سے پہلے ہی آپ سے استعاذہ کیا تو آپ نے  
 اسے طلاق دے دی جس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کا اپنے شوہر سے استعاذہ  
 طلاق کا مطالبہ ہوتا ہے۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار ص ۲۱۳ جلد ۱ میں فرمایا ہے کہ ذمار دینا قول رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمستعین ذمہ منہ لما کرہت مکاتہ وطلبت  
 فراقہ الحقی باہلث فکان ذلک مآقذ وقع موقع الطلاق لا رادۃ

لہ احادیث صحاح میں اس کے نکاح کی تصریح نہیں امام بخاری نے اسے کتاب الطلاق میں  
 بیان فرما کر ظاہر کر دیا ہے کہ پناہ طلاق ہے لہذا نکاح ثابت ہے کہ اس کے بغیر طلاق نہیں  
 طرح پر مریمؑ کا نکاح ثابت ہے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

اہل تشیع نے جو امام موصوف پر اعتراض کیا ہے کہ نکاح کا ذکر نہیں کیا غلط ہے، خود ان کی  
 اپنی کتاب بحار لا نوار ص ۹۴ جلد ۱ میں ہے کہ تزوج اسماء بنت النعمان شرعیہا فلما  
 ادخلت علیہ قالت اعوذ باللہ منک فقال قد اعدتک الحقی باہلث وکان  
 بعض ازواجہ علمتہما ذلک فطلقہما ولہم یدخل بہما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور میل طاپ سے پیشتر ہی اس  
 نے استعاذہ کیا آپ نے اسے طلاق دے دی لہذا نکاح کا انکار نہیں (راوی)

صلی اللہ علیہ وسلم بعد الطلاق جیسے کہ استعاذہ سے طلاق کا مطالبہ سمجھا گیا ہے  
دیے ہی الحاق سے اس کا پورا کرنا سمجھا گیا ہے۔

مگر یہاں جس بنا پر استعاذہ ہے اس کا تذکرہ ہو چکا ہے اس لیے طلاق کی ضرورت  
نہیں پڑی۔

**لَا هَبَ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا** : یہ الہام الہی اور کلام ربانی کا ایک حصہ ہے  
مگر قاصد نے اسے چھوڑ کر صرف اتنا حصہ سنایا ہے۔

لڑکی بھی ہو سکتی تھی، اچھا اگر لڑکا ہے تو وہ پیدا ہو کر جلد ہی فوت بھی ہو سکتا ہے  
اس الہامی پیش گوئی نے واضح کر دیا کہ لامحالہ لڑکا ہو گا اور وہ جیتا بھی رہے گا۔

**ذُرِّيَّت** : ناموس میں ہے کہ دل دال، جل ذریت کا لفظ مرد کی اولاد پر بلا  
جاتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت اس کے ساتھ نہیں ضرور ہے کہ اس کے سوا  
ذریت نہیں۔

حیاء الجنان ص ۳۹ جلد ۱ میں بحوالہ ابن خلدون امام شعبی سے منقول ہے کہ ان سے  
دریافت کیا گیا کہ کیا ابلیس کی بھی عورت ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ پاک نے  
**أَفْتَتَّخِذُ مِنْكُمْ ذُرِّيَّتًا** (کہف) فرما کہ اس کی ذریت کا ذکر فرمایا ہے  
تو ضرور ہے کہ اس کی بیوی ہوگی۔ انہ لا تكون ذریتہ الا من زوجة  
کیونکہ کسی مرد کے یہاں بلا بیوی ذریت کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ نہ کریا علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے اپنی بیوی کو ساتھ ملا کر ہی **رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً**  
(ال عمران) اللہ پاک سے اولاد کی استدعا کی ہے اور اللہ پاک کا خود اپنا ارشاد بھی  
یوں ہی ہے کہ **فَجَعَلْنَا لَمْحَدِ أَسْمًا وَاجِبًا** ذُرِّيَّةً (ساعی) ذریت ازواج  
سے پیدا ہوتی ہے۔ مرد ہے تو عورت کی اور عورت ہے تو مرد کی ضرورت ہے اعدائے جنین  
سے ذریت نہیں۔

مریمؑ کی والدہ ماجدہ نے **وَذُرِّيَّتَهَا** (ال عمران) فرمایا ہے اس لیے مریمؑ  
کے یہاں ذریت شوہر سے پیدا ہوئی ہے بے شوہر ذریت نہیں۔



تفسیری خیال خطرناک: کسی کی جوان لڑکی کو کوئی نوجوان خوبصورت گھنگھرے بالوں والا لڑکا خلوت میں مل کر یوں کہہ دے کہ "میں تجھے لڑکا دینے آیا ہوں تو کیا انرا زہ لگایا جائے گا۔ پہلے اپنے گھر سے شروع کریں پھر مریمؑ کی طرف متوجہ ہوں۔

عیسائی اور مرزائی مقال: موجودہ اناجیل میں ہے اور کشتی نوح اور مواہب الرحمن و نیز دیگر کتب میں ہے کہ مریمؑ کی یوسف سے منگنی ہو چکی تھی اور ابھی میل و ملاپ نہیں ہوا تھا کہ اسے حمل ٹھہر گیا پھر اس خجالت کو مٹانے کے لیے اس سے نکاح کر دیا گیا پھر اس کے یہاں یہ بچہ پیدا ہوا جو کہ اس کی بہت بڑی پریشانی کا موجب ہوا۔

بہت بڑا افسوس ہے کہ اس معصومہ کو اپنوں اور بیگانوں نے کس قدر بدنام کیا ہے۔

**مکانا قصیاً:** ایامِ حمل میں میاں بھری دوڑوں کو اپنی کسی ضرورت کے لیے ایک دور کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ لوقا باب ۱۱ میں ہے کہ ناصرو سے بیت لحم کی طرف مردم شماری کے لیے جانا پڑا کہ حکومتِ وقت کی طرف سے اس کی تخریب ہوئی تھی، ممکن ہے کہ ارادہ کسی اور جگہ کا ہو اور راستہ میں خواہ جاتی دفعہ یا کہ آتی دفعہ یہ صورت بھی پیش آگئی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے جیسے کہ نسائی میں نبوی ارشاد ہے کہ صلیبیت ببیت لحم حیث ولد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت لحم میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تھے۔

۱۷ یہ لفظ بیت دمری پر بھی استعمال ہوا ہے کہ من المسجد الحرام الى المسجد الأقصى (بن اسرئیل) اور محولی فاصلاً پر بھی استعمال ہوا ہے کہ وجاء رجل من أقصى المدينة (قصص) اور جاء من أقصى المدينة رجل (یس) اذا منتم بالعدوة الدنيا و هو بالعدوة القصوى (انفال) لئلا ذو نول مطلب کی گنجائش ہے۔ (راثری)

۱۸ تاریخ الدول میں ہے کہ فريضة على فها سجنين من بيت المقدس بها مولد عيسى عليهما السلام بيت لحم۔ بيت المقدس سے فریض کے فاصلہ پر واقع ہے (راثری)

**مغاض:** وضع حل کے وقت جو مریمؑ کو تکلیف ہوئی وہ اس لیے کہ یہ پہلا حل ہے نیز اس لیے کہ سفر میں ہے کہ آرام کے اسباب دستیاب نہیں نیز اس لیے کہ سرٹے میں جگہ نہیں جیسے کہ لوہا باب۔ میں ہے اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ عورت کو موت نظر آتی ہے اس لیے اس نے افسوس کیا کہ اگر میں اپنے گھر میں ان کاموں سے فارغ ہو کر روانہ ہوتی تو بہتر ہوتا برنامی کا کوئی خیال نہیں جیسے کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔

**فناداھا من تحتھا:** کہ بابت بعض مفسروں کا خیال ہے کہ اسے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر یوں فرمایا اور بعض کا خیال ہے کہ نہیں اسے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر یوں کہا۔

اگر وہ! ہے تو ترکیب بتاتا ہے اور نتیجہ سے آگاہ کرتا ہے کہ اس درخت کی شاخ ہٹانے پر اس سے تازہ کھجور گرے گی۔ کیا وہ ناواقف تھی اور ایسے بیان سے اس کے علم میں کچھ اضافہ ہوا ہے اور وہ پھونک مارتا ہے اور حل ٹھہراتا ہے اور اس مشکل کے وقت یہ کام وہ خود نہیں کر سکتا تھا اور کہ کس حیثیت سے اسے اجازت دے رہا ہے کیا وہ اس کا مالک تھا۔

اور اگر سہ ہے تو وہ بچوں کی طرح چیخ و بکاء کے سوا اور کچھ نہیں بول سکتا بلکہ چیخ و بکاء بھی نہیں کیونکہ بخاری مسلم و دیگر کتب حدیث میں جو مرفوع مروی ہے کہ تمام بچے پیدائش کے وقت روتے ہیں مگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ اپنی پیدائش کے وقت اتنا بھی نہیں کیا جیسے کہ ذی علموں نے اس حدیث کا مطلب سمجھا ہوا ہے دیں حالات یہ عیسوی نذ کیسے ہو سکتی ہے۔

تفسیر سورہ مریمؑ میں سرسید مرحوم و مفسر نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک آواز دینے والا نہ فرشتہ تھا نہ حضرت عیسیٰؑ بلکہ کوئی انسان تھا جس نے حضرت مریمؑ کی حالت اضطراب معلوم کر کے کہا کہ گھبراؤ مت اور فرمایا کہ یہاں سے رانسیتا تک اسی شخص کا کام ہے۔

سید صاحب مرحوم نے اس مطلب پر کوئی حوالہ نہیں دیا مگر یہ اعراب القرآن میں

دستیاب ہے ۔

میرے نزدیک یہ درخت کا مالک ہے جو ایسے موقع پر ہمدردی انسانی کے پیش نظر اجازت دے رہا ہے اور ممکن ہے کہ قیمت بھی ادا کر دی گئی ہوگی اس کا مطلب یہ تھا کہ اپنی حب پسند جہاں سے جتنی چاہو اور جب چاہو تار اور اتار دے سکتے ہو میری طرف سے پوری پوری اجازت ہے ۔

سوال : سابقہ دونوں ترجموں میں فاعل مذکور اور ظاہر ہے مگر تفسیر سے ترجمہ میں اس کا کوئی پتہ نہیں، صاحب غلہ کیسے فاعل ٹھہرا کہ سابق میں اس کا کوئی ذکر نہیں ۔ اور فاعل کا حذف بھی درست نہیں ۔

جواب ۱ : قرآء مشہورہ میں مِنْ جارہ ہے اور دوسری قرآء میں مَنْ موصولہ ہے جو کہ اس کا فاعل ہے اور مراد اس سے وہ شخص ہے جو کہ کھجور کا مالک ہے اور اس کے نیچے بیٹھا ہوا اسے فروخت کر رہا ہے ۔

جواب ۲ : معالم، مارک و دیگر تفسیروں میں دلالت پر اس کا حذف جائز بتایا ہے مثال کے طور پر آیت کہ یہ اِذَا بَلَغَتِ النَّفْسُ التَّرَاقِيْدَ اور آیت کہ یہ اِذَا بَلَغَتِ النَّفْسُ الْخُلُقُوْرَ واقعہ کر پیش کیا ہے اور اتفاق میں بھی اسی طرح پر بیان کیا ہے ۔ اور معالم، مارک اور جامع البیان اور جلالین میں آیت کہ یہ کَحْثُ قَوَارِثِ الشَّمْسِ بِالْحَبَابِ دھ کو پیش کیا ہے مگر مؤخر الذکر میرے نزدیک ٹھیک نہیں کہ اس میں تو الصَّافِيَاتُ الْجِيَادُ فاعل ہے سورج نہیں ۔ اور بَلْ فَعَلَهُ رَبِّكَ (انبیاء) پر بقول کسانی وقف ہے کہ فعلہ من فعلہ اور یہاں اس سے بہتر اور کوئی ترجمہ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ دونوں بزرگ کذب گوئی کی تلقین سے پاک ہیں اور ہم ہم اس کی تعمیل سے پاک ہے نہ اس نے کوئی نذر مانی ہوئی ہے اور نہ یہ اتنی طویل بات اِنِّیْ مَذْنُوْتُ لِّلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَكُنْ اَكْلِهَ الْبُیُوْمِ اَنْفِیَا (رومی) اشارہ سے سمجھائے جاسکتی ہے ۔

اور یہ سب صاحب غلہ کی ہمدردی ہے جو قابلِ قدر ہے مگر قابلِ عمل نہیں اس کا خیال تھا کہ اس (غلط اور خلاف واقع) بہانہ سے ہر کوئی اس کے پاس آکر خواہ مخواہ بات

چیت نہ کرے گا کالیسے نازک موقع پر ڈاکٹری اور طبی طہ پر بھی باتوں سے روک تھام ہوتی ہے جس کے لیے ایک اذہد دل کافی ہوتا ہے جیسے کہ اکیوٹر سے ظاہر ہے اگر وہ عقد ہوتا جو کہ مشہور ہے تو پھر یہ قید فضول ہو جاتی کہ اچھا آج اسے روزہ پورا کرنے دو۔ کل پرسوں از رسول اس سے بات چیت کر لی جائے گی۔ بقول شخصے یار زندہ صحبت باقی مدی صررت یہ غلط عقد بھی بیکار ہو جاتا ہے۔ لہذا وہی مطلب ٹھیک ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

**من محتھا :** کامر جج بھی نغذہ ہے جس کے نیچے اس کا مالک بیٹھے ہوئے کھجوریں بیچ رہا ہے مریم اس کامر جج نہیں تفسیر ابن جریر میں قتادہ سے مروی ہے کہ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا اَي من تحت الغنلة اور چشمہ پر بھی شاید وہی تابعی ہوگا مگر اجازت کی بظاہر ضرورت نہیں صرف اطلاع مقصود ہے کہ یہ بھی یہاں موجود ہے۔  
**سوال :** اگر یہ صاحب نغذہ کا کلام ہے تو کیوں وہ اس کے شوہر سے نہیں کہتا عورت سے وہ کیوں مخاطب ہو رہا ہے ؟

**جواب :** ممکن ہے کہ وہ کسی دایہ کی تلاش یا کسی دوسری ایسی ضرورت کے لیے کہیں گیا ہو اس لیے اسے حالت نازک دیکھ کر ازراہ ہمدردی تسلی دینی پڑی۔  
**اچھا نر :** عیسائیوں کے خیال میں یہ ماہ دسمبر ہے جس میں کوئی کھجور بھی پھل نہیں دیا کرتی۔

ہمارے مفسروں نے یوں بیان کر دیا کہ یہ درخت مریم کے لیے ہر ابھرا ہو گیا تھا کہ کھجور کا موسم نہیں۔ اہل بات یہ ہے کہ یہ آگست کا مہینہ تھا جس میں کھجور پھل لایا کرتی ہے۔ دسمبر نہیں کہ مریم ٹہرائے سے باہر ٹھہری اور چر دے بھی رات کو اپنا رویہ لے لے ہوئے میدان میں ٹھہرے رہے جیسے کہ لوقا باب ۲ میں تصریح ہے تو دسمبر کیسے ہوا عیسائیوں کا خیال غلط ہے۔

درمشر میں بحوالہ عقیلیؒ، البویعلیؒ، ابو نعیمؒ، ابن سنیؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن عسٰیؒ، ابن مردوئیؒ، ابن عساکرؒ علیؒ سے مرفوعاً مروی ہے اور بحوالہ ابن عساکرؒ سلمہ بن قیسؒ سے

مرفوعا مردی ہے کہ شوہر اپنی عورتوں کو ولادت کے وقت کھجور چھنڈا کرے کھلایا کریں کہ مریم کبھی ایسے وقت میں کھجور کھلائی گئی تھی۔

اس نبوی بیان سے اشدّہ معلوم ہوتا ہے کہ مریم کو دیگر عورتوں کی طرح جائز حل ہو کر وضع ہوا اور اس کا شوہر اس کے ساتھ تھا کہ اس نے یہ سب کچھ مہیا کر دیا تھا۔  
لکھا گیا : یعنی سرورِ باری کا اس سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہے گئے ہیں مگر درمختار میں بحوالہ طرانی ابن مردویہ عبد اللہ بن عمرؓ اور برادر بن عازبؓ سے مرفوعا مردی ہے کہ اس سے چشمہ مراد ہے جسے الشپاک نے وہاں پر جاری کیا ہوا تھا۔

اور مؤخر الذکر کی بابت معلق موقوف صحیح بخاری ص ۲۴۴ پارہ ۳ میں بھی موجود ہے۔

سودہ مریم میں جسے سریا سے تعبیر فرمایا ہے اسے سودہ ثمنون میں معین سے یاد فرمایا ہے۔ کھجور کی اہل قونینے متی جہاں اس کا مالک بیٹھا ہوا تھا اورچشمہ بھی نیچے ہی جاری تھا جیسے کہ تختہ تختہ سے ظاہر ہے اور اس کی شاخیں اور پلندی میں متی جہاں (دبرہ) پر مریم آرام فرماتیں اور ذرا اٹھ بڑھا کر نہایت آسانی سے کھجور اتار سکتی تھی جیسے کہ بلوہ سے ظاہر ہے۔

لطیفہ : ربوہ کے مطالب چونکہ مختلف بیان ہوئے ہیں اس لیے بعض نے مفسرین نے یوں بھی بیان کر دیا ہے کہ اس سے مراد کشمیر سری منگر محلہ خاں یاران ہے کہ وہاں پر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر موجود ہے۔

جولائی ۱۹۱۷ء کا ذکر ہے کہ میں دستوں کے ہمراہ کشمیر پہنچا تو محلہ خانیال بھی پہنچا جہاں پر کسی نامعلوم لاوارث کی قبر پر رُاسف کے نام سے بتائی جاتی ہے جو کہ ایک کمرہ میں ہے اس کے پاس ایک پتھر بھی دھرا پڑا ہے جس پر ایک قدم کی تصویر کندہ ہے جو کہ نو انگشت چوڑا اور اٹھارہ انگشت لمبا ہے بتایا جاتا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم شریف ہے اس قدم اور قبر کی حقیقت جیسی کچھ بھی ہے ظاہر ہے ہمارے ساتھ ایک انگریز اور کچھ مسلمان بھی داخل ہوئے تھے جو کہ سب ہنسنے ہنسنے لگے تھے کہ یہ خوب تماشا بنایا گیا۔

بعض مقامی لوگوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ مرزا ٹیول نے اس کی اس طرح کی تشہیر پر کافی رقم خرچ کی ہے بہر حال مشاہدہ پر سب پول کھل جاتا ہے۔

اس کمرہ کے اندرون چاروں طرف دیواروں پر جگہ جگہ لکھا ہوا ہے اور اس نوشت سے دیواریں سیاہ ہو رہی ہیں، اگر کوئی مرزائی ہے تو اس نے لکھا ہے کہ یہ عینی مدیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر ہے اور اگر کوئی مسلمان ہے تو اس نے یوں لکھا ہے کہ یہ سب غلط ہے اور صریح جھوٹ ہے۔

وہاں پر مریمؑ کی قبر کا کوئی پتہ نہیں بتایا گیا شاید وہ اسے چھوڑ کر واپس چلی گئی ہوگی اور نہ چشمہ کا پتہ چلا۔ ہاں دریافت کرنے پر ایک گندہ نالہ دیکھا گیا جو کہ غیر ذات قرآن کا مصداق تھا۔ اور اب تو اگر ربوہ (جھنگ) میں دو فائدہ قریب بنا کر مال بیٹا کے نام سے نائزین کے لیے مشہور کر دی جائیں تو بہتر اور مفید ہوگا۔

**فانت بہ قوماً تحمله :** کا ترجمہ رسید مرحوم مغفور نے سورہ مریم کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے کہ ”پھر مریم (رضی اللہ عنہا) اس طرح کے کوٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائی۔“

اور آل عمران ص ۳۳ کی تفسیر میں یوں فرمایا کہ :  
”حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کو اٹھالائیں اور انھوں نے کہا کہ میں خدا کا نبی

۱۔ مرزا صاحب نے انارک اوتام ص ۵۵ جلد ۲ میں فرمایا ہے کہ یہ تو بچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل رشحام میں جا کر فوت ہو گیا، اور حنفیہ معرفت ص ۲۵ میں تارخ طبری کے حوالہ سے اس کی قبر ایک جگہ بتائی، جس کی تفصیل احمدی کتب محل مصنف ص ۱۴۲ میں ہے کہ جہاد پہاڑ پر اس کی قبر ہے جس پر یوں لکھا ہے۔  
کہ ہذا قبور رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم اور ص ۲۵۲ میں اس کی والدہ کی قبر کا شعر میں بتائی ہے  
یہ کتب مرزا صاحب و دیگر احمدی علماء کی تصدیق سے شائع ہوئی ہے اور مرزا صاحب نے قصیدہ ہجاریہ ص ۱۹ میں عینی مدیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی والدہ و دوزں کو کثیر میں بتایا ہے اسی لیے میں نے وہاں پر اس کی قبر تلاش کی تھی مگر کوئی پتہ نہیں چلا اس لیے عرض کیا ہے کہ شاید وہ چلی آئی ہوگی۔ (داڑھی)



مشکوٰۃ ص ۳۲ میں بحوالہ ابو داؤد والفضل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجاز میں تشریف فرما تھے کہ ایک عورت حاضر ہوئی جس کے لیے آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آپ کی رضاعی ماں ہے۔

جب آپ نے اس کی اتنی خاطر و درارت فرمائی تو جس نے جنا ہوا ہے۔ اس کی کتنی خاطر مناسب ہے اس لیے عیسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ خیال کہ وہ سوار ہوں اور والدہ ماجدہ پیدل ایسے جارہی ہے ٹھیک ہے؟

فتح الباری ص ۱۳۶ پارہ ۵ میں ہے کہ وقد حمل عثمان احوالہ علی جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر، بھرت حبش میں اپنے شوہر عثمان بن عفان کے ہمراہ تھی تو انھوں نے اسے سواری پر بٹھایا تھا۔

یہ خیال بھی ہے کہ عورت قابلِ رحم ہے اور یہ خیال بھی ہے کہ نبوی دختر قابلِ احترام ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو والدہ ماجدہ بھی ہے تو پھر وہ کیسے سوار ہو کر اسے پیدل ہمراہ لے کر صریحاً بے ادبی ہے جس سے ان کی ذات گرامی پاک ہے۔  
سوال: التفتیح فی ولادت مسیح ص ۱۳۱ میں ہے کہ:

«لقد حمل وادریح الاستول ہے، اطفال معمولہ فی بواطن جیسے پیٹ کے بچے، بادل کے پانی درخت کے پھل کو بھی تشبیہاً بحمل المرأة حمل کہتے ہیں۔ اجمادنا، دعنا، سوار کرنا، لے جانا، اکسانا اور مکلف کرنا وغیرہ معانی کے واسطے بولا جاتا ہے»

پھر اس کی امشد سے کفر پایا ہے کہ:

«حضرت مسیح ص ۱۳۱ میں ہے کہ: عاصی کے سامنے نہیں جانا چاہتے تھے کیونکہ ان سے

بہت مبا حش اور منظرے ہو چکے تھے اس واسطے آپ کی والدہ ان کو باتوں میں لگا کر یا کسی اور تدبیر سے دلوں ان کے پاس لے گئیں اس واسطے فَأَنْتُمْ بِهِمْ قَوْمُهَا حَسْبُہُ کہا گیا ہے کسی سے کوئی کام کروادینے کے واسطے یا کسی ترغیب اور ترغیض دینے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ ما حملت علی هذا الدعوی



الہا حلقہ تجھے اس جھوٹے دعویٰ پر کس نے اکسایا یا آمادہ کیا۔ اردو میں باتوں میں لگانا مستعمل ہوتا ہے یعنی کوئی شخص جب کہیں جانا نہ چاہتا ہو تو وہ سرانٹھیں باتوں میں جھلا کر لے جاتا ہے ناسخ کہتا ہے۔

جو مجھ سے گریزاں تھا کل اس کو میں گھرا پنے  
باتوں میں لگا لایا مقصد یہ ایسے کہتے ہیں  
بعینہ اسی طرح حضرت مریمؑ، حضرت مسیحؑ کو باتوں میں لگا کر یہودیوں کے بزرگوں  
کے پاس لے آئیں۔

جواب : جس مشکل کے پیش نظریہ بیان کیا گیا ہے وہ میری راہ میں حائل نہیں،  
اس لیے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اگر تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے لیے یہود کے  
پاس جانا تھا تو یہ کام نبوت کا اپنا ہے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اسے خوب جانتے ہیں  
اور ٹھیک طور پر کرتے بھی ہیں، اس میں ماں ان کے تابع ہے۔ فصاحت و بکلمات  
ربھا و حکمتہ (مختصر) اساتذہ کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کسی دنیوی کام  
کے لیے جانا تھا تو یہ بھی شانِ نبوت کے خلاف ہے اس پر اکسانا ٹھیک نہیں اور اگر  
مناظرہ میں اصول نے ملائے یہود سے رک اٹھائی ہے جس کی وجہ سے وہ ان کے  
روبرو نہیں ہوتے تو یہ خیال کُتب اللہ لَا ظَلَمَیْنَا اَنَا وَ سَاسِیْنِیْ اور وَ جِیْئَا  
فِی السَّاعِیَاتِ وَ الْاٰخِرَاتِ (آل عمران) کے صریح خلاف ہے۔ اہل بات وہی ہے  
جسے میں نے بیان کر دیا ہے کہ ایک طرف یہودی رواج کے خلاف نکاح ہوا اور دوسری  
طرف ولد کی پیدائش میں دیر ہوئی تو یہودیوں نے اس نکاح کو ناجائز ٹھہرایا، پھر جب  
بحسب پیشگوئی بچہ پیدا ہوا تو یہود کو دکھانا تھا۔ دکھایا کہ اللہ پاک کے فضل و کرم سے  
نکاح مبارک ثابت ہوا ہے جس سے ان کی نوسیا بھی ہوئی اور وہ ملائے کہ یہ کیا ہوا  
جیسے کہ آیات میں تصریح ہے۔

فَاِشَارَتِ اِلَيْهِ : اشارت پاک نے تصریح فرمادی ہے کہ یہودیوں نے مریم  
کے والدین کو یوں کہہ کر ماکانِ اکْبُوْلِکُمْ اَمْرًا سَوُوْهُ وَ مَا کَانَ اَمْرًا بِحَقِّیْنَا

بڑی ٹھہرایا اور ان کو کوئی الزام قائم نہیں کیا اور نہ کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت درمختار میں بحوالہ ابن ابی حاتم عطارد بن یسار سے مروی ہے کہ جب شہر میں اس کا چرچا ہوا تو لوگوں نے آپ سے میل و ملاقات اور استفسار و استفادہ چھوڑ دیا اور سلام و کلام تک بھی بند کر دیا جس کی وجہ اس کے سوا کوئی نہیں کہ انھوں نے اس کا نکاح کر لیا تھا جو کہ ولادت سے مبارک ثابت ہو کر ان کی دوسیا ہی کا موجب ہوا۔

دیہی حالات الیہ کی منیر اس کی طرف راجع ہے کہ اس سے دریافت کیا جائے۔  
**اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ :** عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہودیوں نے الزام لگایا تھا کہ الوہیت کا دعویٰ دیا ہے جو کہ کفر ہے چنانچہ یوحنا باب ۸ میں ہے کہ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لیے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے، لہذا عبدیت کا اقرار فرما کہ آپ نے اس کی تردید فرمادی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الزام کے بعد کلام ہے یحییٰ کا نہیں۔

**وَجَعَلْنِیْ نَبِیًّا :** متی باب ۳۳ مرقس باب ۱۶ میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان درج ہے کہ :

”نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ وادوں اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں کا موصوف پر صرف وہی اعتراض ہے جو کہ ہر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کے مخالف محامضوں کی طرف سے ہوتا چلا آیا ہے بے پردی کوئی زیر بحث نہیں۔

**سوال :** قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ کی بابت جو کہا گیا ہے کہ یہ کلام نہرت ہے جو اپنے وقت پر ہوا ہے گرو میں نہیں تو یہ سیاق کے خلاف ہے۔

**جواب :** کوئی خلاف نہیں بلکہ موافق ہے، جیسے کہ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں اللہ پاک نے بشارت دی ہے اور ابھی اس کی پیدائش کا بیان نہیں فرمایا اور ایل

خطاب فرمایا ہے کہ یَا یَحْیٰی خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ مگر کسی نے بھی آج تک یہ نہیں سمجھا کہ پیدائش سے پہلے خطاب ہو رہا ہے بلکہ یہی بتایا کہ یہ سب واقعات حذف فرما کر اپنے وقت پر خطاب ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا تو صرف طور پر ذکر موجود ہے پھر اس کے بعد حذف ہو کر اپنے وقت پر کلام ہے۔

سوال : یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت اللہ پاک نے یوں فرمایا کہ وَسَلَامٌ عَلَیْہِمَا یَوْمَ وُلِدَا وَ یَوْمَ مِیْمُوْتٍ وَ یَوْمَ مِیْعَتٍ حَیَّاً (مرید) اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا کہ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُ وَ یَوْمَ أَمُوْتُ وَ یَوْمَ أُبْعِثُ حَیَّاً (مرید) یہ فرق کیوں ہے اور کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

جواب : یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ذکر کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ مریم رضی اللہ عنہا کا کنیل اور اللہ پاک کا نبی ہے جس پر یہ الہام اس کے بیٹے کی بابت نازل ہوا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ نبی نہیں تو اس پر اس کا الہام کیسے نازل ہوتا۔

جب بڑے ہو کر نبی ہوئے تو ان پر الہام نازل ہوا جسے انھوں نے بیان فرمایا اور مطلب دونوں کا یہ ہے کہ دونوں کے والدین مسلمان تھے ان کی ولادت پر جو کچھ رسم و رواج ہوا وہ سب اسلامی تھا کوئی خلاف اسلام رسم ادا نہیں ہوئی جیسے کہ غیر مسلم ماں باپ اپنے یہاں بچوں کی پیدائش پر رسوم ادا کیا کرتے ہیں اور وفات کے وقت تو دونوں کے ساتھ جماعت مسلمہ ہے جو کہ ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین و دیگر امور سب شریعت اسلام کے مطابق سر انجام دے گی اور حشر کے دن تو اسی اسلام کے نتائج ظاہر ہوں گے اور اہل اسلام کی سفارش بھی کرے گا۔ انشاء اللہ

سوال : یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت فرمایا کہ کَذٰلِکَ یَمِیْنُ اللّٰہُ فَعَلَ مَا یَشَآءُ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت فرمایا کہ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ خلق چومح فعل کی نسبت زیادہ اہم ہے اس لیے وہ بے پدی پر محمول ہے۔

جواب : ذکر کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب استعاذ پیش کیا تو اسے بول جواب دیا گیا کہ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ کُنْتَ تَذْکُرُ سُبْحَانَ رَبِّکَ اِسْمًا تَرْتَدُّ عَلَیْکَ کہ معجزانہ

طریقہ وہ بے مادر اور بے پدر پیدا ہوئے تھے۔ اور قرآن و حدیث میں بھی ان کے والدین کا کوئی ذکر نہیں باقی ہمارے والدین کو تسلیم کیا گیا ہے۔

علامہ اس کے یَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقِ (ذم) میں خلق در خلق کا ذکر ہے اور پھر سلاسل اور نطفہ اور علقہ اور مضغہ اور عظمہ اور لحمہ کا ذکر خلق در خلق چلا گیا ہے پھر ثُمَّ اَنشَاْنَا خَلْقًا اٰخَرَ (مومن) فنا کر کے ختم فرمایا ہے تو کیا یہ سب بے پدری سلسلہ ہے ہرگز نہیں سب کا اپنا اپنا باپ ہے خلق اس کے خلاف نہیں۔

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا اَنشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْحَامِ وَاِذَا اَخْتَرُاْ جَنَّةَ جَفْ بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ (نجم) اشیاک نے اپنے کامل علم کے ساتھ ابتداء تم کوئی کچھ سے پیدا کیا اس وقت نہ کوئی کسی کا والد تھا اور نہ والدہ تھی سب بے پدر و مادر پیدا ہوئے پھر اس نے اپنے کامل علم کے ساتھ سلسلہ تولد و تناسل قائم فرمایا اور تم کو تمہاری اپنی اپنی اماؤں کے پیڑوں میں پیدا کیا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سب بے پدر پیدا ہو رہے ہیں کہ باپوں کا ذکر نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اپنے باپ ماں سے پیدا ہو رہا ہے۔

سوال : یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت تو فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان و سلوک کریں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اپنی ماں سے حسن سلوک کرتا ہوں کیا اس کا باپ کوئی نہیں تھا یا کہ وہ اس کا عاق تھا۔

جواب : سلا کی بابت ابہام میں پیش گوئی ہے کہ اس کے والد ماجد اس وقت تک جیسے رہیں گے جس وقت وہ احسان و سلوک کے قابل ہوں گے اور سلا کا باپ فوت ہو چکا ہوا ہے اور ماں کافی عرصہ تک ذمہ رہی اور اس کا تبلیغ و اشاعت میں ہمتہ مٹاتی رہی۔ اور اللہ پاک نے کلاہما بھی فرمایا ہے اور احدیٰ بھی فرمایا ہے۔ اس میں دونوں کا ذکر ہے اور سلا میں ایک کا ذکر ہے تو کیا دوسری طرف بالکل نہیں یا کہ وہ فوت شدہ ہے یا کہ جوان ہے۔ اسی طرح یہاں دوسری طرف جانب فوت شدہ ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ ایک سے پیدا شدہ ہے۔

**سوال :** روح سے مراد جو مریم کا شوہر لیا گیا ہے غلط ہے کیونکہ اللہ پاک نے قرآن مجید اور جبرائیلؑ اور عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہر سہ کو ہی روح سے تعبیر فرمایا ہے۔

**جواب :** لغت قرآن اور لغت حدیث اور لغت عرب ہر سہ میں روح کے بہت سے معانی بیان کیے ہیں یہاں پر وہ ۳ سے مشترک ہو کر بیان ہوا ہے، پہلے تو وہ قریشی کی طرح بے ضرورت تھا جیسے کہ ماہذا نبشراً اداً ان هذا اراقاً ملکاً کس یجذر (یوسف) کا مطلب میں بیان کر آیا ہوں پھر جب وہ تندرست ہو کر اسے لیے آیا تو اس وقت اسے نبشراً اسویئاً کا مصداق ہو چکا ہوا تھا۔

**سوال :** آل عمران میں ہے کہ فرشتوں نے اسے یہ خبر دی تو اس نے یوں جواب دیا لہذا یہاں پر بھی روح سے مراد فرشتہ ہے وہ دونوں میں تضاد ہوگا۔

**جواب :** اول تو فرشتوں کی اطلاع بواسطہ زکیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور اس کے ساتھ لایحہب لک متعلق ہے اور دوسرے یوں کہ وہ خواب ہے جس میں اسے تسلی دی گئی ہے پھر قاصد (شوہر) نے پہنچ کر سب کچھ سنا دیا اور ممکن ہے کہ وہ کچھ دلوں تک دہاں پر پھٹا بھی ہوگا۔ پھر اسے ہمراہ لے کر اپنے گھر چلا گیا اور اللہ پاک نے برکت فرمادی۔

**سوال :** جب کسی جنس کا کوئی فرد شکل بدل کر دوسری جنس میں آجائے تو اس وقت اس پر تمثیل کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے کہ یہاں فرشتہ انسان کی شکل میں آیا تھا جسے شوہر بتایا گیا ہے وہ تو پہلے بھی بشر تھا اور جب آیا تب بھی بشر ہی تھا پھر تمثیل کیا ہوا اور کیسے ہوا۔

**جواب :** قرآن و حدیث اور لغت ہر سہ میں تمثیل کے لیے یہ کوئی شرط نہیں بلکہ اس کے خلاف مشکوٰۃ ص ۴۳ میں بحوالہ ابو داؤد، ترمذی، معاذیہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ من سراً ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبعو آ مقعداً من النار جو انسان یہ پسند کرے کہ اس کے سامنے دوسرے انسان متمثل ہو کر کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تیار کرے۔

اس حدیث نبوی میں کھڑا ہونے کی صرف ایک کیف مراد ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی دوسری جنس کے افراد انسان بن کر کھڑے ہوں۔

سوال : قرآن مجید میں ہے کہ وَكُفِّرُوا عَنْهُمْ ذُنُوبَهُمْ عَلَىٰ قَوْلِهِمْ عَلَىٰ قَوْلِهِمْ بِمَهْتَانًا عَظِيمًا (نساء) تاریخ بخاری مستدرک حاکم مسند احمد میں مثنیٰ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ابغضتہم الیہود حتیٰ بہتوا امدہ مریمؑ پر یہود نامسعود نے نہایت بڑا بہتان تراشا ہے۔

جواب : حدیث کے پورے الفاظ میں یہودیوں کے بغض اور عیسائیوں کی حُب کا بالمقابل بیان ہوا ہے۔ واحببتہ النصارى حتى انزلوا بالمنزل الذى ليس له حيب ان کے خلف نے بغض کو طول دے کر یوں کہا کہ حُب نکاح خلافِ شریعت ہے تو وہ کالعدم ہے لہذا حج کی پیدائش غلط ہے اس کے بالمقابل عیسائیوں کو اسے ولدِ مٹھرا پڑا اَوْ اتَّخَذُوا مِنْ اَفْكِهِمْ لِيَقُولُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَاتَّخَذُوا لَكَ ذُبُونًا (صافات) اس لیے نبوی الفاظ میں حُب اور بغض کی حتی انتہائی کے ساتھ انتہا بھی بتادی کہ جب عرصہ بعد ان دونوں میں مبالغہ بڑا تو اس کی انتہا یہاں ہوئی۔

اطلاع : قرآن مترجم شیعہ میں مجمع البیان شیعہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ يا اَعْلٰى اِنَّمَا مِثْلُكَ فِي هٰذَا الْاَمْرِ كَمِثْلِ عِيسٰى بْنِ مَرْيَمَ احْبَبَهُ قَوْمُوْهُ اَفَرَطُوْا فِيْ حُبِّهِ فَمَلَكُوْا وَابْغَضَهُ قَوْمُوْهُ فَرَطُوْا فِيْ بَغْضِهِ فَمَلَكُوْا وَاقْتَصَدَ فِيْهِ قَوْمُ فَنَجَوْا۔ شیعہ دوستوں کے لیے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔

جواب : بیشک بہتان تراشا تھا مگر وہ کیا بہتان تھا کیا وہ یہ تھا کہ شادی کیے بغیر بچہ پیدا کر لیا ہے، آیت اور روایت میں تو اس کی کوئی تصریح نہیں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت عام خیال مطابق تراخوں نے اس وقت صرف اسی قدر کہا تھا کہ یہ ابھی بچہ ہے بات کے قابل نہیں اور مریمؑ کے ماں باپ کی بابت یوں بیان کیا کہ وہ اچھے تھے اب رہی مریمؑ تو اس پر یہ بہتان تھا کہ اس نے شریعت کے خلاف

لے مرہ، علی حاضری شیعہ نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل ۱/۳۹۹ پارہ ۱۵ میں فرمایا ہے کہ: (بقیہ صفحہ ۳۲۰)

نکاح کیا ہے حالانکہ وہ خلاف نہیں بلکہ موافق ہے اور اس سے اچھا ہے اسلام ہے۔  
 وفاتے نذر کے سلسلہ میں جب وہ ہیکل کی نذر ہوئی تو والدہ کی نذر تو ثابت ہو گئی پھر  
 بڑی ہو کر یا کہ نکاح کے بعد اس نے یہ بھی بیان کر دیا کہ میری والدہ نے نذر کے ساتھ  
 میرے لئے اور میری اولاد کے لیے دعا کی تھی اور یہ بغیر شادی ممکن اور درست نہیں  
 اس سے صاف ظاہر ہے کہ شادی نذر کے خلاف نہیں تو اس کے جواب میں انھوں  
 نے یہ کہا ہو گا کہ یہ تیرا ایک بہتان ہے جو تو نے اپنی ماں پر تراشا ہے گویا یہ کذب بیانی  
 کا الزام ہوا زنا کاری کا نہیں مگر یہ بھی غلط ہے کہ قرآن مجید نے فیصلہ دیا ہے اِنَّ  
 هٰذَا الْقُرْآنَ يَنْفَعُ عَلَىٰ بَنِي اِسْرٰءٰلَ اَكْثَرَ الَّذِيْنَ هُوَ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ۔ (مل)  
 سوال : عیسائی لوگ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابن اللہ کہتے ہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے  
 تھے اگر ان کا کوئی باپ ہوتا تو وہ انھیں ابن اللہ کیوں کہتے ؟

جواب : اناجیل میں ان کا باپ یوسف بتایا ہے اور عیسائی لوگ بھی اسے باپ ہی  
 ٹھہرتے ہیں۔ اچھا تو اگر وہ اس لیے ابن اللہ کہتے ہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے تو  
 پھر جیسے انھوں نے اسے ابن اللہ کہا ہے ویسے ہی یہودیوں نے عزیر کو ابن اللہ کہا  
 ہے، وَقَالَتْ الْيَهُودُ عُزَيْرِيْۤ اِنَّ اللّٰهَ وَآلَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُۤ اِبْنُ اللّٰهِ  
 (توبہ) تو کیا یہود کے نزدیک عزیر بے پدر پیدا ہوئے تھے، ہرگز نہیں بلکہ عزیر کے باپ  
 کا کوئی پتہ نہیں بلکہ مال کا بھی کوئی پتہ نہیں تو کیا وہ بے مادر وہ بے پدر تھے ہرگز نہیں،  
 علاوہ ازیں یہودی اور عیسائی دونوں خود بھی اللہ پاک کے بیٹے کہلاتے ہیں وَقَالَتْ  
 الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَآحِبَّاءُ كُلاً (مائدہ) تو کیا یہ سب  
 بے پدر ہی پیدا ہوتے رہتے ہیں ہرگز نہیں۔

سوال : یسعیہ باب ۱۷ میں اس کی ایک پیش گوئی ہے جسے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 پر چسپاں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوا ہے۔

”دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جسے گی اور اس کا نام تمہارا ناول رکھے گی“  
 جواب : یہ کوئی قرآن و حدیث نہیں جس کا جواب میرے ذمہ لازم ہے کہ میں اہل حدیث

ہوں اور نہ یہ کوئی سابقہ ایسا محفوظ صحیفہ ہے جس پر ایمان کی وجہ سے مجھ پر اس کا جواب لازم ہے۔

اللہ پاک نے مریمؑ کو عالم فاضلہ قرار دیا ہے اور کتب الہیہ سے اسے واقف بتایا ہے وَهَذَا قَدْ بَيَّنَّا رَقَبًا وَكُتُبًا (مختصر) اگر یہ پیش گوئی یسوعا میں سچ پر موجد تھی اور کہ اس کا ٹھیک مصداق یہ دونوں ماں بیٹا تھے تو مریمؑ نے اسے پریشانی کے وقت کیوں بیان نہیں کیا تاکہ یہود نہ مسعود خاموش ہو جاتے اور کہ پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے تکلم فی المہد کے موقع پر جیسے کہ عام خیال ہے یا کہ بڑے ہو کر کہ وہ بحسب ارشاد الہی وَیُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ (آل عمران) سابقہ کتب سے واقف تھے کیوں اسے بیان نہیں فرمایا۔

اصل بات یہ ہے کہ صدیوں بعد یہ قصہ گھڑا گیا ہے۔

جواب ۲: عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام عمانوئیل نہیں رکھا گیا اس لیے وہ اس کے مصداق نہیں۔

جواب ۳: جیسے کہ پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۷ میں ہے کہ ”خداوند کے فرشتے نے اسے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔“

اور آیت ۱۵ میں ہے کہ

”اور ابراہام کے لیے بیٹا جنی اور ابراہام نے اپنے بیٹے کا نام جو ابراہامی اسماعیل رکھا۔“ یہ یسوعا کا اپنا بیٹا ہے جو اس کے یہاں پیش گوئی کے مطابق پیدا ہو چکا ہوا ہے۔ جیسے کہ اس کے باب ۱۷ میں ہے کہ

”میں بنی کے پاس گیا سو وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی۔“

پھر اس کا بول بھی بیان کیا ہے کہ

”اے میرے باپ اے میری ماں“ پھر اسے یوں کہہ کر مخاطب بھی کیا ہے کہ



”اے عزرائیل“ یسعیاہ کی پہلی شادی تھی جسے کنواری کہا گیا ہے اور مشکل کے وقت الہامی پیچگی کی بنا پر بچہ پیدا ہوا تھا اور اسے اسی نام سے پکارا بھی گیا تھا۔ بے پردی کا کوئی خیال تک بھی نہیں۔

جواب ۵:۔ تمہانے ایک کا لفظ بڑھا کر اسے مخصوص کر دیا ہے جو ٹھیک نہیں کہ اصل میں نہیں۔ اس سے جنس مراد ہے کہ بدکاری پھیل کر برہ کیا کنواریوں کے میاں بھی اولاد شروع ہو جائے گی جیسے کہ ابن مردودہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ میکثرو ولد البخی اور مسند احمد وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ میکثرفیہ ولد الخبیث زنا سے بہت بچے پیدا ہوں گے۔

جواب ۵:۔ اگر اسے ضرور مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہی چسپاں کرنا ہے تو پھر مطلب یہ ہے کہ جب نذر کردہ نوجوان کو شادی سے روکا جائے گا تو اس وقت اچانک رجم نکاح اور امانت رجم بتل کے لیے سب سے پہلے ایک کنواری نکاح کرے گی اور اسے بچہ بھی پیدا ہوگا اور وہ وقف کردہ بچوں کے لیے ایک بہترین نمونہ اور مثال قائم کرے گی۔

سوال:۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت بے پردی کا خیال کب پیدا ہوا؟  
جواب:۔ الجواب الفصح ۳۱۱ جلد ۱۰ میں ہے کہ والنصارى تنعہ انہا کانت ذات بعل وان زوجها یوسف بن یعقوب۔ اور ۳۱۱ میں ہے کہ ان الضائقۃ الابیونیۃ السی کانت فی القرن الاول کانت تعتقد ان عیسی علیہ السلام انسان فقط تولد من مریعہ ویوسف النجار مثل الناس الاخویین۔ قدیم اسلام پسند عیسائیوں کا یہی خیال تھا کہ مریم کی شادی ہوئی تھی اور اس کے شوہر کا نام یوسف تھا جو کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تھا اور کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ال باپ دونوں سے ہوئی ہے، بے پردی پیدائش نہیں۔

مرزا صاحب نے سرمرحوم آدیہ ۵ میں فرمایا ہے کہ

”ظاہر ہے کہ بچہ صرف عورت ہی کی منی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ عورت اور مرد دونوں کی منی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے اخلاق و رجحانی بھی صرف ماں سے مشابہت نہیں

لے بعض فلاسفہ اور اہل طبائع کا بھی یہی خیال ہے بلکہ وہ اسے منابط الہی بتاتے ہیں نہیں بلکہ تجربہ سے اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں کہ گھوڑا، گدھا اور بکرا اور بھیڑیا اور کتا اور بھیڑیا جیسے مختلف اجناس کے باہم ملاپ سے تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے اس سے خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دل میں زودادہ دونوں کا پورا پورا اثر ہوتا ہے۔

اور کہ جب دو شخص اور ذہنی اجسام باہم متصادم ہوں تو تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ پتھر پر پتھر اور لوسے پر لوہا یا کہ پتھر پر لوہا یا کہ لوسے پر پتھر مارنے سے آواز آؤ آگ پیدا ہوتی ہے اور بادلوں کے تصادم سے گرج اور بجلی پیدا ہوتی ہے اسی طرح پر حیوانی زوحین کے باہم ٹھیک ملاپ سے ولد پیدا ہوتا ہے۔

آریوں کے خیال مطابق مادری پدری تعلق صرف جسم تک ہی محدود ہوتا ہے، یہ تعلق روح پر مؤثر نہیں کہ وہ قدیم ہے حادث نہیں۔

مرزا صاحب نے ان کا رد فرمایا ہے کہ مادری پدری تعلق جیسے کہ جسم کے ساتھ ہوتا ہے ویسے ہی روح کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ وہ حادث ہے قدیم نہیں۔

مرزا صاحب رفیعہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مادری پدری تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے صرف عورت سے نہ تو بچہ کا جسم تیار ہوتا ہے اور اس میں روح پڑتی ہے جس سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خارج نہیں۔

مولوی عبداللہ صاحب پکڑاوی نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ صاحب روح کا جوہر اس کی مادہ کے درمیان اس کے جوہر کے ساتھ مل کر جب قرار پاتا ہے تو اس کی تخلیق شروع ہو جاتی ہے پھر جب تخلیق اپنے جملہ مراحل طے کرتی ہوئی ایک خاص مقام تک پہنچ کر ایک خاص صورت اختیار کر لیتی ہے تو اس میں ایک خاص قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کا دو سرائیم روح (حیات) ہے اور مزید یوں فرمایا ہے کہ جب تک وہ صورت اس کے تخیل کے مطابق رہتی ہے (باقی اُسٹو مغز پر)

رکھتے، بلکہ مال اور باپ دونوں سے مشابہت رکھتے ہیں تو پھر یہ اعتقاد کس قدر نامعقول اور خلاف عقل ہے کہ گویا ایک عورت کی فذا میں ہی وہ روح غلو طہر کر کھائی جاتی ہے اور مرد اس سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور کشتی نوح میں بول فرمایا کہ ”اور مسند اور مضری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم رضی کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چار دل بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ یہ پانچوں ایک ہی مال کے بیٹے ہیں، صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمیشروں کو بھی مقدمہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم کے پیٹ سے ہیں۔“ پھر اس پر بول حاشیہ دیا ہے کہ ”یسوع مسیح کے چار بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھینیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم رضی کی اولاد تھیں۔“

یہ تصویر کا ایک رخ ہے دوسرا رخ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کوئی صاحب معترض نہ ہوں دم مارنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اچھا تو ابتداء میں یہود کا صرف اسی قدر ہی اعتراض تھا کہ یہ دستور تو ڈنکار ہے جو عیسیٰ نہیں پھر موصوف نے بڑے ہو کر جب دعویٰ نبوت کا اعلان فرمایا اور یہودی تحریف اور بد کاریوں کو ظاہر فرمایا تو پھر انھوں نے مزید زہر اگلا۔ پھر اس کے کافی عرصہ بعد ان کے خلف نے یوں بات بنائی کہ جب نکاح عیسیٰ نہیں تو بچہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

(بقیہ کفرضہ ص ۱۰) سدا اس پر قائم نہ رہا ہے اور جب وہ ناقابل ہو جاتی ہے تو وہ کسی میں ہی جسم ہو کر ختم ہو جاتی ہے موصوف عالم برزخ کے قائل نہیں جس کی تصریح ان آیات کو دیکھتے ہیں ہے ومن دناہم بدذم (موتوں) النذر بعد موت علیہا (مومن) صما خلیتہا تھوا غرقا فادخلوا نامنا (روح) ذاتی رہی روح کی بحث تو اس کی بابت اللہ پاک کا ارشاد کافی ہے۔ یستونذ عن الروح (یعنی مواہیل) خواہ انسانی روح مرد ہے یا کہ رحمانی دونوں صورتوں میں اچھل بہتر ہے مزید کیفیات اور تفصیلات کی ضرورت نہیں (اثری)

صدیوں بعد یہ نذرہ یہود نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی والدہ ماجدہ پر گرایا اور خطرناک الزام تراشا جیسے کہ انشاپاک کا ارشاد ہے کہ وَقِيلَ لَهُ عَلَىٰ مَوْجِعَ بَيْتَانَا عَقَبْنَا۔ اس کے بالمقابل عیسائی لوگ ایسے گمراہ ہوئے کہ جواب کا کوئی ٹھیک راستہ نہیں سوچ سکا تو اصول نے موصوف کو خدا تعالیٰ کا بیٹا بنا کر ظاہر کیا جس پر یہودی مخضوب اور عیسائی ضلال ٹھہرے۔

**وَبِرَّ الْوَالِدِ :** عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی حمل میں یا کہ گود میں ہی تھے تو آپ کے والد ماجد فوت ہو گئے تھے آپ نے یتیم میں ہی پرورش پائی۔ والدہ ماجدہ جب تک زندہ رہی پرورش کرتی اور ساتھ دیتی رہی۔ حرفت آپ کی بچریاں چرانا متی جیسے کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے۔

صحیح مسلم ۲۶۸ جلد ۲ میں مرفوعاً مروی ہے کہ ذکر کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام بخاری کا کام کیا کرتے تھے اور آپ کے فرزند ارجمند یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی غالباً یہی کام کرتے ہوں گے۔ (بڑھئی)

یوسفؑ بھی بخاری کا کام کیا کرتے تھے جیسے کہ اناجیل سے ظاہر ہے موصوف اپنے فرزند ارجمند عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یتیم چھوڑ کر فوت ہو گئے تھے، آپ نے جو کچھ ترک چھوڑا تھا اس سے ماں بیٹا و طفل فائدہ اٹھاتے رہے پھر آپ نے بھی بخاری کا کام کیا جیسے کہ اناجیل سے ظاہر ہے اور حلال و طیب کھایا پیا، ماں کو بھی کھلایا پلایا اور احسان و سلوک کیا جیسے کہ ان کا اپنا بیان ہے۔

انشاپاک کا ارشاد ہے کہ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ذَا مُمْتَةٍ جَمِيلَةٍ نَّعْتُهُ كَانَانِيَا كُلَّانِ الطَّعَامِ (مائدہ) عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تو خدا تھے اور نہ اس کے بیٹے اور نہ مشرک تھے وہ تو صرف اس کے بندے اور رسول تھے اور اسی طرح پورے مبعوث ہوئے جیسے کہ ان سے پیشتر رسول مبعوث ہوتے رہے اور آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنی والدہ سے سن کر جو یہ سنا خلت کا ترجمہ انشاپاک نے خود حاکم کر دیا ہے جیسے کہ ارشاد الہی ہے۔ (باقی برصفا لکھا)

بیان دیا تھا کہ اللہ پاک اسے جو ان کرے اور وہ شادی کرے اور ولد پیدا کرے تو وہ اپنے اس بیان میں سراسر سچی تھی۔ دو ذل مال بیٹا اپنا خود پیدا کر وہ حلال طیب کھانا کھایا کہتے تھے جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ: **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ قَاعَمَلُوا صَالِحًا إِنِّي تُعْمَلُونَ عَلَيْهِ** (مومنون)

اویں قرن کی بابت صحیح مسلم ۳۱۱ جلد میں نبوی ارشاد ہے کہ **خَيْرُ التَّابِعِينَ** وہ بہتر تابعی تھے۔ **لَهُ كَالِدٌ لَا يُحِبُّهَا** وہ اپنی والدہ ماجدہ سے بہتر سلوک کر رہا ہے کیا اس کا باپ کوئی نہیں تھا یا کہ وہ اس کا نافرمان تھا۔ ہرگز نہیں باپ تھا اور نام اس کا عامر تھا اور فوت ہو چکا تھا اس لیے آپ نے اس کی ماں کا ذکر فرمایا اور باپ کا نہیں۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ **بِرَّ اُمِّي** میں اپنی ماں سے بہتر سلوک کرتا ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے ہرگز نہیں باپ تھا مگر وہ فوت ہو چکا ہوا تھا۔

**ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ** اللہ پاک نے سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں **عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام** سے ذکر شروع فرما کر **عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام** پر ختم فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں کا واقعہ قریب قریب ایک ہے اور خود رسول اللہ

**لَهُ (بقیہ گذشتہ صفحہ) قَدْ خَلَقَ اللَّهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (احقاف) اِذْ جَاءَتْ هُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (حم مجید ۴)**

۳۰۰ میں میں ایک قبیہ ہے جس کی طرف منسوب ہو کر یہ قرنی کہلاتے ہیں۔ امام جوہری نے جو انھیں قرن منازل کی طرف منسوب فرما کر قرنی بتایا ہے، اذہول ہے جیسے کہ فزوی اور قاموس اور مصباح میں ہے اول الذکر متحرک الادوسط اور مؤخر الذکر ساکن الادوسط ہے۔ (اثری)

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں ایک مقام پر ملاحظہ فرمایا ہے اور جیسے کہ مشکوٰۃ ص ۵۱۶ میں بحوالہ بخاری مسلم مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فلما خلصت فاذا عیسیٰ و عیسیٰ دھما بنا خلالة۔ وہ دونوں باہم خالہ زاد بھائی ہیں اور دونوں کی پیدائش قریب قریب ایک وقت میں ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مناصر تھے اور دونوں مل کر تبلیغ دین و اشاعت اسلام کیا کرتے تھے۔

اب ایک کو خدایا اس کا بیٹا بنا کر دوسرے کو یوں ہی چھوڑ دینا کیا معنی رکھتا ہے مگر یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خدایا اس کا بیٹا نہیں اور یقیناً تھیں تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس کا بیٹا نہیں دونوں صرف اللہ پاک کے شاندار بندے اور سچے رسول ہیں اور میں۔

**طلب و اجاب :** مولوی امام الدین صاحب گجراتی نے اپنے رسالہ المیتع فی ولادت الیسع میں موصوف کی بے پردگی کا انکار فرما کر پدرا ثبات کیا ہے اور دلائل میں سرسید مرحوم کی تفسیر کا انتخاب فرمایا ہے اور وہاں پر مرد صاحب قادیانی کا ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے موصوف کی وفات پر تو (اپنی غرض کی بنا پر) دور دے کر عیسائیت کے خلاف سرسید کا ماتھے بٹایا ہے مگر اس کے دوسرے ڈبل ستون ولادت بے پردگی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ اس کی تصدیق فرمائی جیسے کہ میں گذشتہ صفحات پر اسے نقل کر آیا ہوں۔

مولوی امام الدین صاحب نے اس جگہ یوں بھی تحریر فرمایا ہے کہ

۱۵۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمران کی دوڑ کیاں تھیں ایک بڑی جوام بچی ہے اور ایک چھوٹی جوام عیسیٰ ہے جیسے کہ حافظ صاحب نے فتح الباری نے بیان فرمایا ہے مگر تراجم المفسرین اور سمدخول نیز عیسا ثول اور یہودیوں نے یوں بیان کیا ہے کہ فاقو ذکی دوڑ کیاں تھیں ، ایک حمزہ والدہ مریم اور دوسری یسوع ام یحییٰ دلیں صودت یہ تعبیر مجازی ہے جیسے حافظ صاحب نے بیان فرمایا ہے (اثری)

”اب ضرورت نہانہ کسی دوسرے مجدد الوقت اور مجدد الزمان اسلامی عالم کے انتظار میں ہے جو ولادت مسیح کا مسئلہ بھی صاف صاف دنیا کو منواتے سو نہا ہر تو کوئی ایسا عالم باعمل نظر نہیں آتا لعل اللہ بحدث بعد ذلک اصلاً۔ مروے از غیب بول آید و کارے بچند“

سید القوم : مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹاوی نے اپنے مامانہ اشاعت السنہ ۱۸۸۱ء پر چرچائے اوائل جلد ۱۱ میں سر سید مرحوم کے خلاف ایک مفصل مضمون بنام ولادت مسیح شائع فرمایا تھا جسے میں نے پڑھا ہے۔

سر سید مرحوم کی باتوں پر جو مولانا صاحب موصوف نے تعاقب اور مواخذہ فرمایا ہے اس میں کئی جگہ پر آپ صائب ہیں لیکن اصل بات بے پردی میں آپ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب رائج تفاسیر کا خلاصہ ہے جو کہ عام طور پر شائع ذائع ہے کوئی نئی بات قابل ذکر بیان نہیں فرماتی۔

ہاں موصوف نے ۱۲ جلد ۱۱ پر یہ ضرور اعتراف فرمایا ہے کہ ”یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مسیح بلا پدر پیدا نہیں ہوا۔ یوسف بنجار کے تخم سے پیدا ہوا ہے بلکہ حالات پیدائش مسیح کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ ان کے ظاہر معنی سے مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے“

موصوف کے نزدیک پردی پیدائش اور بے پردی دونوں کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے پردی قرآن مجید کے صرف طرز بیان سے ظاہر ہوتی ہے جیسے کہ دیگر علماء اور مفسروں کا خیال ہے مگر میرے نزدیک یہ طرز بیان پردی پیدائش ظاہر کرتی ہے جیسے کہ میرے بیان سے ظاہر ہے۔

مولوی صاحب نے انجیل کے مختلف بیانیوں میں تطبیق دیتے ہوئے یوں بھی فرمایا ہے کہ یوسف بنجار عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منہ بولا باپ اور وہ اس کے متبنی مومنین کے بیٹے تھے حقیقی نہیں پھر موصوف نے عہد عتیق سے اشلہ سے کہ فرمایا ہے کہ یہ مابہ باب ۱۱ میں خدا کو اسرائیل کہاہ اور فرام کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا ہے اور خردج باب ۱۱

میں اسرائیل کو خدا کا پوٹھا بیٹا ٹھہرایا ہے اور زبور باب سٹ میں داؤد کو خدا کا بیٹا اور اسے اک کا باپ ٹھہرایا ہے اور پیدائش باب سٹ میں بھی خدا کے بیٹوں کا ذکر ہے اور اناجیل سے بھی خدا کے بیٹوں کا ذکر نقل فرمایا ہے کہ یہ سب (ابن اسمیل ابن الوقت کی طرح) مجاز ہے۔ حقیقت نہیں، اچھا تو پھر حقیقی باپ کون ہے۔ بقول قاضی بیضاوی جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقی باپ ہے کہ وہ خوبصورت نوجوان بے ریش انسان کی شکل بن کر خلوت میں مریم کے پاس آیا تھا اور اپنی جوانی سے لے کر مشغل کیا تھا اور خود بھی مشغل ہو کر اس کے فرج میں پھونک ماری تھی جس سے اس کو حمل ٹھہر گیا ان سب کاموں کی وجہ سے حافظ ابن کثیر نے اسے بمنزلہ باپ (شوہر) کے ٹھہرایا ہے لیکن پھر بھی حقیقی باپ (شوہر) نہیں کہ نکاح نہیں، مال اگر نکاح ہو کر یہ سب کام ہوتا تو وہ حقیقی باپ (شوہر) ٹھہرتے دیں حالات بمنزلہ باپ (شوہر) ٹھہرے اصل باپ (شوہر) نہیں کیا خوب ہے!

بالآخر: التماس ہے کہ جو کچھ امتنا پاک نے مجھے اپنے مفضل و کرم سے پڑھایا سکھایا اور بتایا سکھایا ہوا ہے اسے میں نے عرض کر دیا ہے اور یہ کہ جہاں تک میری دانست ہے میں نے کوئی بات نہیں چھوڑی اور جسے بیان کیا ہے دیانت اور امانت کے ساتھ ٹھیک بیان کیا ہے اور قرآن و حدیث اور لغت میں شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کیا ہے۔

اچھا اگر کہیں بھول ذہول سے کچھ ردہ گیا ہے یا کہ غلط بیان ہوا ہے تو ذی علموں کی اطلاع پر بیان ہو سکتا ہے اور اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔ لعن اللہ یحدث بعد ذلک امرا و تعلمین نبلا بعد حین و اخرو دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

اب میں ذیل میں سورہ آل عمران اور سورہ مریم کی آیات کی بات اور ان کی عربی تفسیر پہلے اور ان کا اردو ترجمہ اور مطلب بعد میں درج کرتا ہوں تاکہ ذی علم عربی دال اور ذی علم اردو خوال اپنے اپنے طور پر اسے پڑھ کر پسند کریں واللہ پاک کا شکر یاد کریں۔



اور میرے لیے دعا کریں اور اگر سارا یا کچھ غلط قرار دیں تو مجاہدوں کی طرح نیک ارادہ سے اطلاع دیں تاکہ میں اس کی اصلاح کر دوں۔ وما توفیقی الا باللہ یا اللہ علیہ توکلت والیکہ اُنِیب۔



إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَابْرَاهِيمَ كَاسْمَاعِيلَ وَاسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَشُعَيْبَ وَالْيَاسَ وَالْيُوبَ وَآدَمَ وَذِي الْكُفْلِ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَاصْطَفَىٰ آلَ حِمْرَانَ أَمَّا أَبُو مُوسَىٰ وَهَارُونَ وَآمَاجِدُ مَرْيَمَ مِنْ أَمَمَا كَمَا سَيَاقُ أَوْ كَلَاهَا عَلَى الْعَالَمِينَ اصْطَفَىٰ ذُرِّيَّةً تُخَرِّجُ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي مَا فِي الْحَمْلِ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَظَنَّتْ أَنَّهَا حَمَلَتْ ذَكَرًا وَعَلَّمَ اللَّهُ أَنَّهَا حَمَلَتْ اُنْثَىٰ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا اُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ بِشَانِ مَا وَضَعْتَهُ وَلَئِنِّي لَأَكْرَهُ اُنْثَىٰ لَوْ كُنْتُ اَلَّذِي اُنْثَىٰ هُوَ فِي زَعْمِهَا أَكْبَرُ شَانًا مِنَ اَلْاُنْثَىٰ اَلَّتِي وَلَدْتُهَا اَوْ هُوَ كَلَاهَا تَحْسَبُ اِهْذَا اَلْاُنْثَىٰ لَا تَبْلُغُ مَهْلَكُ الرِّجَالِ عَلَمَا وَلَا قُوَّةَ وَإِنِّي نَسِيتُهَا

لہ علیٰ الجہاد ہذا التفسیر عن ابن عباس ووصلہ ابن ابی حاتم (اشی)

منہ حضرت اللہ کی وفات کے بعد بھی یہ وعدہ پورا کیا جائے گا انشاء اللہ۔ (اثری)

مَرْيَمَ ابْنَةَ عِمَّانَ وَإِني أُعِيدُهَا بِلَدِّكِ وَذُرِّيَّتَهُمَا الَّذِي تُلَدَاهَا بِنِكَاحٍ  
 حَلَالًا لَا سَفَاحٍ مِمَّا مَنَعَ الشَّيْطَانُ الرَّجِيمُ وَذُرِّيَّتُهُ مَتَّحِدَةٌ  
 اخْتِذَاكَ وَمَنِ الَّذِينَ يَطْعُونُونَ فِي نِكَاحِهَا فَتَقَبَّلْنَاهَا رِثَةً بِقَبُولِ حَسَنِ  
 وَأَنْبَتْنَاهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَدَخَلْتَ فِي الْمَدْرَسَةِ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا  
 كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ الْمَدَارِسَ وَالْمَعْمَدَ الَّذِي  
 يَحَارِبُ بِهِ الشَّيْطَانُ وَحَدَّثَ عَنْهُ هَارِيسَ قَا حَلَالًا طَيِّبًا قَالَ يَا مَرْيَمُ  
 أَنَّى لَكَ هَذَا مِنْ آيِنِ هَذَا أَوْ مِنْ أَرْسَلَهُ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ  
 وَمَا بَكْرٌ مِنْ نِعْمَةٍ مِمَّنْ أَلَّ اللَّهُ يَزِيدُكَ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ  
 وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ هَذَا لَكَ  
 دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً  
 إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي  
 فِي الْمِحْرَابِ الْمَسْجِدِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى بَيِّنٌ حَسِيدًا  
 مُصَدِّقًا لِكَلِمَةٍ مِنْ أَلَدِهِ وَسَيِّدًا أَمَامًا وَحَصُونًا مَانِعًا  
 وَمَنْعُوًا مِنَ الْمُنْكَرَاتِ وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ فَازَتْ أُمُورُهُمْ  
 قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي  
 عَاقِرٌ ذَلِكَ ظَنُّكَ اللَّهُ أَدْقِيَاسُ قَاسِهِ طَيِّبٌ وَلَيْسَ بِالْهَامِ مِنَ اللَّهِ وَ  
 لَا كَلَامٌ مِنْهُ قَالَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ كَذَلِكَ أَلَّفَ اللَّهُ فَعَلُ مَا يَشَاءُ  
 قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً عِنْدَكَ أَشْكُرُ بِهَا قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تَكَلَّمَ  
 النَّاسُ شَلَاخَةً أَيَّامًا وَلِيَا لِيهَا خَيْرٌ بَعَثَ الْإِنشَاءَ كَمَا قَالَ فِي آيَةِ لَا  
 تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَقَالَ فِي أُخْرَى لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ إِلَّا رُضَا بَابِ طَرِيقٍ  
 يَفْهَمُ أَوْ بَصُوتٍ خَلْفَ يَسْمَعُ أَوْ بِسَطْرِ قِرَاءَةٍ وَأَذْكَرُ رَبَّكَ كَثِيرًا  
 فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ وَجَعَلْنَاهَا رَأً وَقَرَّ لِيْلًا كَانَتْ مَحْتَكِفٌ وَسِيمٌ بِالْعَتَمِ  
 وَالْإِبْكَاسِ وَالتَّبْلِيغِ بَابِ طَرِيقٍ كَانَ لَيْسَ بِمَنْعُوعٍ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ

يَهْرِيحُ إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَاكَ مِنَ الْمُنْكَرَاتِ وَطَهَّرَكَ مِنَ السَّيِّئَاتِ  
وَأَصْطَفَاكَ اخْتَارَكَ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي  
قَوْمِي وَصَلِّي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ذَلِكَ  
مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ نَوْحُهُ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ  
لَدَيْهِمْ إِذِ يَقُولُ أَفَلَا هُمْ أَكْفَرُ يَكْفُلُ قَوْمَهُ  
مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذِ يَخْتَصِمُونَ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا  
مَرْيَمُ إِنَّكِ فِي مَتَابَعَةٍ مِنْهُنَّ وَنَزَلَتْ عَلَى زَكْرِيَا عَلَيْهِ السَّلَامُ  
بِكَلَامٍ مِنَ اللَّهِ فِيهِ خُطَابٌ لَهَا فَقَالُوا إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ  
بِكَلَامٍ مِنْهُ إِنَّهُ يَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ  
مَرْيَمَ لَقَبُهُ الْمَسِيحُ وَاسْمُهُ عِيسَى وَكُنِيَّتُهُ ابْنُ مَرْيَمَ وَجِئَهَا  
مُقْبِلًا إِلَيْهِ فِي أَمْرٍ دَلِيلًا وَالْآخِرَةُ وَامْعَدُودٌ مِنَ الْمُتَرَتِّبِينَ  
إِلَى اللَّهِ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ وَيُعْظِمُهُمْ فِي الْمَقَادِيرِ يَا مَرْيَمُ وَنَهَى  
لَصَبِيحَانَهُمْ وَيَنْذَرُونَهُمْ فِيهِ لِمَدَامُ سَهْمٍ وَمَعَابِدُهُمْ وَيَحْظُهُمْ  
ذَلِكَ فِي مَنْ يَكُونُ فِيهِ كَهْلًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ  
صَلَحَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفَانَتْ أَمْرُهُمْ قَالَتْ رَبِّ أَفَى يَكُونُ لِي  
وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ نَرْجُو وَلَدًا كَيْفَا أُمِيلُ إِلَى غَيْرِهِ  
قَالَ اللَّهُ وَالْمَلَكُ أَوْ زَكْرِيَا كَذَلِكَ اللَّهُ يُخَلِّقُ مَا يَشَاءُ وَيُؤْتِيهِ  
الْمَوَازِينَ إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ كَافٍ  
هَا يَا عَيْنُ صَادٍ هَذَا ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الَّتِي رَحِمَ  
بِهَا عَبْدَهُ ذَكْرِيًّا إِذْ تَأَذَى رَبُّهُ دَعَاءً خَفِيًّا سِرًّا وَنَدَاءً  
جَهْرًا لَأَنَّهُ مِنَ الْاُمْنَادِ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي  
وَلَهُ يَبْقَى تَبِيهُ مِنَ الْمَعْرِ وَأَشْتَقِلُ الرَّأْسُ وَاللِّحْيَةُ شَيْبًا بِالْخَضَابِ  
الْأَحْمَرِ وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا خَائِبًا مَعْرُومًا لَا

تستجيب لي وإني خفت الموالى على اضاعة الاسلام مني ورايتني  
بعد موتي وكانت امرأتي عاقراً عقيلاً تله فهب لي من لدنك  
ولياً يرثني فيما عندي من الدين والدنيا ويرث ما جمعت منها  
من أباي آل يعقوب واجعله رب رضيعاً مريضاً رب لا  
تذرنى فرداً وانت خير الوارثين فاستجاب الله له دعاءه وناداه  
يا زكريا إنا نبشرك بكلاماً مستخفاً يحيى لحي طاهر سمياً قال رب أنى يكون لى غلاماً وكانت  
امرأتى عاقراً عقيلاً حسب ما ظننت وقد بلغت من الكبر  
عتياً قال كذا لك في ظنك ولكن قال ربك هو على هيتين  
اصلاحك واصلاح من وجك اليسرى وقد خلقتك من قبل  
واياها ولمرتك شيئاً فاصلحه الله اياه وزوجه كما في الانبياء  
فس هذا هذه قال رب اجعل لي آية اشكرك بها قال آيتك  
الا تكلم الناس ثلاث ليال و ايامها سوياً امتنعاً عن الافراط  
والتقريط في ذلك ومتمسكاً بالصراط السوى فخرج على قومه  
حيناً من المخراب في تلك الايام والليالي فأوحى اليهم ان  
سبحوه بكرة وعشيّاً فوهب الله له يحيى كما قال في الانبياء

له السوى منهوب حارة من فاعل في تكلم وفيه رعاية لما مر  
في آل عمران من الاستثناء وقال الامام الراغب والسوى يقال فيما  
يهان عن الافراط والتقريط من حيث القدر والكيفية قال الله تعالى  
ثلاث ليال سوياً وقال تعالى من اصحاب الصراط السوى ورجل سوى  
استوت اخلاقه وخلقه عن الافراط والتقريط ويقال لادبه التتابع  
التواصل بين الايام والليالي (راش)

فلما بلغ مبلغ الرجال اتاه حكماً وعلماً وقال يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ  
 التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ بَقِيَّةٌ وَأَمْرٌ قَوْمَكَ يَا خُذْ وَأَبَا حَسَنًا وَابْتِنَاهُ  
 الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَأَتَيْنَاهُ الْحُكْمَ فَفَهَّمُ الصَّغِيرَ السَّرِيعَ  
 مِنْ قَبْلِ حَالٍ كَوْنَهُ صَبِيًّا وَكَانَ حَنَانًا وَمِنْ لَدُنَّا وَنَرَى كَالَأَقْرَبِ  
 كَانَ تَقِيًّا وَكَانَ عِنْدَ رِبِّهِ مَرْضِيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ  
 جَبَّارًا عَصِيًّا لَهَاوِلًا بغيرهما وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَعَمَلٌ  
 عَلَى وِلَادَتِهِ بِاسْمِ الْإِسْلَامِ مِنَ الْخَلْقِ وَالنَّسِيبَةِ لَكُنْ أَبَوِيَّةً مُؤْمِنِينَ  
 وَيَوْمَ مَيِّتَ يَعْمَلُ السُّلَمُونَ عَلَيْهِ بِمِاسَمَةٍ مِنَ الْفَضْلِ وَالْكَفَنِ  
 وَالْجَنَازَةِ وَالْإِدْفَنِ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا وَيَجْشُرُ حَشَرُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَ  
 يَسْتَوِي ثَوَابُهُ وَكَأَنَّ فِي الْكِتَابِ مَرْثِيًّا إِذْ انْتَبَذَتْ ذَهَبَتْ  
 مِنْ بَيْتِ أَهْلِهَا زَوْجَهَا وَمَعَهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا إِلَى مَكَانٍ شَرْقٍ  
 مِنْ مَهْرَهَا وَهُوَ بَيْتُ أَبَوَيْهَا وَأَقَارِبُهَا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ  
 حِجَابًا وَلَمْ تَرُدْ رَجُوعًا إِلَى زَوْجِهَا لَعْدَمِ الْوِفَاقِ بَيْنَهُمَا وَذَلِكَ هُوَ  
 الْحِجَابُ فَعَلِمَ زَكْرِيَّا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا وَقَعَ بَيْنَهُمَا مِنَ الشَّرِّ  
 فَدَعَا اللَّهَ رَبَّهُ لِنُزُوجِهَا . دَاوُدَ فَاسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا  
 رُوحَنَا الَّذِي رُوحَانَا بَدْعَامَةٌ وَدَوَامَةٌ وَهُوَ نَزُوجُهَا فَتَمَثَّلَ لَهَا  
 بَشَرًا سَوِيًّا صَحِيحًا بَارِئًا مِنَ الْعِلَّةِ فَقَامَ عِنْدَهَا وَظَهَرَ صَلَاحُهُ وَ  
 صَلَاتُهُ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ أَلْبَسَ مِنْكَ طَلَقًا إِنْ  
 كُنْتُ مِنْ تَقِيٍّ مَعْتَرِئًا قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ مُوَلَّدُكِ  
 مِنْ كَرِيمٍ لَا يُلْفِكَ مَا أَوْحَا اللَّهُ إِلَيْكَ وَخَاطَبَكَ فِيهِ فَقَالَ انْكُتِفِ  
 لَا مِثْلَ رَسْمِ التَّبَتُّلِ لِلْمَحْرَمِينَ وَلَا هَبْ لَكَ عَلَامًا زَكِيًّا يَبْلُغُ مَبْلَغَ  
 الرِّجَالِ وَيَكُونُ نَبِيًّا قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي عَلَامٌ وَلَمْ  
 لَهُ لَا مِثْلَ التَّعْلِيلِ يَدُلُّ عَلَى حَذْفِ مَا قَدَرْنَا مِنَ الْكَلَامِ وَلَا يَسْتَقِرُّ الْمِيقَاتُ (الْأَبَرُ الرَّأْيُ)

يَمْسَسُنِي بَشِيرُ رَوْحٍ كَشَلَّتْ وَلَمْ أَلْ بِغِيَا لِمَا لِيَ الْغِيَرَةُ قَالَ  
 مَدَدْتُ كَذَلِكَ مَضَى الْأَمْرُ قَالَ رَبُّكَ اللَّهُ هُوَ عَلَى هَيْئَةٍ أَيْسَرُ  
 لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَلِنَجْعَلَهُ النِّكَاحَ وَنُشْرَتَهُ أَيْدِي أَسْرَةٍ  
 لِلنَّاسِ الَّذِينَ نَذَرَهُمْ أَهْلَهُمْ لِلْمَدْرَسَةِ أَنْ يَتَزَوَّجُوا إِذَا حَاجُوا  
 إِلَى النِّكَاحِ وَيُلِدُّوا أَوْلَادًا كَمَا نَكَحْتَ بَشِيرًا نَاكِحَ بَعِيٍّ وَرَحْمَةً مِمَّا  
 وَكَانَ أَمْرًا مَقْصِيًّا فَحَمَلَتْهُ بِفَضْلِ اللَّهِ وَكَرَمِهِ عَلَى رَفْعِ الْوُفُ  
 الْيَهُودِ فَأَنْتَبَذَتْ بِهِمَا مَكَانًا قَصِيًّا فَخَرَجَتْ بِهِ تَسَافِرًا مَعَ  
 زَوْجِهَا إِلَى مَكَانٍ بَعِيدٍ بَصُرَ دَرَاةٌ بِهِمَا فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ  
 أَخَذَهَا الطَّقُ وَدَنَا أَوْلَادُهَا إِلَى حَذَرِ النَّخْلَةِ ذَاتِ شَرْطِطٍ فِي  
 مَرْسَمِهَا قَالَتْ يَلِيَّتْنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نُسِيًّا  
 مَنْسِيًّا لَوْ وَضَعْتُ قَبْلَ هَذَا السَّفَرَ فِي حَضَرٍ لَكَانَ الْوَضْعُ سَهْلًا وَ  
 نَسِيتُ الْأَنْ مَجِئًا فَنَادَاهَا صَاحِبُ النَّخْلَةِ مِنْ تَحْتِهَا  
 أَلَا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ اللَّهُ رَبُّكَ تَحْتِكَ اسْقِلْ مِنْكَ سَرِيًّا  
 عَيْنًا جَارِيَةً وَأَفِي إِذْنِكَ وَاحِدًا أَنْ هَرَمْتُ إِلَيْكَ بِجَذَرٍ  
 بِفَضْلِ النَّخْلَةِ تَسَاقَطَ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا أَوْ مَرِيًّا أَنْ  
 اسْقَطَ عَلَيْكَ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ فَكَلِمِي مِنَ الْإِنْطَابِ وَأَسْأَلُكَ  
 مِنْ مَاءٍ عَيْنٍ وَقَوِيٍّ عَيْنًا بَوْلَدِكَ فَمَا تَرَيْنَ مِنَ الْبَشَرِ  
 أَحَدًا يَكْمَلُ رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً فَقَوْلِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ  
 صَوْمًا سَكُونًا فَلَنْ أَكَلِمَ الْيَوْمَ النُّسِيًّا لِأَنَّ الْكَلَامَ مَمْنُوعٌ عِنْدَ  
 الْأَطْيَارِ وَخَافَةَ أَضْرَارَ الْمَرِيضِينَ بَلْ يَمْنَعُونَ الْحَضْرَةَ عِنْدَهُ فَأَتَتْ بِهِ  
 قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ فِي حَجَرٍ قَالُوا يَمْرِي لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا

فَإِنِّي لَقَدْ جِئْتُ شَيْئًا مَرًّا - لَقَدْ جِئْتُ شَيْئًا نَكَرًا شَيْئًا أَدَا وَفَقَرْتُ  
 عَلَى ابْنِيكَ فَرِيًّا أَنَّهُمَا أَبَا حَالِكَ زَوْجًا وَوَلَدًا وَفَدَّ سَبْلَكَ فَلَئِنْ نَكَحْتَ  
 وَنَقَضْتَ عَهْدَ ابْنِيكَ مِنَ الْمَنْذُورِ لَنُؤَدِّيَنَّكَ لَكَ مَا نَقَضَ ابْنُكَ عَهْدَاقُ  
 وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ يَغِيًّا مَا وَلَدَتْكَ أُمُّكَ حَرَامًا وَلَا وَلَدَتْ حَرَامًا  
 إِنَّمَا نَقَضْتَ عَهْدَهَا وَفَتَحْتَ بَابًا لَا يَغْلُقُ أَبَدًا فَأَشَارَتْ إِلَيْهَا  
 فَأَشَارَتْ إِلَى زَكَرِيَّا مَوْلَاهَا الَّذِي تَوَلَّاهَا وَانْكحها وَقَالَتْ سَلَوُهَا  
 كَلِمَةً فَإِنَّهُ يَجِيبُكُمْ وَلَيْسَ مِنْ ذَلِكَ إِلَيَّ شَيْءٌ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ  
 وَنَجِيبُ كُلِّ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْلِكِ فِي مَهْدٍ مَتَّهِ صَبِيًّا مَسْبِلًا فَإِنَّهُمْ  
 يَقُولُونَ لَنَا كَيْفَ تَسْعَوْنَ الْمَنْذُورِينَ عَنْ النِّكَاحِ وَفَدَّ نَكَحْتَ  
 هُمِ يَمِيرُ زَوْجًا وَوَلَدَتْ مِنْهُ وَلَدًا فَتَحْنُ أَحَقُّ أَنْ تَنْكَحَ مِنْ زَوْجًا وَوَلَدَتْ  
 أَوْلَادًا مِثْلَهَا فَلَمَّا بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ وَآتَاهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَ  
 النَّبُوَّةَ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ لَسْتُ بِالْإِلَهِ وَلَهُ أَقْدَانِي إِلَهٌ مِنْ دُونِهِ  
 بَلْ قُلْتُ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدًا مِنْهُ مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ  
 عَلَيْهِ الْجَنَّةَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ وَرَسُولُهُ أَتَانِي الْكِتَابُ الْإِنْجِيلُ وَعَلَّمَنِي  
 التَّوْرَةَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا

لَهُ وَأَشَارَتْ إِلَى إِيْمَا الَّذِي أَبَاهُ لَهَا ذَرِيَّةً وَقَالَ إِنِّي أَعِيذُهَا بِكَ وَ

ذَرِيَّتُهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ الیہ کہ تمہارے آپ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے کہ اس نے  
 اپنی والدین مندرجہ کے لیے ذریت پیدا کرنا درست بتایا ہے جو کہ نکاح سے درست ہوتی ہے  
 سفاح سے نہیں۔ (در ثمری)

۲۔ سنن الصالح ۱۹ جلد ۱ میں بحوالہ ابن مردودہ اور ضیاء مروفا مروی ہے کہ ما  
 بعث الله نبيا الا شابا۔ الشپاک نے ہر ایک نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نوجوان مبعوث فرمایا ہے  
 بچہ نہیں اور پھر وہ بھی مدعی ہے کہ جو کہ واللہ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا

أَيُّمَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ بَانَ لَا إِتْمَالَ أَصْلِي  
 دَارَكِي وَأَمْرُ النَّاسِ بِهِمَا دَامَ أَثَرُ ارْكَانِ الْإِسْلَامِ دُمْتُ حَيًّا فِي الدُّنْيَا  
 وَبَرَّ أَبَوَيْدِي فَأَنْهَا حَاجَةَ تَعِينَنِي عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَلَمْ يُجْعَلْنِي  
 جَبَّارًا مُشَقِّيًا وَلَمْ أَقْلُ لَهَا أَفْ وَلَمْ أَنْهَرْهَا بَلْ قَلْتُ لَهَا قَوْلًا كَرِيمًا  
 وَقَوْلًا لِيَبْدَأَ قَوْلًا مَبْسُورًا وَقَوْلًا سَدِيدًا وَقَوْلًا مَعْرُوفًا وَقَوْلًا  
 بَلِيغًا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ عَمَلٌ عَلَى بِنَاءِ اسْمِ الْإِسْلَامِ كَالْحَلْقِ وَالنَّسِيبَةِ  
 يَوْمَ هُوَ وُلِدْتُ لِأَنَّ أَبَوَيْ كَانَا مُسْلِمِينَ وَأَمَّا جَوْ مِنْ اللَّهِ أَنْ يَعْمَلَ  
 عَلَيَّ بِسْمِ اسْمِ الْإِسْلَامِ يَوْمَ أَمُوتُ كَالْتَفَتِيلِ وَالتَّكْفِينِ وَالتَّجْمِيدِ وَ  
 الْجَنَازَةِ وَالتَّدْفِينِ وَيَوْمَ أُبْعِثُ حَيًّا أَحْشَرُ فِي زَمَرَةِ الْمُسْلِمِينَ ذَلِكَ  
 عَيْنِي ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ مَا  
 كَانَ يَدُّهُ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا  
 فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَ

تَعْلَمُونَ شَيْئًا. لفظ کامصلوق ہوتا ہے کیا خوب ہے !

قرآن مجید میں ارشادِ الہی ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ،  
 (ابراہیم) اور کنز العمال جلد ۱۹ میں بحوالہ مسند احمد شاہ دہلوی ہے کہ ہر بیعت اللہ  
 عزوجل بنیاءِ الابلغۃ قومہ۔ اللہ پاک نے ہر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی مادری  
 زبان میں مبعوث فرمایا ہے تاکہ قوم سے حاصل ہوتی ہے بچہ کی کوئی بولی نہیں بات کیجے۔ (اثری)  
 حاشیہ صفحہ ۱۰ :-

۱۔ کنز العمال جلد ۲۵۹ میں بحوالہ ابن عساکر عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ دیقہ بن عیسیٰ  
 ابن مریم وولید المسلمون وغسلوہ وحنطوہ وکفنوہ وصلو علیہ وحضر الدفن ودفنوہ  
 الحدیث بطولہ اور مشکوٰۃ میں بحوالہ کتاب الوفا ورفوع امر وی ہے کہ یدفن معی فی قبری الحدیث  
 عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے بعد اپنے وقت پر فوت ہونگے تو مسلمان نہلا دھلا کفنا کر اس کا  
 جنازہ پڑھیں گے اور پھر اسے قبر میں جو نبوی روحہ میں ہوگی دفن کریں گے اور یہ سب کچھ اسلامی طریقہ اور احکام (اثری)





## عربی تفسیر کا مفہوم

اللہ پاک نے آدمؑ اور نوحؑ اور لوطؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پاک و صاف بنایا اور ابراہیمؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی ذریعہ اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ و یوسفؑ و موسیٰؑ و ہارونؑ و شعیبؑ و الیاسؑ و ایوبؑ و یونسؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ و زکریاؑ و یحییٰؑ و عیسیٰؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پاک و صاف بنایا اور آل عمرانؑ کو بھی پاک و صاف بنایا خواہ یہ عمران موسیٰؑ اور ہارونؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے والد و جد ہوں یا کہ مریمؑ کے نانا صاحب ہوں کہ یہ نام دونوں بزرگوں کا ہے۔

اس میں سو سے سلاطین تک تکرار ہے اور ۲ میں ۲۰ اور اس کی والدہ ماجدہ ہے امد ان سب کا باپ یسویں اور بھائیوں کی خدمت میں سلسلہ پھیلتا ہوا پہلا آیا ہے جب عمرانؑ کا وقت آیا تو اس کی حاملہ بیوی حزن نے اس کی رضا سے ندمانی کہ اللہ پاک مجھے لڑکا عطا کرے تو میں اسے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف کر دوں گی خدا کی کرمی کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس کی امید پر پانی پھر گیا کہ کیا اسلام کی خدمت کرے گی مگر جو اللہ پاک کے نزدیک اس کی بابت فیصلہ ہو چکا ہوا تھا کہ وہ اس خیالی لڑکے سے کہیں بہت بلند ہوگی اس کی والدہ نے اس کا نام مریمؑ تجویز کیا اور اس کے لیے وعدہ کی کہ اللہ پاک اسے زندہ رکھے اور وقت پر کسی اچھے نیک و دیندار سے شادی کرائے کسی بے دین اور بد اطوار سے نہیں اور اس کی لولہ کو بھی اللہ پاک اسی طرح بد اطوار لوگوں سے بچائے اور اچھے لوگوں سے تعلق پیدا کرائے اسی اصل کہ اللہ پاک نے اس خیالی لڑکے کی جگہ اس لڑکی کو ہی قبول فرمایا اور اسے ذکر کیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں دسے کہ سب اچھی طرح پرورش فرمایا کہ حلال و طیب خدا کا اس کے پاس وقت

ملے بخاری مسلم میں عائشہؓ سے دیدہ اور اس کے بیٹے اسامہؓ کی بابت قائف کا بیان مروی ہے کہ ان ہذا الاقدام جمعہما من بعض قہول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا آپس میں ایک دوسرے سے باپ بیٹے کا تعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسے سن کر پسند فرمایا تو وہ ذریعہ جمعہما من بعض سے ماخوذ ہے۔ (راثری)

بوقت آجایا کرتی جیسے کہ پاکبازوں کو اللہ پاک ہمیشہ اسی طرح پر رزق پہنچاتا رہتا ہے  
 ادھر ذکر یا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کبرسنی کی عمر طے فرما رہے تھے اور اب تک اولاد کی  
 شکل نہیں دیکھی تھی تو انھوں نے اللہ پاک سے دعا کی خدایا! مجھے بھی کوئی اچھا فرزند  
 دے کہ ممنون احسان فرما۔ تو اللہ پاک کی کرنی کہ ادھر وہ پکار کر نماز کے لیے تیار ہوا ہی  
 تھا کہ ادھر اسے فرشتوں نے اللہ پاک کی طرف سے جواب دیا کہ وہ تجھے ایک بچہ کی خوشخبری  
 سناتا ہے اور اس کا نام بھی یہی تجویز کرتا ہے اور وہ کلمہ کی تصدیق کرے گا اور  
 سرور ہوگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا اور خود بھی اس کا پابند ہوگا اور کہ  
 وہ نبی ہو کر فائز المرام ہوگا، عرض کی کہ خدایا میں تو اب بوڑھا ہوں چکا ہوں اور میری بیوی  
 بھی (میرے اوڑھاکڑوں کے خیال میں) بانجھ ہے فرشتوں میں سے ایک بولا کہ جہاں  
 تک ظاہر ماری کا قلعی ہے (بات تو ٹھیک ہے لیکن اللہ پاک (جو حقائق سے واقف  
 ہے) وہ اسے ضرور کرے گا عرض کی کہ اچھا مجھے کوئی شکریہ کی صودت بتائی جائے تو یا کہ  
 تین دن رات تک ذکر الہی میں مشغول رہوں اور عام طور پر لوگوں سے بات چیت مت کرو  
 دن روزہ اور رات کو قیام کرو جیسے کہ معتکف کیا کرتا ہے۔ ہاں! ضرورت پر اشارہ  
 کنایہ سے یا کہ لپٹ آواز سے یا کہ نوشت سے بات چیت کی کوئی روک نہیں اور تبلیغ و  
 اشاعت اور فتویٰ نویسی سے بھی کوئی روک نہیں یہ کہ بجائے خود دین ہے اور اسی طرح  
 پر اللہ پاک نے مریم سے خواہ ذکر یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے یا کہ خواب میں فرشتوں  
 کی زبانی پیام رواد فرمایا کہ اللہ پاک نے تجھے پاک و صاف اور مستحضر بنایا ہے۔ اور سب اہل  
 زمانہ پر تجھے فوقیت عنایت فرمائی لہذا تو نماز میں اللہ پاک کے لیے قیام اور رکوع اور سجود کیا  
 کہ اور باجماعت نماز پڑھا کر۔

اچھا تو مریمؑ کی کفالت پر جب نزاع پیدا ہوئی تھی اور ہر کوئی کہتا تھا کہ وہ میری  
 نگرانی میں رہے گی۔ بلاخرہ قرعہ اندازی سے ذکر یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فیصلہ ہوا۔  
 یہ تجھ سے صدیق پیشتر کا ذکر ہے جسے ہم نے تیری طرف بذریعہ وحی و الہام اتار دیا ہے  
 غیب کی باتوں سے تیری نبوت صاف طور پر ثابت ہے۔

اچھا تو فرشتوں نے یوں بھی پکھڑا کر اے مریم اللہ پاک تجھے اپنے کلام اور لہام کے ذریعہ بشارت دیتے ہیں کہ تیرے لڑکا ہوگا۔ اس کا نام اس نے عیسیٰ مہربان یا ہے اور لقب مسیح قرار دیا ہے اور کنیت ابن مریم بتائی ہے، اور دنیا اور آخرت کے کاموں میں بہت بڑا ہوشیار اور با وقار ہوگا اور ادھیڑ میں ہی لیکن شروع کر دے گا۔ اور بچوں کی پرورش کے بہترین اصول بتائے گا۔ اور بہت بڑی قوی اصلاح کرے گا اس نے عرض کی کہ خدایا بچہ کیسے ابھی تک تو مجھے شوہر نے چھڑا تک بھی نہیں اور حالات کے لحاظ سے کوئی امید بھی نہیں فرمایا کہ کوئی استحصالہ نہیں جب اللہ پاک کا ارادہ ہوتا ہے تو تمام موانع دور ہو کر سب حالات موافق ہو جاتے ہیں۔

یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جسے اس نے اپنے بندے زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا کہ اس نے اسے پوشیدہ بھی پکھڑا اور اعلان بھی پکھڑا کہ خدایا! اب تو میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور ادھر میری بیوی بھی بوڑھی ہے اور میرے خیال میں بانجھ بھی ہے اور کہ میں اکیلا ہوں کوئی فرزند نہیں اگر تو مجھے کوئی فرد عطا فرما دے اور مناسب عمر تک جیتا بھی رہے اور تو اسے پسند بھی کرے تو تیری بہت بڑی مہربانی ہوگی اور میں تیرا شکریہ ادا کروں گا تو اللہ پاک نے اسے جواب دیا کہ تیرے لیے ایک لڑکا تجویز کر دیا گیا ہے اور تیری اور میری حسب پسند نیک ہوگا عرض کی کہ خدایا میاں بیوی کا موجودہ حال میل ملاپ کے قابل نہیں ہمارے علم میں یہ روک قابل رفق نہیں ہے بالآخر اللہ پاک نے روک اتحادی اور میل ملاپ سے امید پیدا کر دی تو عرض کی شکریہ کی کوئی بہتر صورت بتائی جائے تو فرمایا کہ تین دن رات اعتکاف کی صورت میں عبادت کرو، عام نام طہر پہ بات چیت سے احتراز کرو مگر تبلیغ و اشاعت جیسے امد سے ہرگز روک نہیں دن کو روزہ اور رات کو نماز پڑھو چنانچہ ان ایام میں اس نے اسی طرح پر شکریہ ادا کیا، بلکہ دوسروں کو بھی ذکر الہی کی تلقین فرمائی کہ اس کام میں اس کے ساتھ شامل ہوں پھر جب لڑکا پیدا ہوا اور اس کی بہتر سے بہتر پرورش ہوئی تو اوائل عمر میں ہی بہت بڑا دانشمند ثابت ہوا پھر جوں جوں وہ بڑھا توں توں وہ نیک عمل اور نیک مزاج ثابت ہوا اور

اپنے مال باپ سے احسان و سلوک کرتا رہا اور اسلامیات کے خلاف باتوں سے احتراز کرتا رہا۔ پھر مناسب وقت پر اللہ پاک نے اسے نبوت اور کتاب دے کر فرمایا کہ اس پر خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دو، چنانچہ انھوں نے سب کچھ کیا اور یہ اس لیے کہ جب وہ پیدا ہوا تو اسلامی پیشگوئی کے مطابق پیدا ہوا تھا بلکہ اس کا نام بھی پیشش سے پیشتر الہام نے ہی تجویز کیا تھا اور اس کی پیشش پر اسلامی ملزم ادا ہوئے کہ اس کے والدین اسلام پسند ہیں اور جب وہ فوت ہوگا تو اس وقت بھی مسلمانوں کی ایک جماعت اسلامی طرز پر اس کی تجہیز و تکفین کرے گی اور جہانہ پڑھ کر اسے دفن کرے گی اور قیامت کے دن اس کا حشر بھی اہل اسلام میں ہوگا اور وہ اس کا ثواب بھی حاصل کرے گا۔

اور قرآن مجید میں مریمؑ کا بیان کر دے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر سے جو کہ غریبی جانب واقع تھا ناراض ہو کر اپنے میکے گھر چلی گئی جو اس سے شرقی طرف واقع تھا اور وہاں جا کر وہ ایسی رک گئی کہ واپسی کا نام تک نہیں لیا۔ اس اثناء میں اصل راز بھی کچھ افشاء ہوا اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی افسوس ہوا تو خیر دعاء اور دوا سے کام لیا گیا جس میں اللہ پاک نے برکت عطا فرمائی اور اسے مخاطب فرما کر الہام نازل فرمایا کہ تجھے لڑکا عطا کر دوں گا۔ جس پر زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے شوہر کو الہام دے کر اسے روانہ فرمایا کہ اسے سن کر اپنے گھر واپس لائے جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے وہی شکایت کی جو واپسی سے مانع ہوئی اور طلاق کا بھی مطالبہ کیا میں تجھ سے پناہ (طلاق) چاہتی ہوں کہ تیرا اور میرا ملاپ نہیں ہو سکا اس نے اپنی صحت کا حال بھی سنایا اور اللہ پاک کا الہام بھی سنایا اور اس پر کچھ

۱۔ مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹلوی نے اشاعت السنۃ ۱۸۸۵ء جلد ۳۷ پر دیکھا  
 میسنسٹی بنٹر ولہا الٹ بغیا (موسیو) کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ”وہ بولی میرے راز کا  
 کیونکہ ہوگا مجھے بشر یعنی خاوند، نے ابھی نہیں چھوڑا اور میں بدکار ہوں“ مولوی صاحب نے  
 اس جگہ بشر کا ترجمہ بریکٹ میں خاوند خود کر دیا ہے اور دوسری صورت کا بھی ذکر فرمادیا ہے  
 جو کہ حرام ہے۔ جزاک اللہ (اشوی)

بات چیت کے بعد اس نے یہ بھی کہا کہ الہام میں تصریح ہے کہ یہ نکاح مبارک ثابت ہوگا اور بحسب تصریح الہام بہتر نتائج پیدا کرے گا اور اللہ پاک اپنے الہام کے مطابق پاکیزہ لڑکا عطا فرمائے گا اس نے تعجب کیا کہ میرے شوہر کی طرف سے یعنی تیری طرف سے مساس تو ہوا نہیں تو لڑکا کیسے تو اس نے سب کچھ سمجھا کہ کہا کہ تیرے جیسے منذوروں کے جیسا سوہ حسنہ ٹھہرے گا اور کہ تیرے مرنے نے مجھے تیری طرف روانہ کیا ہے کہ میں تجھے اللہ پاک کا الہام و حکام بھی سنا دوں اور تجھے اپنے ہمراہ گھر لے چلوں بالآخر وہ اس کے ہمراہ اپنے گھر واپس ہوئی اور جب وہ اپنے گھر میں آباد ہوئی تو وقت پر اللہ پاک کے فضل و کرم سے حمل ٹھہر گیا اور ادھر اسے اپنے شوہر کے ہمراہ اپنی کسی دنیوی ضرورت کے لیے کہیں دور دراز کا سفر بھی اختیار کرنا پڑا اور ایسا ہوا کہ بیت لحم میں ایک کھجور کے درخت کے قریب پہنچ کر اسے دردِ زہ شروع ہو گیا افسوس کیا کہ اگر کسی بہتر ٹھکانہ پر اس سے پہلے فارغ ہو گئی ہوتی تو اچھا ہوتا اور اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ کھجور کے مالک نے جو کہ اس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور کھجوریں بیچ رہا تھا ازراہ انسانی ہمدردی اسے اجازت دے دیا کہ جہاں سے چلے اور جب چاہے اور جتنی چاہے اس سے اتنا کہ تازہ بتازہ اپنے کام میں لائے اور یہ نیچے جتنے بھی بہہ رہا ہے اس سے بحسب ضرورت پانی بھی پیئے اور آرام کرے ، اللہ پاک بفضل کرے گا اگر کوئی بات چیت کرے تو اسے یوں کہہ کر ٹال دے کہ میں دفنائے نذر کے سلسلہ میں خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہے لہذا باتوں سے معذور ہوں۔ پھر وہ یہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر واپس آئی تو اس کی گود میں بچہ دیکھ کر قوم نے سوال اٹھایا کہ پداری مادی عہد کو توڑ کر اس طرح کی گھریلو زندگی شریعت کے خلاف ہے تمہارا باپ تو عہد شکن نہیں تھا، اور تمہاری ماں نے بھی ایسے کاموں کو کبھی پسند نہیں کیا۔ مریمؑ نے اپنے مرنے کی یاد کیا علی الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے بات چیت کرو جس نے یہ کام کیا کرایا ہے اور وہی اس کا کرتا دھرتا ہے انھوں نے کہا کہ تیرے اس نکاح کا دوسروں پر اثر بہت برا پڑا ہے کہ تجھے دیکھ کر وہ سب بچے جو اپنی اپنی ماں کی گود میں منذور ہو چکے ہیں جو ان پر کہ تیری طرح نکاح پر تیار نہ ہوں گے تو ہم انھیں کیا جواب دیں گے تو نے تو ہیکل کا سارا نظم ہی

درہم برہم کر دیا۔

پھر اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہوئے اور اللہ پاک نے انہیں سابقہ کتابوں کا علم عطا فرمایا اور خود ان کو بھی نبوت و حکمت اور کتاب سے سرفراز فرمایا تو انہوں نے قوم میں اعلان فرمایا کہ میں اللہ پاک کا بندہ ہوں، خدائی کا دعویٰ نہیں جو میری طرف ایسا منسوب کرتا ہے وہ مفتری ہے اور کہ اللہ پاک نے مجھے کتاب انجیل دے کر نبی مقرر فرمایا ہے اور میں خواہ جہاں بھی ٹھہروں اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ میں تجھے برکت عطا کر دوں گا اور اس نے مجھے نماز و زکوٰۃ کی بھی تاکید فرمائی ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کی پابندی کروں اور دوسروں سے بھی کراؤں اور کہ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت کروں کہ وہ اب تک زندہ ہے اور اسلامی کاموں میں میرا ہتھ بٹا رہی ہے اور کہ میں کسی کے لیے بھی سخت مزاج اور تند خو نہیں کہ اس نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے اور کہ میری ولادت اسلامی پیشگوئی کی بنا پر وقوع میں آئی بلکہ میرا نام بھی الہامی طور پر پیشتر ہی تجویز ہو چکا تھا اور پیدائش کے وقت اسلامی رسوم کو ادا کیا گیا اور کوئی غیر اسلامی رسم ادا نہیں ہوئی کہ میرے والدین اسلام پسند تھے اور میری وفات کے وقت ایک جماعت اسلام پسند ہو گئی جو میری تعمیل و تحکیم و تجہیز و جنازہ و تدفین کرے گی اور قیامت کے دن بھی میرے ارد گرد اسلام پسند لوگ جمع ہوں گے تاکہ ہم اس کے نتائج اور ثمرات حاصل کریں۔

یہ عیسیٰ بن مریم ہے جو کہ نبی ہو کر ایسا سچا بیان اور تبلیغ اسلام کرتا رہا ہے آج اسے خدا ناکہ اس کا بیٹا بنایا جا رہا ہے اگر وہ بیٹا ہے تو پھر یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے بڑھ کر بیٹا ٹھہرتا ہے لیکن جب وہ بیٹا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کوئی بھی بیٹا نہیں، خدا تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔

الحاصل کہ یہ اللہ پاک کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن پر اس کا انعام و اکرام ہوا ہے یہ سلسلہ کرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چلا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ باپ بیٹا ہوتے ہوئے یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا ہے مہلک و منہاں اس سلسلہ میں جکڑا ہوا ہے اور اس کے دیگر ہم جنس بھی اسی طرح پر انسانی سلسلہ نسب

میں جکڑے ہوئے ہیں تو پھر ان میں سے کوئی کیسے اس کے برابر یا کہ اس کا ولد ٹھہر سکتا ہے جو کہ مال باپ اور اولاد اور دیگر اقارب سے پاک ہے۔ ہمدرد

پھر اس کے عرصہ بعد جب پارٹی بندی ہوئی تو طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے جو حقیقت سے دور ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ موجودہ صیائوں کے خیال مطابق عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے پدر پیدا ہوئے تھے اور عام طور پر مسلمانوں کا خیال بھی یہی ہے، شیعہ سنی دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے بلکہ مسیحیوں کی تمام جماعتوں میں یہ بات مسلم ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑملوی اسے بے پدر مانتے تھے مگر خواجہ احمد دین صاحب اور مولوی اسلم صاحب حمیرا چوہدری جیسے ان کے ہم خیالوں نے اس کا انکار کر دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی اسے بے پدر مانتا تھا اور اس کے ارادت مند مولوی نور الدین مرید خاص اور مولوی محمد علی مرید خاص نے انکار کر دیا۔ علامہ عنایت اللہ صاحب مشرقی نے اسے بے پدر بتایا ہے اور ان کے ارادتمندوں کی بابت معلوم نہیں کہ ان کا کیا خیال ہے۔

ان سب سے پہلے بہاؤ اللہ صاحب ایرانی نے انکار کیا ہے پھر اس کے بعد سرسید مخدوم نے انکار کیا ہے ان میں بعض تو صاف طور پر حدیث کے منکر ہیں اور بعض نیم قائل ہیں اور بعض پوری طرح سے قائل ہیں مگر حدیث اپنے اپنے یہاں کی مسلم ہے دوسروں کی نہیں اور میں بغض اللہ تعالیٰ اہل حدیث ہوں حدیث نبوی کو حجت شرعی مانتا ہوں اور محدثین عظام اور ائمہ کرام کا احترام کرتا ہوں اور ان کی خدمت کا اعتراف کرتا ہوں مگر ان کی بات حجت نہیں اور قرآن و حدیث کے خلاف قائل قبول نہیں۔ خلاف خواہ انفرادی ہے یا کہ جمہوری ہے دونوں صورتوں میں مقبول نہیں جسے میں ذیل میں عرض کر دیتا ہوں۔



## اجماع اور اس کی حقیقت

امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین جلد ۱ میں امام احمدؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔  
کہ ما یدعی فیہ الرجل الاجماع فهو کذب من ادعی الاجماع فهو  
کاذب کسی بات کو محض اجماع سے ثابت کرنا غلط ہے بلکہ کسی بات میں اجماع کا  
دعویٰ بجائے خود غلط ہے۔

موصوف نے زاد المعاد ص ۲۱ جلد ۲ میں یوں فرمایا کہ وسما ادعی بعضهم  
الاجماع لعدم علمه بالانضمام کیر نکہ لیساً اوقات نزاع کا علم نہیں ہوتا تو اس  
پر اجماع کا دعویٰ کر دیا جاتا ہے اس لیے یہ دعویٰ غلط ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الجبر ص ۲۶ جلد ۲ میں جو تقریر فرمائی ہے اس کا  
استفادہ ہے کہ نقل اجماع اجماع نہیں کیونکہ خلاف ثابت ہونے پر دعویٰ اجماع  
منقوض ہے۔

امام ابن قیمؒ نے زاد المعاد ص ۲۱ جلد ۲ میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے  
آج تک دلائل کی بنا پر جمہور کا خلاف ہوتا چلا آیا ہے نیز فرمایا کہ ان فتویٰ الجمہور  
بالقول لا یدل علی صحته و قول الجمہور لیس لحجة جمہوراً ثم  
کا قول ضروری نہیں کہ صحیح ہو سکے علاوہ اس کے وہ شرعاً حجت بھی نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص ۲۴ پارہ ۲ میں علامہ قسطلانیؒ سے نقل فرمایا  
ہے کہ ولیست المسئلة من العمليات فيكتفي فيها بالادلة الظنية  
وانما هي من المعتقدات فلا يكتفي فيها الا بالدليل القطعي علی امور  
میں ظنی دلائل بھی کافی ہوتے ہیں مگر اعتقادی باتوں میں قطعی ثبوت کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۱۱ پارہ ۱ میں فرمایا ہے کہ ان الاقل عددًا فی  
الاجتهاد قد یصیب ویخطئ الا کثر فلا یتعین الترجیح بالاکثر ولا  
سبب ان ظہر ان بعضهم قد بعثوا ایسا ہوتا آیا ہے کہ اقلیت صاحب اور

اکثریت غلط ثابت ہوئی ہے اس لیے اس پر کوئی قبیلہ نہیں خصوصاً جبکہ ایک دوسرے کی تقلید سے لکھتے اور بولتے چلے آ رہے ہوں تو پھر دریں حالات مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔

اور علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاریؒ جلد ۱۵ میں فرمایا ہے کہ والافہ من التقليد اس تقلید نے بہت کچھ گمراہی پھیلانی ہے جسے اٹھانا بہت بڑا مشکل ہے۔

اور حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد ۲۰۵ جلد ۱ میں فرمایا ہے کہ ان المقول لا یقول قول من قلنا ولوجاءتہ کل امیۃ۔ جس کسی کو بھی جس کسی سے حسن عقیدت ہے وہ اس کا قول کبھی نہیں چھوڑے گا خواہ اسے پختہ سے پختہ ثبوت سے آگاہ کر دیا جائے جیسے کہ ارشاد الہی ہے وَلَکِنُّ اَتَّيْتُ السَّيِّدِیْنَ اَوْ تَوَّالِیْکَآبِ بِکُلِّ اَمِیۃٍ مَّا تَبِعُوْا قَبْلَتْکَ (بقیہ)

**سوال:** حدیث میں ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی جس سے صاف ظاہر ہے کہ امت میں اجماع بھی ہے اور وہ صائب بھی ہے۔

**جواب ۱:** حدیث مختلف طریقوں سے مختلف کتابوں میں مروی ہے اور ہر طرح سے ضعیف ہے۔

**جواب ۲:** اس کا یہ مطلب ہے کہ جن فرعی ائمہ کے لیے شریعت کے نصوص اور تصریحات دستیاب دہل تو ان میں میرے صحابہ کرام کا اتفاق اور اکثریت غلط نہیں اور یوں جدھکوئی شامل ہوا ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں کہ بات فرمی ہے۔

**جواب ۳:** پیش آمدہ وقتی باتوں کی بابت کسی مقام کے مسلمانوں کی مجلس شوریٰ میں جو امور اتفاق یا اکثریت رائے سے پاس اور طے ہوں تو وہ اس وقت اور وہاں کے لیے ٹھیک ہوں گے بشرطیکہ وہ نصوص و تصریحات شرع کے خلاف نہ ہوں کیونکہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھاثیوں نے موصوف کی بابت جو مجلس شوریٰ میں کثرت رائے سے پاس اور طے کیا تھا وہ خلاف شرع ہونے کی وجہ سے مسترد ہوا رائے تو دوسری بھی

غلط تھی مگر وہ اس سے باز نہیں آئے۔

امام محمدادیؒ نے امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اپنے چاروں اماموں کا خلاف کیا ہے۔ عمدۃ القاریؒ جلد ۴۲ صفحہ ۱۵۱، فتح الباریؒ جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۱، معانی الآثار جلد ۴۲ صفحہ ۱۵۱ ملاحظہ ہوں۔

امام ابو عبیدہؒ امام لغت ہے اور اس نے دیگر ائمہ لغت اور ائمہ تفسیر سے اختلاف کیا ہے جیسے کہ ابن کثیرؒ جلد ۱ میں تصریح ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر جلد ۱۹ میں فرمایا ہے کہ والعجب ان هذا القول اختاراه الشيخ ابو عمرو بن عبد البر النعماني امامه ما وساء البحر و انما الاحادي الكبر اذا اختار مع اطلاقه وحفظه ما لم يقيم عليه دليل من كتاب ولا سنة ولا اثر تعجب کی بات ہے کہ امام ابن عبد البر حبیباً فاضل بھی اس غلط بات کا قائل ہے جس پر نہ کوئی آیت کریمہ شاہد ہے اور نہ حدیث نبویؐ شاہد ہے اور نہ کوئی اثر شاہد ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے امام المفسرین مجاہد کی تفسیر کو مسترد فرمایا کہ وہ سیاق کے خلاف ہے جیسے کہ موصوف نے جلد ۵۷ میں عمل کے ذکر پر تصریح فرمائی ہے۔

در منثور جلد ۲۳ صفحہ ۱۵۱ میں محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ فان الحسن يقول براهيه اشياء اهاب ان اقولها حسن بصری تفسیر بالرائے کرتا ہے جسے میں پسند نہیں کرتا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ہذا رجبی کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذکر اشیاء من خوارق العادات کما ذکرها غیرہ من المفسرین من السلف والمخلف والحق ان ابراهيم عليه الصلوة والسلام كان في هذا المقام مناظرا لقومه مبينا لهم بطلان ما كانوا عليه من عبادة الهياكل والاصنام۔ محمد بن اسحاق و نیز دیگر مفسروں نے سلف سے خلف تک اس جگہ معجزات اور کرامتوں کا بیان کیا ہے مگر یہ ٹھیک نہیں، ٹھیک یہ ہے کہ یہ ایک مناظرانہ طرزِ کلام ہے جو کہ اس موقع پر اختیار کیا گیا ہے۔

حافظ صاحب نے فتح الباری ۲۹۲ پارہ ۲۵ میں حدیث عالم پر بحث فرمائی اور اس پر سب علماء کا اتفاق بنایا اور اسے متواتر ٹھہرایا اور اس کا انکار کفر بتایا اور ۴۳ پارہ ۳۱ میں فرمایا کہ وہی من مستثنیٰ المسائل المنسوبة لابن تیمیہ ابن تیمیہ نے ان سب سے الگ ہو کر اسے قیّم بتایا ہے اور نوہ میں حافظ ابن قیّم کا بھی یہی طرز معلوم ہوتا ہے امام یافعیؒ نے مرآۃ الجنان ۲۵۵ جلد ۲ میں فرمایا ہے ولما مسائل غریبۃ افکر علیہ فیہا اس نے کئی ایک مسائل میں سابق ائمہ کرامؒ کا خلاف کیا ہے۔ اور فتح الباری ۴۸۹ پارہ ۱۵ میں اور وفاء الوفاء ۱۹۱ جلد ۱ میں ہے کہ مواخاة کے سلسلہ میں امام ابن تیمیہؒ نے نفوس صریحہ شرعیہ کا انکار کیا ہے۔ دریں حالات اجماع اور کثرت یا کہ اس کا موہومی خیال دلائل وبراہین کے بالمقابل کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہر بات کا دلائل پر فیصلہ ہے تقلید پر نہیں۔

**اطّلاع:** تفہیم مودودیؒ کا سوال اگر مقابلہ کے وقت غلط معلوم ہو تو وہ غلط نہیں کہ میں نے موصوف کے انھیں مریدوں کے توسط سے انھیں بعض اغلاط پر توجہ دلائی تو انھوں نے تسلیم فرما کر کچھ اصلاح کر دی ہے اور کچھ امید ہے کہ کر دیں گے کہ پیٹ ہائے تفہیم محفوظ ہیں جیسے موصوف کے خادموں کی زبانی سنا گیا ہے۔

خاکسار و عنایت اللہ اثری وزیر آبادی دارالحدیث  
گجرات۔ اپریل ۱۹۶۳ء محرم ۱۳۸۳ھ



Mohammad Ashraf  
DENMARK.